شاہلا کوٹ
اشفاق احمد

اشفاق احمد

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

شابلا کوٹ' ہماری سرزمین کا ایک ایسا گاؤں ہے جس کے جغرافیے میں اس کی شاداں و فرحاں تاریخ اس کے سرسبز کھیتوں' پانی سے بھرے کھالوں اونچے درختوں اور قدآدم جھاڑیوں کے درمیان ایک دھاریدار شیر کی طرح نیم خوابیدہ لیٹی ہے۔ اس شاد و آباد' پرسکون اور نیر باش گاؤں کے اندر زندگی اپنی رنگین اوڑھنی اوڑھے اپنی مرضی سے آتی ہے اور اپنی خوشی سے ہر گھر کے کام کاج سنوار کر مسکراتی ہوئی واپس چلی جاتی ہے —— آپ کئی مرتبہ "شابلا کوٹ" کے قریب سے گزرے ہیں لیکن آپ کو کبھی اس کے اندر تشریف لانے کا موقع نہیں ملا۔

یہ گاؤں جس میں کوئی ظالم جاگیردار گھرانہ نہیں' کوئی پولیس ناکہ نہیں' ہیروئن فروش سمگلروں کا ڈیرا نہیں' مظلوموں کی چیخ پکار نہیں' کسی فقیر کی بددعا یا جوگی کا شراپ نہیں۔ پھر بھی اس گاؤں کی حیات موجود ہیں۔ ابھی ابھی ایک ایسا رخنہ پڑ گیا ہے جس سے شابلا کوٹ کے در و دیوار میں ایک لمبی دراڑ اتر آئی ہے۔

"شابلا کوٹ" کا عمر رسیدہ استاد ماسٹر موسیٰ اپنے محبوب آبائی گاؤں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر پناہ کی تلاش میں جا رہا ہے اور پناہ نہ اب ماسٹر موسیٰ کی قسمت میں رہی ہے نہ "شابلا کوٹ" کے مقدر میں۔

شاہلاکوٹ (1)

کردار

چودھری عبدالجبار: عمر ستر کے لگ بھگ' نرم دل وضعدار جاگیردار' بیٹے کا عاشق

چودھری سرفراز: عمر چھبیس سال' بانکا سجیلا' خوبصورت

ماسٹر موسیٰ: عمر ساٹھ برس' اصول پرست سکول ٹیچر

ماسٹر مستقیم: عمر پینتیس سال' ڈاڑھی والا سیکنڈ ٹیچر

منصور منگی: عمر پچاس پچپن' شیہاتی نواز

جانوں ڈھولیا: عمر پچیس سال' حساس' خوبصورت سانولا

ڈاکیہ: ہلکا سا شرارتی' ہنس مکھ

فیضان: شہری ماڈرن آدمی' طرحدار

ڈاکٹر: عمر چالیس کے لگ بھگ

بابا دینا: عمر اسّی کے قریب نحیف و نزار

پوتا عمر: عمر نو دس برس

جمیل: دس بارہ برس کا متجسس لڑکا (اس کا رول لمبا ہے احتیاط سے کاسٹ کریں)

نازو: عمر اکیس کے قریب' خوبصورت' پڑھی لکھی' جاندار۔

مریم چودھرائن: عمر چالیس بیالیس' سرفراز کی چاچی' نازو کی ماں

رابعہ چودھرائن: بوڑھی عورت چودھری جبار کی بیوی سرفراز کی ماں' نازو کی تائی

سین 1 آؤٹ ڈور

دن نہر کا راستہ

(نہر کے کنارے کچی پکی سڑک' کچھ فاصلے سے کیمرہ آگے بڑھتا ہے سارے علاقے کو پین کر کے نہر کا بہاؤ دکھاتا ہوا ایک سنگ میل پر رکتا ہے پھر آہستہ آہستہ کیمرہ سنگ میل کو n.c.u. میں لیتا ہے۔ اس پر کندہ ہے شاہاکوٹ 0 میل)

(کٹ)

سین 2 ان ڈور

دن چڑھے فارم

(شاہاکوٹ میں پھوپھی مریم کی ماڈل فارم)

(یہ حصہ جہاں ہم اس وقت موجود ہیں۔ ملک سپلائی کا حصہ ہے۔ اس کے گیٹ پر لکھا ہے شاداب ملک سپلائی۔ گیٹ کے باہر ایک ٹریکٹر کھڑا ہے۔ چند دیہاتی لڑکے اس کے پاس کھڑے ہیں۔ ٹریکٹر کو اردگرد سے دیکھ رہے ہیں۔ کیمرہ گیٹ سے گزر کر اندر جاتا ہے۔ یہ شوٹنگ بھینسوں کے کسی اصلی تھان پر کی جائے گی۔ یہاں ایک سائیڈ پر کیری لوڈر کھڑی ہے جس میں دو آدمی دودھ بھرے کین لاد رہے ہیں۔ کیمرہ آگے جاتا ہے۔ ایک موٹر سائیکل جس پر دونوں جانب دودھ کے کین لدے ہیں۔ دودھ والا موٹر سائیکل لے کر روانہ ہوتا ہے اور کیمرے کے بائیں جانب سے نکل کر آف کیمرہ ہو جاتا ہے۔ سارے سین میں چڑیوں کی آواز کے علاوہ بھینسوں اور کسی کسی کٹے کے ڈکرانے کی آواز سوپرامپوز کیجئے۔)

(اب فاصلے سے دکھاتے ہیں کہ بیس تیس بھینس کھڑی ہیں۔ ان کے دودھ کی کام میں مصروف ہیں۔ ایک دو بالٹیاں رکھ کر دودھ دوہنے میں لگے ہیں۔ ایک ورکر بھینس کے کٹے کو لا کر بھینس کے نیچے لگاتا

ہے۔ دو کار ندے پانی کی بالٹیاں بھر کر بھینسوں کو نہلانے میں مشغول ہیں۔)

(یہ منظر جس میں ڈیری فارم کی بزنس ہے۔ پورا وقت دے کر دکھایا جا رہا ہے۔ پھر کیمرہ پین کر کے دکھاتے ہیں کہ نازو یہ کچھ فاصلے پر میز کرسی لگائے بیٹھی ہے۔ ڈاکٹروں جیسا لمبا کوٹ پہن رکھا ہے۔ اس کے پاس لکڑی کی بنچ پر منشی براجمان ہے اور رجسٹر لے کر مؤدب بیٹھا ہے۔ ایک چارپائی جس پر کھیس بچھا ہے اور گاؤ تکیہ لگا ہے۔ اس پر مریم پوری چودھرانی بنی بیٹھی ہے۔ ان سے کچھ فاصلے پر ایک مزارعہ ادوائن کسنے میں لگا ہے۔ نازو نے سر پر ڈوپٹے کو ایسے لیا ہے کہ وہ حجاب لگتا ہے۔)

نازو: ابھی تک پے منٹ نہیں کی ہوٹل والوں نے۔

منشی: بی بی جی ان کی بڑی تنگی ہے ان فائیو سٹار والوں کی...... دو باری تو میں خود جا چکا ہوں۔

نازو: لیکن ہوٹل Beta Bang والوں کا منیجر تو بہت اصولی آدمی ہے تو وہ مہینے کی پہلی تاریخ کو پیسے بھجوا دیتا ہے۔

منشی: وہ بھجواتا تھا جی اس بار نہیں بھجوائے۔ پہلے اصولی تھا اب نہیں رہا...... اب تو پکا دھونسیا بن گیا ہے۔ میں دفتر میں گیا تو کہنے لگا ابھی مجھے فرصت نہیں ٹھہر کے آنا۔ ہر کوئی نمبر دو بنتا جا رہا ہے جی۔

نازو: یہ کیوں کہا اس نے؟

(اس وقت نازو کے چہرے پر شششے کا لشکارا پڑتا ہے وہ بدک سی جاتی ہے۔ ادھر ادھر دیکھتی ہے)

منشی: کہا اس لیے بی بی جی کہ اب ہوا گرمیوں کا موسم بیٹا بینگ والوں کا دودھ ایک دن پھٹ گیا۔ بس جی۔

نازو: پھر غلطی کس کی تھی' ہماری کہ ان کی؟

منشی: ان کی بی بی...... وقت پر دودھ ابالتے نہیں اور الزام ہمیں دیتے ہیں۔

نازو: جو کچھ بھی ہے آپ اس کے منیجر سے کہیے کہ ہم ڈیلیوری نہیں دے سکتے۔ وہ یہاں سے اپنا دودھ خود منگوائیں۔

(اب پھر نازو کے چہرے پر سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں۔ اس لشکارے پر وہ پھر ادھر ادھر دیکھتی ہے۔ کچھ فاصلے سے موٹر سائیکل والا جو دودھ کے ڈبے اپنی موٹر سائیکل پر فٹ کر رہا تھا ادھر آتا ہے۔ اپنی ڈب سے چار ہزار روپیہ نکال کر نازو بی بی کے پاس آتا ہے۔)

سائیکل والا: بی بی جی پیسے کاٹ لیں جی......

نازو: پیسے اماں جی کو دے دو بشیر ...... اور حساب منشی جی کے ساتھ کر لو......

(اب جو لشکارا پڑتا ہے تو نازو اٹھ کر دیکھتی ہے اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر نظر پھراتی ہے۔ کیمرہ اس کے پوائنٹ آف ویو سے پہلے کھیت درخت دکھاتا ہے۔ دوسرے کیمرے سے درختوں کے ایک جھنڈ کو دکھایا جاتا ہے جہاں ایک گھنے درخت کے پیچھے جان محمد ڈھولیا کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں ایک آئینہ ہے جس میں سورج کی شعاعیں منعکس کر کے وہ نازو پر ڈال رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ وہ قمیص کے بازو سے یہ آنسو پونچھ کر شیشہ دور پھینکتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ درختوں میں یوں اداس سر جھکائے اسے جاتا ہوا دکھاتے ہیں۔)

(کٹ)

سین 3	آؤٹ ڈور
دوپہر	نہر کا راستہ

(ہم پھر اسی مقام پر ہیں جہاں شاہالا کوٹ کا سنگ میل گڑا ہے۔ اب اس کے ساتھ چودھری سرفراز کا کالا گھوڑا بندھا ہے۔ کیمرہ ذرا سا tilt کرتا ہے تو نظر آتا ہے کہ نہر کی سڑک پر پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ ڈاکیہ چلا آ رہا ہے۔ اس نے نیزے کے ساتھ گھنگھرو باندھ رکھے ہیں اور وہ ڈکی چال میں گھنگھرو بجاتا آ رہا ہے تاکہ علاقے میں

خبر ہو جائے کہ شاہ بالا کوٹ میں ڈاک آگئی ہے۔ کیمرہ اسے کراس کر کے آگے نکل جاتا ہے۔ ایک ٹیلے پر جو نہر کے کنارے ہی ہے' منصور ملنگی بیٹھا ہے اور شہنائی بجا رہا ہے۔ یہ شہنائی شروع سین سے سنائی دیتی ہے بلکہ ٹیلپ پر بھی یہی موسیقی تھیم کے طور پر چلتی ہے' لیکن اب منصور ملنگی رجسٹر کرایا جاتا ہے کیمرہ پہلے ٹیلے کو فاصلے سے رجسٹر کراتا ہے پھر اوپر سے منصور ملنگی کو فل میں ٹریٹ کرتا ہے۔ اس کے بعد منصور کی پشت سے نہر دکھائی جاتی ہے۔ نہر میں چودھری سرفراز اپ سٹریم تیرتا نظر آتا ہے۔ کچھ لمحہ سرفراز کو فاصلے سے ٹریٹ کر کے کیمرہ نہر کے کنارے سے سرفراز کو دکھاتا ہے۔ وہ بڑی مشقت کے ساتھ بہاؤ کے خلاف تیر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد اسے این سی یو میں دکھایا جاتا ہے۔ وہ کنارے کی طرف دیکھتا ہے۔ یہاں عورتیں نہر کنارے کپڑے دھونے میں مشغول ہیں۔ شہنائی سارے سین پر حاوی رہتی ہے۔

(کٹ)

سین 4	آؤٹ ڈور سین
کچھ دیر بعد	عبدالجبار کی حویلی کا بیرونی حصہ

(ایک خوبصورت حویلی کا بیرونی حصہ' چودھری سرفراز کالے گھوڑے سے اتر کر اندر جاتا ہے' حویلی کا جغرافیہ دکھایا جاتا ہے)

(کٹ)

سین 5	ان ڈور
دن	حویلی کا بڑا کمرہ

(حویلی کا ایک بڑا کمرہ چودھرائن رابعہ شیشوں والے پلنگ پر گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھی ہے۔ اس کے سر میں شاداں نوکرانی تیل لگا

رہی ہے۔ ایک چھوٹی لڑکی پائینتی بیٹھی رابعہ کے پاؤں دبا رہی ہے۔
چودھری قریب بیٹھا حقے کے کش لگا رہا ہے۔)

چودھری عبدالجبار: لے میری بات بھی پہلے تجھے سمجھ آئی ہے جواب آ جائے گی۔

رابعہ: چلو جی میں ہی کوڑ دماغ سہی لیکن تو ہے غلط چودھری عبدالجبار...... مان بھانویں نہ مان۔

چودھری: ہمارے کون سے دس بچے ہیں رابعہ؟ آج بھی ساری زمین اس کی ہے میرے بعد بھی اس کی ہے!

رابعہ: بس دو چار آگے پیچھے کھیلتے ہوں سرفراز کے تو پھر تو جو مرضی کر لینا۔

چودھری: اور جو میں ہی ادھر ادھر ہو گیا تو...... پھر بھی تو ساری زمینیں اسی کی ہیں ناں رابعہ......

(نوکرانی شاداں کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کرتی ہے)

رابعہ: جوانی میں اتنی دولت ٹھیک نہیں' تکبر پیدا کر دیتی ہے ابلیس کا ساتھ دیتی ہے۔

چودھری: میرا سرفراز ویسا نہیں رابعہ...... نہ اس کا دادا نہ اس کا پڑدادا...... شاہلا کوٹ کے چودھری ٹھنڈی مٹی کے بنے ہیں تو سرفراز کا فکر نہ کر...... کوئی زمین' دولت' شہرت...... اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی...... مجھے زمین اس کے نام کر لینے دے۔

رابعہ: لے لے لے...... شیخیاں نہ مار چودھری! آدمی کا کیا پتہ! کب سیدھی راہ چلتا چلتا کنی کاٹ جائے۔ زور آور دنیا ہے' دین دھرم اور بدمعاشی سے بھرپور' جانے کون سا پلڑا اوپر اٹھا دے...... آدمی کا کیا اعتبار؟ اس دور ٹکے گا؟

چودھری: تجھے تیرے ان دیکھے وہموں نے لے ڈوبنا ہے رابعہ...... سورج نکلا ہو تو تجھے بادل ڈراتا ہے...... شادی کا دن ہو تو موت یاد آ جاتی ہے...... گھنا پاتا بنوالاؤں تو غریب کی یاد آ جاتی ہے...... نیک اولاد مل جائے تو باہر والوں کی بدی سے خوف آنے لگتا ہے۔ تیرا کیا بنتا ہے رابعہ؟

رابعہ: میرا اب کیا بنتا ہے چودھری؟ قبر کی مٹی اور جنگلی پھول کانٹے دار بوٹے' بے موسمی اندھیریاں' میرا کیا بنتا ہے!

چودھری: جب ہم دونوں گاؤں سے جا کر مدینے میں رہنے لگے ناں...... یثرب نگری کے

چودھری کے بردے ہو گئے تو ہمیں اگلے دنوں سے ڈر نہیں لگے گا۔ ہم کھلکے دھڑکے کو یہیں چھوڑ جائیں گے شاباکوٹ میں؟

رابعہ: چل کچھ دیر اور رک جا...... ابھی سرفراز چھوٹا چودھری ہی اچھا...... دو چار نیانے آگے پیچھے آگئے تو اپنا پگڑ پہنا دینا شوق سے

(اس وقت سرفراز چودھری اندر آتا ہے۔اس کے بال گیلے ہیں اور وہ انہیں تولیے سے پونچھتا چلا آرہا ہے۔)

رابعہ: لے بسم اللہ کر کے چودھری سرفراز کے لیے لسی لا شاداں 'مکھن کی ڈلی ڈال کے' ساتھ محراب پور والی مٹھائی بھی لے آنا......

سرفراز: کیا کانفرنس ہو رہی ہے ابا (شاداں اور بچی جاتے ہیں)

چودھری: اوہ کاکا ہماری کیا کانفرنس ہونی ہے۔ کچھ اس کے خوف ہیں 'کچھ تیرے ابے کے 'بس آپس میں ان کا مقابلہ ہی کراتے ہیں...... کبڈی کبڈی کھیلتے رہتے ہیں ہم دونوں کے خوف 'ہمارے سامنے......

رابعہ: تجھے کتنی دفعہ کہا ہے کہ روز روز نہر میں نہ نہایا کر...... پر تجھے چین ہی نہیں آتا نہائے بغیر......

سرفراز: پھر کیا ہوتا ہے نہانے سے ماں؟

رابعہ: نظر لگتی ہے......اور کیا ہے...... جوانی کو تو ویسے ہی کوئی دیکھ نہیں سوکھاتا......

چودھری: کچھ نہیں ہوتا رابعہ اللہ نگہبان ہے۔

رابعہ: اچھا تو کرتا پہن کر نہا لیا کر سرفراز بیٹا۔

سرفراز: (ہنس کر......ماں سے محبت سے لپٹ کر) اچھا بوری کا کرتا بنوا دے مجھے۔

رابعہ: چھوڑ مجھے۔

سرفراز: کیوں؟ اماں...... کیوں چھوڑ دوں۔

رابعہ: گرمی لگتی ہے اور کیا۔

چودھری: چھوڑ دے کاکا چھوڑ دے...... پتہ نہیں دل میں کیا وہم پال رہی ہے اس وقت۔

سرفراز: کیوں ماں کیا سیدھی سادی خوشی بھی تجھے راس نہیں آتی خوف کی گھمن گھیری میں چکر کے بغیر نہیں رہ سکتی تو......

رابعہ: (آنکھوں میں ہلکے آنسو) بات یہ ہے کاکا سرفراز جو بھانڈا زیادہ بھر جاتا ہے ناں اس کے چھلک جانے کا بڑا ڈر ہوتا ہے۔ چاروں طرف خالی برتنوں والے پھرتے ہیں' جانے کس کی نظر لگ جائے۔

سرفراز: بس بھلئے لوکے سارا کچھ اس کے نام کر کے تاں مدینے چلے جائیں...... سارے خوف اس چوکھٹ پر رکھ کر...... عرض کریں اب یہ پنڈ ہم سے اٹھائی نہیں جاتی یثرب والے......

(کیمرہ چودھری پر آتا ہے وہ کش لیتا ہے' مصنوعی مسکراہٹ سے مسکراتا ہے۔)

سرفراز: تو بھی ڈرتا ہے ابا؟

چودھری: بڑا بوجھ ہوتا ہے پترا خوف کا...... دل ڈرتا رہتا ہے' پتہ نہیں کب وقت بدل جائے...... کب دکھ دروازہ کھول کر اندر آ جائے...... کب موسم بدل جائے' لال آندھی چلنے لگے...... اولاد کی آزمائش پترا سب سے بڑی آندھی ہے رُکتی ہی نہیں رُکتی ہی نہیں پل بھر کو۔

سرفراز: (ہاتھ کے اشارے سے "اوئے جا ابا" کہتا ہے۔)

(کٹ)

سین 6	آؤٹ ڈور
دن	سکول

(ماسٹر موسیٰ کا پرائمری سکول' یہ خود ہیڈ مدرس ہیں اور ساتویں آٹھویں کو پڑھاتے ہیں۔ ماسٹر مستقیم نائب مدرس ہیں اور چھوٹی جماعتوں کے استاد ہیں۔

سکول پکا' خوبصورت' درختوں گھرا اسی پلانوں والا ہے اگر آپ بڑے راستے پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو 10 فٹ چوڑی اور چالیس فٹ لمبی گلی کے بائیں طرف چوتھی جماعت کا کمرہ صاف نظر آتا ہے۔ سامنے احاطے میں ماسٹر موسیٰ صاحب میز کرسی لگا کر بیٹھتے ہیں۔ ان

کے سامنے کلاس کی اولین دو قطاروں کے ڈسک اور سٹوڈنٹ نظر آتے ہیں۔ باقی کے طلبہ پیچھے ہیں جو بڑے راستے سے دکھائی نہیں دیتے' البتہ کیمرے کی ٹریک ان کرنے سے بائیں ہاتھ کلاس روم خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔)

دفتر نما کمرے میں ماسٹر صاحب کی پشت پر لوہے کی ایک بڑی الماری ہے۔ اس کے قریب ایک بڑی اور مضبوط میز پر ڈاکخانے کا سامان ہے۔ دیوار پر کھونٹیوں کے ساتھ ماسٹر صاحب کی اچکن' پگڑی' تولیہ' کرتہ' شلوار وغیرہ لٹکے ہوئے ہیں۔ قائداعظمؒ کی بڑی تصویر ڈاکخانے کے کارنر میں ہے۔ ڈاکخانے کی میز پر ایک اونچا سا آہنی چوکھیا دیا ہے جو تیل سے چیکٹ ہو رہا ہے۔

جس وقت سین کھلتا ہے ماسٹر موسیٰ صاحب ساتویں جماعت کے طالب علموں کو نظیر کی نظم ریچھ کا بچہ گوا رہے ہیں۔ وہ خود کرسی پر بیٹھے ہیں اور طالب علم اپنے ڈیسکوں کے درمیان کھڑے ہیں۔ ماسٹر صاحب بند بولتے ہیں۔ کھڑے طالب علم ٹیپ کا مصرعہ اٹھاتے ہیں۔

موسیٰ:

تھا ہاتھ میں اک اپنے سوا من کا جو سونٹا
لوہے کی کڑی جس پہ کھڑکتی تھی سراپا
کاندھے پہ چڑھا جھولنا اور ہاتھ میں پیالا
بازار میں لے آئے دکھانے کو تماشا

طالب علم: (کورس)

آگے تو ہم اور پیچھے تھا وہ ریچھ کا بچہ
جب ہم بھی چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچہ

موسیٰ:

کہتا تھا کوئی ہم سے میاں آ کر قلندر

(کٹ)

(بھرے راستے میں ایک قلندر ریچھ لے کر گزر رہا ہے۔ گاؤں کے
کچھ لوگ سر راہ اس سے اشاروں سے پوچھتے ہیں۔)

موسیٰ: (آواز)

وہ کیا ہوئے؟ اگلے جو تمہارے تھے وہ بندر
ہاں چھوڑ دیا بابا انہیں جنگلے کے اندر

موسیٰ: (چھوڑنے کا اشارہ کرتے)

ہاں چھوڑ دیا بابا انہیں جنگلے کے اندر

لڑکے:

جس دن سے خدا نے یہ دیا ریچھ کا بچہ

لڑکے:

کل راہ میں جاتے جو ملا ریچھ کا بچہ
خوش ہم کو بہت دیکھ ہوا ریچھ کا بچہ
سو نعمتیں کھا کھا کے پلا ریچھ کا بچہ
جس وقت بڑھا ریچھ ہوا' ریچھ کا بچہ
جب ہم بھی چلے ساتھ چلا ریچھ کا بچہ

(اس نظم کے دوران پروڈیوسر "ترتیب لطیف" کے مطابق راستے پر
جانے والے قلندر کو اس کے ریچھ سمیت کٹ ٹو کٹ دکھاتا جائے۔
قلندر' بوا راستہ اور گلی دکھانے کے علاوہ سکول کا کھلا احاطہ' جس میں
پانچویں جماعت کے ڈیسک لگے ہیں اور درخت کے ساتھ بورڈ ٹنگا
ہے' دکھاتے جائیں۔
اس کورس کے آخری بول کی گونج پر جس ہرکارے کو ہم نہر کنارے
دکھاتے آئے ہیں' اب اس کو نیزے کے گھنگھرو چھنکاتے ہوئے
سکول کی لمبی گلی میں داخل ہوتے دیکھتے ہیں۔)

(1) ہرکارہ ماسٹر موسیٰ کے دروازے کے سامنے ہلکی کہروا تال میں گھنگھرو بجاتے
ہوئے دو چکر کاٹتا ہے اور پھر رک کر اعلان کرتا ہے۔)

ہرکارہ: ہرکارہ طالب حسین ایک سو چھتیس ماہین بڑا گھر اور شاہ بالا کوٹ فاصلہ پونے تین میل علاقہ قلعہ شیخوپورہ۔

(2) ہرکارہ کمر کے ساتھ بندھا ہوا ڈاک کا تھیلا کربند سے کھولتا ہے اور آگے بڑھ کر ماسٹر صاحب کی میز پر رکھ دیتا ہے...... خود کونے میں رکھے ہوئے سٹول پر بیٹھ جاتا ہے۔

(3) ایک لڑکا سٹینڈ پر رکھی ہوئی صراحی سے دھات کے گلاس میں پانی ڈال کر ہرکارے کو دیتا ہے۔

(4) ڈاکیہ مہربانی شکریہ جزاک اللہ (کہہ کر پانی پیتا ہے)

(ماسٹر موسیٰ آنے والی ڈاک کا تھیلا مانیٹر نعمت اللہ کو دیتے ہیں جو تھیلا اٹھا کر اور اس کی Seal دیکھ کر ڈاکخانے کی میز پر ڈال دیتا ہے۔ اور دوسرا Out going تھیلا اٹھا کر ماسٹر صاحب کو دیتا ہے۔ ماسٹر صاحب حیرانی سے تھیلا دیکھ کر پوچھتے ہیں۔)

موسیٰ: اور اس کی Seal ماسٹر نعمت اللہ لاکھ کی مہر۔

مانیٹر: میں نے لگائی تھی ماسٹر صاحب پھر اماں جیواں اپنا کارڈ لے کر آگئی کہ اس کو آج ہی شہر جانا ضروری ہے۔

موسیٰ: کیوں؟

مانیٹر: وہ جی اس کی بیٹی ماسٹر صاحب اس کی دس دن سے کوئی خبر نہیں آئی۔

موسیٰ: ٹھیک ہے...... اگر آپ کو اماں جیواں سے ایسی ہی محبت ہے تو بڑی اچھی بات ہے ...... لیکن تھیلا تو سر بمہر ہونا چاہیے...... ڈاک کا معاملہ ہے۔

مانیٹر: بھول گیا سر!

موسیٰ: ایسے کاموں کے تو بھولنے کا حکم نہیں ہے بچے۔

مانیٹر: جی سر!

(مانیٹر تھیلا اٹھا کر ڈاک میز پر لے جاتا ہے۔)

موسیٰ: (ہرکارے کی طرف پلٹ کر) ابھی دیتا ہے سر ایک منٹ میں۔

(مانیٹر نعمت اللہ بڑے چوکھیا دیئے کی بتی جلاتا ہے۔ اس کی لاٹ پر لاکھ

کی بینڈی گرم کرتا ہے۔ بند تھیلے کے ڈوری سے بندھے کارڈ پر گرم لاکھ لگا کر اوپر مہر لگاتا ہے۔ اس عرصے میں ماسٹر موسیٰ صاحب طالب علموں کو آواز دے کر کہتے ہیں۔

موسیٰ: عملی حساب برائے چہارم کاپی حساب کامل پہاڑہ ہے...... اور جس کے پاس کلکولیٹر ہو' وہ کلکولیٹر بھی استعمال کر سکتا ہے۔
نمبری سولہ...... سوال نمبر پانچ!
(لڑکے کھڑ کھڑ ڈر بر ڈر بر کر کے ڈیسکوں میں سے کتاب کاپیاں نکالتے ہیں۔)
(مانیٹر نعمت اللہ تھیلا ہرکارے کو دیتا ہے جو اس کی Seal چیک کر کے اسے کمر کے ساتھ باندھتا ہے۔ آگے بڑھ کر ماسٹر موسیٰ سے ہاتھ ملاتا ہے اور کلاس روم سے نکل کر' دروازے کے سامنے دو مرتبہ گھسن گھیری ڈال کر نیزے کے گھنگھرو چھنکاتے ہوئے' رکتا ہے اور کہتا ہے۔

ہرکارہ: ہرکارہ طالب حسین' بیٹ ایک سو چھتیس مابین شاہلا کوٹ اور بڑا گھر...... فاصلہ پونے تین میل' علاقہ شیخوپورہ۔
(یہ بانی مکمل کر کے وہ نیزہ چھنچھناتا ہوا اپنی مخصوص دلکی چال پر سکول کے سامنے والی گلی سے باہر نکل جاتا ہے۔)
(کیمرہ گھوم کر ماسٹر صاحب کو دکھاتا ہے جو عینک لگا کر حساب کی کتاب دیکھتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھائے بغیر کہتے ہیں:)

موسیٰ: رفیق' سلیمان' یوحنا' کرامت' بشیر اگلی سیٹوں پر آ جائیں۔ دلبر' گلزار' مانیٹر نعمت اللہ اور صدیق پیچھے چلے جائیں۔
(کلاس کے اندر تبدیلی طلبہ کی حرکت شروع ہوتی ہے۔ ماسٹر صاحب کی نگاہیں بدستور حساب پر ہیں۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین 7 ان ڈور
صبح منصور ملنگی کا گھر

(منصور ملنگی چھوٹے سے سٹول پر شیشہ رکھے پیڑھی پر بیٹھا اپنی حجامت بنانے میں مشغول ہے۔ دور سے ڈھول کی آواز آتی ہے' پھر پاؤں سے دروازہ کھول کر جانوں ڈھولیا داخل ہوتا ہے' وہ بڑے ناز و انداز سے ڈھول بجانے میں مشغول ہے...... کچھ دیر وہ ڈھول بجاتا ہے' پھر اسے اتار کر دیوار کے بڑے کیل پر ٹانگتا ہے۔)

منصور: اوئے بھائی' بھی پہلے کسی نے سنی ہے میری کہ کوئی اب سن لے گا؟

جانوں: کیوں کیا ہوا؟...... کیا ہوا ابا......؟

منصور: کچھ نہیں ہوا جانی...... ہم جیسوں کے گھر میں کچھ نہیں ہوتا...... نہ اچھا نہ برا...... ہم تو ڈھور ڈنگر ہیں شاہالا کوٹ کے۔

جانوں: تو ناراض لگتا ہے ابا!

منصور: ناراض نہیں بھائی میں تو ناراضگی سے بھی آگے نکل گیا ہوں۔

جانوں: اتنا آگے نکلنے میں تو ٹھوکر لگ جاتی ہے ابا؟

منصور: منصور ملنگی بجائے شہنائی...... اس کا بیٹا کھڑ کائے ڈھول...... بتا خوش ہوؤں؟ مرنے کی جگہ ہے بچڑا...... ڈوبنے کا مقام ہے۔

جانوں: ابا میں تیری بات سمجھا نہیں......

منصور: نہ سمجھ نہ سمجھ...... پہلے کوئی سمجھا ہے ہماری بات! میرے دادا کی کسی نے نہ سمجھی...... میرا باپ بولتا مر گیا' منصور شہنائی چھوڑ دے...... جب تک تیرے ہاتھ میں شہنائی ہے تیرا کچھ نہیں بننا...... کوا ہے تو دو چار کتابیں پڑھ کر مور بن جا...... دو پنکھ لگا لے علم کے' سارے سلام کرنے لگیں گے لیکن جب میں نے نہ مانی تو...... تو کب مانے گا۔

جانی: تو حکم کر ابا حکم...... کیا کروں میں۔

منصور: شہنائی بجایا کرا حقا' یہ ہماری خاندانی فریاد ہے۔ اس میں کوک پکار ہے۔ راہ چلتے

کو روک لیتی ہے۔ ڈھول سننے والا بے دھیانا ہو کر ناچنے لگتا ہے اور ڈھولی پیچھے پیچھے آتا ہے فقیروں کی طرح ...... تجھے شہنائی بجانی آ جاتی تو کب کا ریڈیو سٹیشن پہنچ جاتا۔ ساری دنیا میں کالا جگ جاتی تیری۔

جانی: تو تو شہنائی بجالیتا تھا ابا' تو ریڈیو سٹیشن پہنچ گیا؟

منصور: (دکھ سے) یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے پترا۔ پہلے میں بیوہ ماں کے آنسو پونچھنے میں لگا رہا پھر تیری ماں کی بیماریوں سے بندھا رہا ...... اب چلتا ہوں کہ شہر جا کر قسمت آزماؤں تو راستے میں تیری لنگڑی بہن کھڑی ہے ......

جانی: کسی کی پروا نہیں کرنی تھی ابا ...... اگر تیری زندگی بن جاتی تو آج میں اور رضیہ یوں رلتے نہ پھرتے ...... دربدر۔

منصور: بات تیری ٹھیک ہے' ٹھیک بھی ہے اور غلط بھی ہے ...... اگر میں تم لوگوں کو چھوڑ جاتا اور اپنی زندگی بناتا تو شاید ہم سب ہی بہتر ہو جاتے ...... پر بیٹا جی جو اپنی زندگی بنا لیتا ہے وہ پھر اپنوں میں واپس نہیں آتا۔

جانی: پھر تو بھی نہ آتا ابا ......

منصور: اوئے سونیا ...... ہم جیسوں کے پاس سوائے رشتوں ناطوں کے اور ہوتا ہی کیا ہے؟

جانی: لیکن اپنے دیتے کیا ہیں؟ طعنے؟ مہنے' دھکے؟ اپنوں سے کیا ملتا ہے ابا ......

منصور: ٹھیک ہے ...... بڑے دکھ ملتے ہیں اپنوں سے ...... بڑے علت آزار' ساری عمر تیری ماں اور میری ماں لڑتی رہیں پر کبھی جدا نہیں ہوئیں جانی ...... لڑتی رہیں روتی رہیں پر کبھی خالی نہیں ہوئیں ایک دوسرے سے ...... رشتے ناطے کوڑتمے کی طرح ہیں جان محمد ...... زبان پر رکھو تو سارا بدن کڑوا ہو جائے پر تاثیر میں اکسیر ...... سو بیماریوں کا ایک علاج جو کوئی کوڑتمے کے فائدے کو جانتا ہو' آدھی بیماریوں کا علاج کر لیتا ہے۔

(اس وقت لنگڑی رضیہ آتی ہے' اس کی دائیں بغل تلے لکڑی کی گھریلو قسم کی بیساکھی ہے' جسے وہ ٹیکتی چلتی ہے)

منصور: رضیہ ...... کبھی کبھی ماں باپ سے ملنے آ جایا کر ...... تو تو چودھرائن کی ہو کر رہ گئی۔

رضیہ: فرصت ہی نہیں ملتی کام سے ابا ...... کب آؤں' ابھی آنے لگی تو نازو بی بی نے کہا

رضیہ مجھے تازہ مکھن لگا کر میٹھا پراٹھا بنا دے...... پھر جب میں چلنے لگی تو
چودھرائن بولی' لے رضیہ میرے ساتھ بیٹھ کر ذرا مکھیں میں بل ڈال دے
...... اوپر سے سورج ڈوبنے لگا...... نازو بی بی کہنے لگی لے رضیہ ذرا ڈھولک پر
مجھے کافی تو سنا دے...... اب ابا میں نازو بی بی کو کیسے موڑ دیتی...... میں بیٹھ گئی
...... مہینہ مہینہ بال دھونے کو نہیں ملتے تو کہتا ہے آجایا کر رضیہ...... کیسے
آؤں ابا کوئی آنے بھی تو دے...... حویلی ہے۔

جانی: اور تو نے گانا سنایا نازو باجی کو......

رضیہ: سنایا جانی بھا...... شاہ حسین بڑا پسند ہے نازو باجی کو...... باجی نے روڑا بجایا' میں
نے ڈھولک اٹھائی......

منصور: کیا گایا تو نے رضیہ بچے؟

(رضیہ باپ کے پاس بیٹھ کر گاتی ہے)

مندی ہاں کہ چنگی آں بھئی صاحب تیری بندی ہاں
گہلا لوگ جانے دیوانی میں رنگ صاحب دے رنگی ہاں
ساجن میرا اکھیں وچے وسدا میں گلی پھراں تشنگی اں
کہے حسین فقیر سائیں دا میں ور چنگے نال منگی ہاں

(رضیہ کی آواز بہت خوبصورت ہے۔ وہ معمولی شکل کی لڑکی ہے'
جس وقت وہ پہلا مصرعہ اٹھاتی ہے جانی ڈھول اٹھا کر بہت مدھم انداز
میں اسے بجانے لگتا ہے۔ پھر منصور سرہانے سے شہنائی اٹھاتا ہے اور
جب رضیہ تیسرا مصرعہ اٹھاتی ہے منصور ملنگی اس کے ساتھ شہنائی
بجانے لگتا ہے' اب یہ سارا منظر ڈزالو کرتا ہے۔ ایک دریچے میں
رضیہ اور نازو بیٹھی ہیں۔ رضیہ ڈھولک بجا رہی ہے اور ساتھ نازو روڑا
بجانے میں مشغول ہے۔ ڈھولک اور روڑا بہت مدھم ہے۔ اب رضیہ
اور نازو مل کر گاتی ہیں......

کہے حسین فقیر سائیں دا میں ور چنگے نال منگی آں

(پہلی مرتبہ دونوں اکٹھا گاتی ہیں۔ پھر کیمرہ نازو کو کلوز n.c.u. میں

لیتا ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی اور فخر ہے اور وہ اکیلی یہ مصرعہ گاتی ہے لسوپر امپوز منصور ملنگی کی شہنائی۔)

(کٹ)

سین 8 آؤٹ ڈور

دن کھیت

(کیمرہ بہت دور سے ایک ٹریکٹر کو کھیت میں ہل چلاتا دکھاتا ہے۔ پھر ٹریکٹر مڑتا ہے اور کیمرے کی طرف آتا ہے۔ کیمرے کے پہلو سے کالے گھوڑے پر سرفراز ان ہوتا ہے۔ پھر گھوڑا اور ٹریکٹر ایک مقام پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے رکتے ہیں۔ کیمرہ بھی قریب جاتا ہے۔ نازو نے ڈاکٹری لمبا کوٹ پہن رکھا ہے اور سر پر رومال والا حجاب ہے۔ وہ بہت سلیقے سے ٹریکٹر چلا رہی ہے۔)

سرفراز: (نازو کی طرف گلاب کا ایک پھول پھینک کر) جب دھم سے آنکھوں کا صاحب سلام میرا......

نازو: (بیت بازی کے انداز میں سوچتے ہوئے) الف الف الف......

اسے پہچانا اچھا لگا ہے
نظر سے چومنا اچھا لگا ہے

سرفراز: بہت اچھے...... اچھا جناب

یہ ادا ہے کوئی گلہ نہیں
میرے ہم سفر میری زندگی

(اس دوران نازو ایک آم سرفراز کی طرف پھینکتی ہے وہ اسے اچھے کرکٹر کی طرح دبوچتا ہے۔)

نازو:

یہ اضطراب یہ لمبا سفر یہ تنہائی
یہ رات اور یہ جنگل دعا کیے جائیں

(سرفراز گھوڑے سے اترتا ہے)

سرفراز: نیچے اترو تازو...... اس طرح مزہ نہیں آتا ہیت بازی کا

تازو: ادھر ٹریکٹر پر آجائیں۔

سرفراز: آتو جاؤں پر میں ہمیشہ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھتا ہوں......

تازو: ضرور ضرور......

(سرفراز چودھری ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھتا ہے 'تازو ساتھ والی" جگہ پر کھسک جاتی ہے۔ ایک مزارعہ دور سے آکر گھوڑے کی لگام پکڑتا ہے۔)

تازو: اور جو کسی نے دیکھ لیا تو؟

سرفراز: پھر یہی ہو گا کہ بات اماں تک پہنچے گی اور اماں شادی کی تاریخ اور قریب لے آئے گی۔

تازو: اور اگر میری اماں کو پتہ چلا تو......

سرفراز: چاچی مریم خوش ہوں گی۔ سوچیں گی اب ٹریکٹر والا ڈرائیور مفت مل گیا۔ بڑی بچت ہو گئی۔ چاچی کا پیسہ بچے تو اور کچھ نہیں سوچتی پھر......

تازو: نہیں جی...... ہو گا یہ کہ اماں آیندہ ٹریکٹر چلانے نہیں دیں گی۔ مجھے شہر سے ڈرائیور لانا پڑے گا۔

سرفراز: بہت اچھے...... پھر تازو تم کالے گھوڑے پر آجانا...... (گاکر)

لے جائیں گے جی لے جائیں گے
کالے گھوڑے پہ بٹھا کر لے جائیں گے

تازو:

یہ جسم کی دشت کا ہم زاد ہے شاید
کچھ ریت نگاہوں میں ہے کچھ دل میں بھری ہے

سرفراز: نظم سنو گی؟ کہ شاداب ملک سپلائی کے خواب دیکھو گی؟

تازو: دونوں...... (یکدم) آئی ایم سوری...... سنائیے

(اب سرفراز نظم سناتا ہے ساتھ ٹریکٹر چلاتا ہے' نظم سوپرامپوز کیجئے۔

محبت کا المیہ یہ نہیں ہے
کہ ہم ایک دوسرے سے مختلف ہیں
باگر یزپا ہیں' محبت کا المیہ یہ ہے
کہ ہم ایک دوسرے سے مماثلت رکھتے ہیں
قریب آنا چاہتے ہیں

(کٹ)

سین 9	ان ڈور
شام	دینے لوہار کی کوٹھڑی

(یہ ایک پرانی سی جھگی ہے جس میں دینا لوہار بیمار پڑا ہے۔ اس کے پاس ایک مونڈھے پر ڈاکٹر مقصود بیٹھا ہے اور سٹیتھوسکوپ سے اسے چیک کر رہا ہے۔ چارپائی سے کچھ ہٹ کر ایک سٹول پر چودھری عبدالجبار متفکر بیٹھا ہے۔ دس بارہ برس کا ایک لڑکا دادا کے سرہانے حیران پریشان کھڑا ہے۔)

ڈاکٹر: اب چودھری جی میں وثوق سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ہارٹ بیٹ miss ضرور ہو رہی ہے۔ انجائنا بھی ہو سکتا ہے اور کچھ ہارٹ بھی miss behave کر رہا ہے......

چودھری: (لاڈ سے جھڑک کر) شاباشے بھئی تیرے...... اچھی تشخیص ہے' شیخوپورہ سے میں تجھے پکڑ کر لایا کہ چل کر مریض دیکھ لے...... اب یہ کھے سواہ بتا رہا ہے تو ...... اصل بات کر...... سیدھی!

ڈاکٹر: ٹیسٹوں کے بغیر پکی طرح کیا کہا جا سکتا ہے چودھری صاحب؟

چودھری: لے تیرے سے تو بڈھا حکیم اچھا نبض دیکھ کر کہنے لگا دل پر ورم ہے اور تبخیر معدہ سے سانس اکھڑتا ہے۔

ڈاکٹر: ٹھیک ہے حکیم صاحب اتنے وثوق سے بات کر سکتے ہیں' لیکن میں ای سی جی

کیے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا۔

چودھری: تو کر بی جی سی...... جو کرنا ہے کر جلدی......

ڈاکٹر: یہاں مشین نہیں ہے چودھری جی...... بابا دینے کو شیخوپورہ لے جانا پڑے گا۔

چودھری: لے ایک اور سیاپا...... سانس اس کو آ نہیں رہا اور تو شہر کی سنا رہا ہے...... کب وہاں پہنچے؟ کب مشین چڑھے۔

دینا: تو مجھے یہیں رہنے دے چودھری...... میری ہڈیاں نہ رول...... یہاں میں سوکھا مر جاؤں گا۔ میرا گھر ہے' میرا شاہ بالا کوٹ ہے۔

ڈاکٹر: یہ بات نہیں ہے بابا دینے...... میں ساتھ جاؤں گا تیرے' سارے ٹیسٹ خود کراؤں گا۔

چودھری: اوئے ڈاکٹر مقصود تیرا کوئی دین ایمان ہے کہ نہیں' میرے ساتھ آ نہیں رہا تھا اور اب شہر جانے پر فوراً راضی ہو گیا۔

ڈاکٹر: (ہنس کر) چودھری جی سمجھا کرو ناں آپ تو مجھے شاہ بالا کوٹ لا رہے تھے اب تو میں لاہور بھی جا سکتا ہوں' معقول بہانہ ہے۔ کہاں شاہ بالا کوٹ...... کہاں لاہور۔

چودھری: اتنا پڑھ لکھ کر بھی بے ایمانی نہ گئی تیرا۔

ڈاکٹر: پر چودھری جی یہ کہاں لکھا ہے پڑھائی لکھائی بے ایمانی کے جراثیم ختم کر دیتی ہے؟

چودھری: اچھا کاکا...... دو چار جوڑے بابے دینے کے اکٹھے کر لے...... میں سرفراز کو گاڑی دے کر بھیجتا ہوں' جلدی لے جائے جہاں ڈاکٹر چاہے۔

ڈاکٹر: آپ ایسا کریں چودھری صاحب اپنے شاہ بالا کوٹ میں بھی ایک چھوٹا سا ہسپتال کھولیں۔ سیکرٹری ہیلتھ سے مل کر...... میں حبیب پورہ اور شاہ بالا کوٹ دونوں جگہوں کو سنبھال لوں گا۔

چودھری: بلا...... بھائی بلا...... پھر نہ تو شاہ بالا کوٹ میں ملے گا نہ حبیب پورہ میں...... (باہر نکلتے ہوئے) ڈاکٹر مقصود کاکا...... اب یہاں رُکنا...... میں سرفراز کو بھیجتا ہوں ......ساتھ جانا شیخوپورہ۔

ڈاکٹر: یس سر...... میں نے اور کہاں جانا ہے۔ میں یہیں ہوں بابے کے پاس...... لیکن

ذرا جلدی بھیجیں۔

بابا: (کیمرہ کلوز میں جاتا ہے) اوئے مجھے کچھ نہیں ہوا کاکا! بس اک اپھارہ ہے کوئی سونف اجوائن کا پانی بنا دے۔ صفدر، جا کر پانی دھر چولہے پر...... دو چٹکی اجوائن ڈال اس میں میرا بچڑو۔

(ڈزالو)

سین 10	ان ڈور
شام کا وقت	نازو کا کمرہ

(نازو اپنے کمرے میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی ہے' پھر وہ اٹھتی ہے اور کھڑکی میں جا کر کھڑی ہوتی ہے۔ دور تک کھیت نظر آتے ہیں۔ واپس آ کر پھر کتاب کھولتی ہے۔ ساتھ تپائی پر دھری سرفراز چودھری کی تصویر کو دیکھتی ہے۔)

(کٹ)

سین 11	آؤٹ ڈور
دن کا وقت	جوہڑ کا کنارہ

(گاؤں کے جوہڑ کنارے دس بارہ لڑکے تختیاں دھونے میں مشغول ہیں۔ کوئی تختی دھو رہا ہے۔ کوئی تختی پر گاچنی مل رہا ہے۔ کوئی تختی سے دوسرے کو پیٹ رہا ہے۔ الغرض ایک ہڑبونگ مچی ہوئی ہے۔ ایک فاصلے سے جانی ڈھول بجاتا آتا ہے۔ بچے تختیاں چھوڑ اس کی طرف بھاگتے ہیں۔ جوہڑ کے قریب ایک چھوٹا سا میدان ہے۔ پروڈیوسر صاحب اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ میدان کچا ہے اور اس میں دھول ہی دھول ہے۔ بچے بھاگ کر یہاں پہنچے

ہیں۔ جانی ڈھولیا ڈھول بجاتا یہاں آ جاتا ہے۔ اب وسط میں جان محمد ہے اور ارد گرد بچے ہیں جو تال پر بھنگڑا ناچنے لگتے ہیں۔ ناچ اس قدر vigorous ہے کہ مٹی آسمان کی طرف اٹھنے لگتی ہے۔ اس پر دور کہیں شہنائی کی آواز سو پر امپوز کیجیے۔ آخر میں کیمرہ آہستہ آہستہ آسمان کی طرف اٹھتا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین 12 آؤٹ ڈور
شام نہر کا راستہ

(چودھری جی کی Pajero میں سرفراز ڈرائیو کر رہا ہے۔ اب یہ وہی جگہ ہے جہاں شاہ بالا کوٹ کا سنگ میل لگا ہے۔ پجیرو نہر کی پٹڑی پر جا رہی ہے۔ سامنے چودھری سرفراز اور ڈاکٹر بیٹھے ہیں۔ پچھلی سیٹ پر بابا دینا اور اس کا پوتا سوار ہیں۔ ایک شہری نوجوان فیضان پرانی فوکسی میں آتا ہے۔ پجیرو رو کتا ہے۔ سرفراز سے پوچھتا ہے کہ شاہ بالا کوٹ کس جانب ہے اور ماسٹر موسیٰ کا گھر کس طرف ہے۔ چودھری سرفراز اسے اشاروں سے راستہ بتاتا ہے۔ نوجوان جو جینز اور بنیان میں ملبوس ہے شکریہ کر کے گاؤں کی طرف چلتا ہے۔ کیمرہ فیضان کے پوائنٹ آف ویو سے دور گاؤں کا منظر پیش کرتا ہے۔)

(ڈزالو)

سین 13 ان ڈور
دن سکول کا احاطہ

(ماسٹر موسیٰ اس وقت اپنے سکول کے دفتر میں بیٹھا ہے۔ ماسٹر

موسیٰ چونکہ اس سکول کا ہیڈ ماسٹر ہے' اس کے انداز میں ایک خاص قسم کا دبدبہ ہے۔ وہ قدرے ضدی طبیعت کا مالک ہے اور اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرتا۔ اس کے سامنے جونیئر ٹیچر مستقیم محمد اور ماسٹر علی احمد بیٹھے ہیں۔)

موسیٰ: آپ کا رزلٹ تو اچھا ہے' ماسٹر مستقیم صاحب لیکن آپ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امتحانوں کے قریب بچوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے...... یہ دیکھیے سالانہ امتحان سے پہلے یہ...... یہ پورے چھ لڑکے سکول چھوڑ گئے...... وجہ آخر......

مستقیم: خوف! جناب عالی امتحانوں کا خوف! یہ جمال دین...... اور فیروز ہر امتحان میں فرسٹ آتے رہتے ہیں' لیکن امتحان نہیں دیا۔

موسیٰ: وجہ؟

مستقیم: بس جی بظاہر تو کوئی وجہ نہیں۔

احمد: جناب عالی میں خود گیا تھا بچوں کے گھران کے ماں باپ سے بھی ملا تھا لیکن......

موسیٰ: دیکھیے ماسٹر احمد علی...... میں لیکن کا قائل نہیں...... وہ ماسٹر نہیں جو لیکن کو قبول کرتا ہو...... ہم یہاں صرف لیکن سے جہاد کرنے کے لیے آئے ہیں۔

مستقیم: بات یہ ہے جناب عالی...... لکھائی پڑھائی اس دیہاتی معاشرے کے لیے نئی چیز ہے۔ دیہاتی لوگوں کا بنیادی کام تعلیم کے بغیر بھی چلتا ہے۔ یہ لوگ جب بچوں کو پڑھاتے ہیں تو ان کا ذوق شوق بنیادی نہیں ہوتا۔ وہ محض کسی کی نقل میں' کبھی کبھی تجسس کے طور پر بچوں کو سکول بھجواتے ہیں۔

(جمیل دروازے کی چق اٹھا کر دیہاتی لہجے میں پوچھتا ہے۔)

ماسٹر: May I come in Sir,

موسیٰ: آؤ' آؤ جمیل......

Yes what do you want?

جمیل: ماسٹر جی سفیدی ختم ہو گئی ہے اور ابھی چوتھی جماعت کا کمرہ اور برآمدہ باقی ہے۔

موسیٰ: کون کون سفیدی کر رہا ہے۔

جمیل: جی مختلف لڑکوں نے Volunteer کر رکھا ہے۔ تفریح سے پہلے حمید کالو اور جاوید سفیدی کرتے ہیں بعد میں...... غفور...... مولا بخش اور میں۔

موسیٰ: (ناراضگی کے ساتھ) حمید کالو کون؟

جمیل: جی پہلوان بھولو کا پوتا......

موسیٰ: تمہیں معلوم ہوگا کہ اس کا نام حمید ہے...... حمید کالو نہیں...... اگر آج کے بعد کسی نے اسے کالو کے نام سے پکارا تو پٹائی ہوگی۔

جمیل: جی سر!

موسیٰ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نام بگاڑنے کی اجازت نہیں ہے' خبردار کسی نے نام بگاڑے...... You may go ماسٹر احمد پلیز آپ جا کر ان بچوں کو سفیدی دلوا دیں...... اور ایک گھنٹے بعد ان کی چھٹی کر دیں۔

جمیل: جی میں جاؤں......

موسیٰ: بالکل...... اور یاد رکھو اس سکول میں کوئی کالو...... کانا' لدر...... دھوتو...... پھیکا نہیں پڑھتا۔ شاباش جاؤ۔

(ماسٹر احمد اور جمیل جاتے ہیں)

موسیٰ: امتحان سے پہلے بچوں کا غائب ہو جانا کیوں؟ آخر کیوں؟ بنیادی وجہ کیا ہے؟

مستقیم: وجہ تو میں عرض کر چکا ہوں کہ دیہاتی بچے بنیادی طور پر ہر امتحان سے خوفزدہ ہیں۔

موسیٰ: ماسٹر جی...... سوچ لیجئے کہیں یہ وجہ تو نہیں کہ وہ آپ سے ڈرتے ہوں' آپ کا رزلٹ ہمیشہ اچھا آتا ہے یہ تو نہیں کہ امتحان سے پہلے آپ طالب علموں کو خوفزدہ کر دیتے ہوں اور وہ ریس میں شامل ہونے سے پہلے ہی ناکامی کے خوف سے بھاگ جاتے ہوں۔

مستقیم: ہو سکتا ہے ماسٹر صاحب آپ درست فرماتے ہیں...... آج تک میں نے کبھی سوچا نہیں۔

موسیٰ: ماسٹر مستقیم صاحب...... یہ جو ہمارا پروفیشن ہے نا' یہ نبیوں کا پیشہ رہا ہے۔ نبی کبھی خوفزدہ نہیں کرتے تھے۔ آپ آئندہ careful رہیں۔ اپنے رزلٹ کو شاندار رکھنے کے لیے بچوں کو خوفزدہ نہ کر دیا کریں خاص کر Average

بچوں کو۔

جمیل: (چق اٹھا کر ذرا سا سر نکال کر) سے آئی کم ان سر......

موسیٰ: آؤ آؤ ارشاد......

جمیل: (ذرا مسکرا کر) ماسٹر جی آپ کا مہمان آیا ہے جی شہر سے۔ جینز پہنی ہوئی ہے جی اور چھوٹے چھوٹے بودے کٹائے ہوئے ہیں۔ کندھے پر بیگ ہے جی۔

موسیٰ: بھیجو...... بھیجو...... باہر کیوں کھڑا کر رکھا ہے۔

جمیل: اچھا جی......

(جمیل لوٹتا ہے' ساتھ ہی فیضان ان کیمرہ ہوتا ہے۔)

موسیٰ: (کھڑے ہو کر) سلام علیکم......

فیضان: آیئے آیئے......

(فیضان آگے بڑھ کر موسیٰ سے ہاتھ ملاتا ہے۔ پھر احمد مستقیم سے ہاتھ ملاتا ہے۔)

موسیٰ: بیٹھیے بیٹھیے......

(فیضان ذرا شبہ سے دونوں کو دیکھتا ہے۔)

فیضان: آپ میں سے ماسٹر موسیٰ کون ہیں؟

موسیٰ: جی میں ہوں۔

فیضان: میں سر آپ کے بیٹے سلمان موسیٰ کا دوست ہوں۔ ہم دونوں NCA کے طالب علم ہیں۔

موسیٰ: اچھا اچھا (آگے بڑھ کر جپھی ڈالتا ہے) ماسٹر مستقیم یہ فیضان ہے شاید میرے سلمان نے اپنے خط میں لکھا تھا۔

فیضان: ہم دونوں آرکیٹیکچر میں اکٹھے رہے ہیں۔ اس آخری امتحان تک۔

مستقیم: (خوشامدی لہجے میں) جی جی...... میں ابھی بوتلیں لے کر آتا ہوں۔

فیضان: جی نہیں شکریہ...... میں بوتل نہیں پیتا......

مستقیم: بڑی مزے دار بوتل ہے جی چھرے والی...... لمونیڈ کی۔

موسیٰ: پوچھیں ناں بھاگ کر پکڑ لائیں' سلمان کا دوست ہے۔

(ماسٹر مستقیم جاتا ہے۔)

موسیٰ: یہ تو میری بڑی خوش نصیبی ہے فیضان...... بس پانچ منٹ میں گھر چلتے ہیں۔ بس آخری بل بجنے والی ہے...... میں آخری گھنٹی سے پہلے کبھی نکلا نہیں سکول۔

فیضان: کوئی جلدی نہیں...... آپ آرام سے کام نپٹالیں۔

موسیٰ: سلمان تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا بیٹے۔

فیضان: دراصل اسے آنا تھا...... لیکن...... پوری تیاری تھی اس کی۔

موسیٰ: لیکن؟

فیضان: وہ سر ہوا یوں کہ ہم دونوں آخری پرچہ دے کر باہر نکلے تو سلمان کو اچانک ایک قے آئی...... اور وہ فٹ پاتھ پر تیورا کر گرا۔ اس وقت ہم نے پروانہ کی لیکن اب قے رکتی نہیں ہسپتال میں ہے۔

موسیٰ: (یکدم بے قرار ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے) سلمان!

فیضان: اس وقت وہ ہسپتال میں ہے...... ویسے تو ٹھیک ہے لیکن ڈاکٹر کچھ بتاتے نہیں۔

(ماسٹر کے کلوز پر کیمرہ آتا ہے۔ وہ ہکا بکا کھڑا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

شاہلاکوٹ (2)

کردار

ماسٹر موسیٰ
سعد سلمان
فیضان
حمید
حمیر
سیکنڈ ماسٹر مستقیم
ڈاکٹر
شہزاد
نسیم لغاری
پرنسپل رحمانی

مریم چودھرائن
نازو
رضیہ لنگڑی
سعدیہ
مسز فراست لغاری
مسز شیریں
میٹرن

اور راوی

سین 1 — ان ڈور
دن کا وقت — ماسٹر موسیٰ کا گھر

(ماسٹر مستقیم' فیضان اور موسیٰ موجود ہیں۔ موسیٰ سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ ماسٹر مستقیم مدد کرانے کے لیے ساتھ ہے۔ فیضان کندھے پر بیگ لٹکائے منتظر کھڑا ہے)

موسیٰ: وہ میں نے اپنے سلیپر رکھ لیے وضو والے۔

ماسٹر: بیگ میں ڈال لیے ہیں ماسٹر جی۔

فیضان: ماسٹر جی آپ گھبرائیں نہیں سلیپر بہت لاہور میں۔ ہم چاروں میں سے کسی کے استعمال کر لیں......

ماسٹر: چھڑی لے لوں ماسٹر مستقیم۔

مستقیم: آپ کی مرضی ہے ویسے ضرورت تو آپ کو نہیں ہے۔

ماسٹر: ذرا رعب پڑ جاتا ہے...... (ماسٹر مستقیم چھڑی لاتا ہے ماسٹر فیضان سے مخاطب ہوتا ہے) ہماری تو تین پشتوں میں کوئی بیمار نہیں ہوا اس عمر میں...... یہ تمہارے دوست کو کیا ہوا؟

فیضان: کچھ نہیں ماسٹر جی...... ٹھیک ہو جائے گا...... پہلے بھی ایک دو بار اس کی طبیعت کافی خراب رہ چکی ہے۔

ماسٹر: تم ہی مجھے پہلے بتا دیتے۔

فیضان: کیا بتاتے ماسٹر جی...... ہم سب منع کرتے تھے بھائی اتنی محنت نہ کرو...... اتنی محنت نہ کرو...... پر وہ ایک ہی بات کہتا تھا...... مجھے ایک بار ابا کی خواہش پوری کر لینے دو۔

ماسٹر: تو...... میری خاطر وہ بیمار ہوا......

فیضان: ایک بڑے کاغذ پر لکھ لیا تھا...... اپنے باپ کی خاطر...... اس کاغذ کو گتے پر چپکا کر دیوار پر ٹانگ رکھا تھا۔ جب تھک جاتا تو اس placard دیکھتا اور پھر جت

جاتا۔ پڑھائی میں۔

ماسٹر: ماسٹر مستقیم ذرا...... میرے رومال لے آئیں تار پر سے......اب تک تو سوکھ گئے ہوں گے۔

(ماسٹر مستقیم جاتا ہے)

ماسٹر: (افسردہ سا چارپائی پر بیٹھ کر) اب میں سمجھتا ہوں میں نے سلمان پر بڑا ظلم کیا۔ میں نے اسے (Black Mail) بلیک میل کیا...... اس کی محبت کا استحصال کیا۔

فیضان: نہیں چاچا جی ایسی باتوں میں نہ پڑیں...... کچھ باتیں ہماری destiny کا حصہ ہوتی تھیں...... محنت اس کی قسمت میں لکھی تھی...... بڑا شاندار مستقبل ہوگا سلمان کا۔

ماسٹر: اسی شاندار مستقبل کی بڑی قیمت ادا کی ہے اس نے چار سال مجھ سے جدا رہا...... شاہا کوٹ کا منہ نہ دیکھا...... میں ڈرتا تھا کہ...... اگر وہ ایک دن کے لیے بھی واپس آیا تو کیا پتہ واپس ہی نہ جائے پھر اس کا جانے کو ہی جی نہ چاہے...... بلاوجہ کے خوف اور کیا۔

فیضان: چلیں چاچا جی ایسی وہمی باتیں چھوڑیں آپ کا بیٹا بہت قابل ہے......

He is going to make a name.

سین 2 ان ڈور

شام حویلی کا دالان

(چودھرائن مریم اپنے گھر کے دالان میں بیٹھی ہے۔ سامنے ایک پٹھان ہے جو باڑے کا مال بیچتا ہے...... مریم کے ساتھ رضیہ فرش پر بیٹھی ہے اور پٹھان کے سامان کو للچائی نظروں سے دیکھ رہی ہے...... وہ کبھی کبھی کسی چیز کو بڑی حسرت کے ساتھ اٹھا کر بھی دیکھتی ہے۔)

خان: تم ذرا اس کمبل کو دیکھو جی ' اماں جی۔ ہمارا اپنا خرید تین ہزار کا اے۔ ولایتی اے۔ پکا رنگ اے۔ خوب گرم اے انگیٹھی کے ماقف...... ہاتھ لگاؤ...... لگاؤ اس

کا چیتے جیسا چشم اے...... بڑا کمال کا مال اے...... سارا ولیتی ایک دم ولیتی (رضیہ سے) اوئے تم پکڑو ادھر سے...... دیکھتا کیا ہے پکڑو پکڑو (کمبل پھیلا کر دیکھا جاتا ہے۔)

مریم: ہے تو اچھا پر قیمت بہت زیادہ ہے خان......

خان: کوئی زیادہ نہیں بالکل زیادہ نہیں...... ام چلا جائے گا پھر تم ام کو ڈھونڈے گا...... تلاش کرے گا...... پر ام نہیں ملے گا۔ خدا خبر تین مہینے بعد آئے گا۔ چھو مہینے بعد آئے گا...... نہیں آئے گا تو نہیں آئے گا...... مہنگا نہیں ہے اماں جی۔

مریم: تمہاری نازو باجی کے لیے خرید لوں؟ اس کے جہیز کے لیے۔
(رضیہ اثبات میں سر ہلاتی ہے)

مریم: کچھ قیمت کم کرو خان...... اتنا مہنگا نہیں خرید سکتی میں۔ میری جیٹھانی نے تو دو ہزار میں خریدا ہے اس سے بھی بڑھیا۔

خان: وہ اور ہے یہ اور ہے...... یہ وہ نہیں اے جاپانی والا یہ اصلی اے اصلی......
(نازو فیلڈ میں داخل ہوتی ہے)

مریم: اتنی دیر کیسے ہو گئی۔

نازو: وہ میں ماسٹر جی کی کتابیں واپس کرنے گئی تھی تو وہ وہاں تھے ہی نہیں...... اپنے بیٹے کو دیکھنے گئے ہیں لاہور۔

مریم: ہائے میں مر جاں چلا گیا! مجھے تو یاد ہی نہیں رہا میں نے تو آپ جانا تھا سلمان کی خبر لینے۔

نازو: سلمان کون اماں۔

مریم: ماسٹر صاحب کا بیٹا۔ ایک ہی ایک نشانی صغراں استانی کی۔

نازو: اس کا نام تو مسعود تھا اماں۔

مریم: پہلے پہل اس کا نام مسعود ہی تھا...... بچپن کے زمانے میں جب وہ چھوٹا سا تھا گود میں اٹھا کر گھوما کرتا تھا اور توتلی باتیں کیا کرتا تھا...... پھر اس کا ابا اسے لاہور چھوڑ آیا اس کے ماے کے پاس۔

نازو: ماے کے پاس کیوں اماں۔

مریم: اس کی ماں جو مر گئی تھی بدنصیب کی......

خان: اچھاجی پھر لینا ہے کہ نہیں کمبل۔

مریم: ٹھہر جاخان۔ایویں مری نہ جایا کر۔ سانجھ لیا کر آرام سے۔

نازو: لیکن وہ سلمان کیسے ہو گیا اماں۔

مریم: لاہور میں پڑھتا تھا اپنے ماے کے پاس تو ماے نے اس کا نام سعد رکھ دیا۔ تین بیٹیاں ماے کی اور ایک ہی ایک یہ لڑکا۔ ماے مامی نے واپس آنے ہی نہیں دیا۔

نازو: ایک دو دفعہ آیا بھی تھا اماں۔

مریم: آیا ضرور۔ لیکن کیا آیا۔ باپ سے مل ملا کر چلا گیا۔

خان: اچھاجی ام پھر جاتا ہے۔ سلاما لیکم۔

مریم: ایسے ہی نہ بولی جایا کر خان۔ بیٹھ جا آرام سے۔

نازو: لیکن اماں تو تو اس کا نام سلمان بتا رہی ہے۔

مریم: اوہے تیرا بھلا ہو جائے نازو تو ایک بات کے کھیڑے پڑ جاتی ہے تو پھر اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بچپن میں بھی تیری یہی عادت تھی۔

خان: رضیہ کے ہاتھ سے استری چھین کر اس پر ہاتھ نہیں پھیرے جاؤ۔ نہیں پھیرے جاؤ۔ اس کا آب تاب کم ہوتا ہے۔ قیمت گر جاتی ہے استری کی۔

نازو: ہیں اماں......!

مریم: ماسٹر موسیٰ نے بتایا کہ جب یہ بڑے کالج میں داخل ہوا تو اس نے خود اپنا نام سلمان رکھ لیا۔ اپنی پسند سے۔ ماے باپ کا نام چھوڑ کر۔

نازو: (اپنے آپ سے۔ مسکرا کر) کمال کا ہے یہ سلمان!

مریم: پر باپ اور ماے نے بھی فیصلہ کیا کہ ان کے نام بھی ساتھ ساتھ چلیں گے ایک دوسرے کے آگے پیچھے...... اب کاغذوں میں تو اس کا نام مسعود سعد سلمان درج ہے پر بلاتے اسے سلمان کر کے ہی ہیں۔

نازو: پھر سلمان ہی ٹھیک ہے اماں۔

خان: (اٹھ کھڑے ہوتے ہوئے) اچھاجی سلاما لیکم۔

مریم: اے بیٹھ ادھر خان۔ سلاما لیکم! بیٹھ جا۔ آخری بات کر میرے ساتھ!

خان: آخری بات!...... ڈھائی ہزار۔

موم: آخری بات!...... دو ہزار۔

خان: اچھا نکالو۔ ختم کرو...... فیصلہ کرو ایک بات نکالو۔ نکالو۔

موم: ارضیہ......

(رضیہ اٹھ کر اندر بیگم چودھرانی کا پرس لینے چلی جاتی ہے۔ خان کمبل کا پیک نکالتا ہے۔ نازو سلمان کے تصور میں گہری ڈوب چکی ہے۔ چہرہ اوپر۔ آنکھیں پوری کھلی۔ ہونٹ (کلوز میں) بغیر آواز کے سلمان کہتے ہیں۔

(فیڈ آؤٹ)

سین 3 ان ڈور

صبح ہسپتال

(سلمان مریض کے بیڈ پر لیٹا ہے اس کی طبیعت کافی خراب ہے نرس بلڈ پریشر دیکھ رہی ہے۔ بلڈ لگا ہوا ہے۔ ماسٹر موسیٰ پاس سٹول پر بیٹھا ہے۔ فیضان اور ڈاکٹر آپس میں باتیں کر رہے ہیں اور کچھ فاصلے پر ہیں اس وقت میٹرن آتی ہے)

میٹرن: سسٹر شیریں آپ کو سو مرتبہ کہا ہے جب ڈاکٹر صاب راؤنڈ پر ہوں تو مریض کے پاس کوئی نہ ہو لیکن تم کو اثر ہی نہیں ہوتا۔

سسٹر: یہ جی مریض کے فادر ہیں جی...... گاؤں سے آئے ہیں۔

میٹرن: کرتی رہو ہر پینڈو کی طرف داری...... کوئی ڈسپلن نہیں آسکتا کسی پینڈو کو...... سال کے آخر میں رپورٹ بھی اچھی چاہئے ہوتی ہے تم نہیں بدل سکتیں سسٹر شیریں...... جیسی پینڈو آئی تھیں ویسی کی ویسی ہی ہو آج تک۔

سسٹر: (شرمندہ ہو کر) ماسٹر جی آپ پلیز وارڈ سے باہر ہو جائیں ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد میں آپ کو بلا لوں گی۔

ماسٹر: ضرور...... ضرور...... شکریہ......جی

(اس وقت فاصلے پر سے ڈاکٹر آتا ہے)

ڈاکٹر: کیا ہوا بھئی......؟

میٹرن: یہ جونیئرز ذرا بات نہیں سنتیں ڈاکٹر صاحب کوئی بات ڈسپلن کی کرو ان کے منہ بن جاتے ہیں۔ ان پینڈو لوگوں کی بڑی مصیبت ہے جی ایک بیمار کے ساتھ آدھا گاؤں اٹھ آتا ہے۔

ماسٹر: میں تو میڈم اکیلا آیا ہوں۔

میٹرن: وہ ذرا لان میں نظر ماریں ڈاکٹر صاحب آدھا لان رشتہ داروں سے بھرا ہے......

فیضان: اس لیے میڈم کہ...... دیہات میں ابھی رشتہ ناطے زندہ ہیں۔

میٹرن: اچھا اچھا آپ نہ پڑیں بیچ میں۔ ابھی کل میں نے آپ سے B negative بلڈ کے لیے کہا تھا تو آپ نے انکار کر دیا۔

فیضان: وہ جی میرا بلڈ میچ نہیں کیا ورنہ میں تو سارے کا سارا خون دے دیتا سلمان کو۔

(ڈاکٹر ہاتھ کے اشارے سے دونوں کی بحث بند کراتا ہے)

ڈاکٹر: دوسرے patients ڈسٹرب ہوتے ہیں سسٹر۔ آپ سلمان کے کیا لگتے ہیں بزرگو۔

ماسٹر: جی میں والد ہوں عزیزی سلمان کا اور چک 72 بنا پانچ نزد شیخوپورہ ریلوے لائن شاہ بلا کوٹ میں مدرس ہوں اللہ کے فضل سے۔

ڈاکٹر: یہ تو بہت اچھی بات ہے ماسٹر صاحب......اب آپ سے بات کرنا آسان ہے کیونکہ عام طور پر دیہاتی لوگ مرض کی نوعیت نہیں سمجھتے۔

میٹرن: کئی بار تو آپریشن کا نام سن کر ہی بھاگ جاتے ہیں۔

(ڈاکٹر چپ کرانے کے انداز میں سختی سے دیکھتا ہے میٹرن نظریں جھکا کر چپ ہو جاتی ہے)

ڈاکٹر: مشکل یہ ہے کہ ماسٹر جی آپ کا بیٹا جب ہسپتال پہنچا تو اسے خون کی قے آ چکی تھی اور پیٹ کے السر کا برا حال تھا......

ماسٹر: پیٹ میں السر؟ یہ کب سے ہوا......؟ یہ تو...... کیوں ہوا السر

ڈاکٹر: باقی تمام باتیں چھوڑیے کیوں کیسے ؟..... اب سلمان کی طبیعت ٹھیک ہے۔ لیکن اسے بہت آرام اور صحتمند خوراک کی ضرورت ہے۔ ایسی خوراک شاید گاؤں میں ممکن نہ ہو۔

ماسٹر: لیس جی ۔ ہم دیہاتی سارے ملک کے لیے خوراک پیدا کرتے ہیں سلمان کو اچھی خوراک نہ دیں گے۔ مکھن ملائی دودھ گھی..... اصلی گنک کی روٹی۔

ڈاکٹر: (مسکرا کر) بس یہی سب کچھ نہیں کھلانا..... سسٹر ان کو سلمان کے لیے جو ڈائٹ کا چارٹ ہے وہ پلیز دے دیں..... (فیضان کو مخاطب کر کے) آپ میرے ساتھ چلیں ..... شاید بلڈ کی اور ضرورت پڑے گی.....

(ڈاکٹر اور فیضان جاتے ہیں۔ کیمرہ سلمان پر آتا ہے۔ سعد سلمان نیم بے ہوشی کے عالم میں پڑا ہے)

(کٹ)

سین 4	ان ڈور
گہری شام	(لڑکوں کا کمرہ)

(اچھرے والا مکان۔ ایک کمرہ جو لڑکوں کا بسیرا ہے اس میں فرش پر گدے بچھے ہیں۔ ایک میز ہے جس پر بے ترتیب کھانے کے برتن' چائے کی پیالیاں دیگچیاں بہت کچھ بڑا ہے۔ دیواروں پر بہت سی تصویریں آویزاں ہیں۔ یہاں فیضان' سعد سلمان' حمیر اور حمید رہتے ہیں۔ اس کمرے میں ایک خاص قسم کی بے ترتیبی ہے۔ جس کو صرف یہ نوجوان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ماسٹر موسیٰ ایک دروازے کے آگے کھڑا ہے اس کا ہاتھ کنڈی پر ہے)

ماسٹر: باتھ روم ادھر ہے نوجوانوں۔

حمیر: سر واش روم پہلی Landing پر ہے یہاں تو گودام cum کچن ہے۔

ماسٹر: واش روم؟

حمید: سر آج کل باتھ روم کا لفظ استعمال نہیں ہوتا...... ٹائلٹ بھی کوئی نہیں کہتا...... بس واش روم ہی چلتا ہے......

(ماسٹر باہر کی طرف چلنے لگتا ہے پھر رک کر پوچھتا ہے)

ماسٹر: بھائی یہ آپ لوگ اتنی جلدی جلدی الفاظ کیوں بدل لیتے ہیں؟

حمیر: سر جی الفاظ کے چناؤ سے رعب پڑتا ہے دوسروں پر...... ایک زمانہ ہوگا جب لوگ فارسی کے الفاظ گفتگو میں لا کر سب کی سیٹی گم کر دیتے ہوں گے۔

(ماسٹر کو جیسے بات سمجھ آگئی ہو وہ بالکل بالکل کہتا ہوا باہر جاتا ہے اس وقت باہر سے فیضان اندر آتا ہے اس کے ہاتھ میں چند لفافے ہیں جن میں کھانے پینے کا سامان ہے)

حمیر: جگہ کچھ تنگ ہے میں گھر چلا جاتا ہوں۔

فیضان: گھر جا کر پھر بابا سے لڑنے کا ارادہ ہے؟

حمیر: وہ بابا کی عادت ہے وہ دوسروں پر رعب جمانے جھڑکنے اپنی پاور جتانے کے عادی ہیں۔ میں کچھ دن کے لیے برداشت کر لوں گا ماما خوش ہو جائیں گی۔

(فیضان اور حمید ساتھ ساتھ میز پر برگر اور برتن ترتیب سے لگاتے جاتے ہیں)

حمید: ماما کو پھر کسی دن خوش کر آنا...... میرا خیال ہے میں کچھ دنوں کے لیے چھپٹ ہو جاؤں؟ امتحان تو ہو گئے ویسے بھی میرا ٹھہرنا بیکار ہے۔

فیضان: بالکل بیکار...... اور وہ جو پروجیکٹ شروع کر رکھا مسز لغاری کے ساتھ وہ یہ سعد سلمان اکیلا پورا کرے گا؟

حمید: میں کوئی ساہیوال تھوڑا ہی بیٹھا ہوں گا یہ چاچاجی چلے جائیں گے تو فوراً آ جاؤں گا۔

حمیر: میرے تو ایک بات پلے نہیں پڑتی۔ مسز لغاری کی She is mad......

حمید: سلمان صحت میں ہوتا تو وہ سارا کچھ سنبھال لیتا...... پروجیکٹ' چاچا اور گرم ہوا......

فیضان: تم سب سے کس نے کہا تھا کہ آرکیٹکچر چن لو۔ اب بیٹھ کر پروجیکٹ پڑھ کر روؤ

Moghul Influence on modern Architecture.

حمید: پروجیکٹ نے کھائی کڑھی اللہ کرے سلمان کو نوکیشن تک ٹھیک ہو جائے۔
جیلسی aside کیا آدمی ہے!

حمیر: ہو جائے گا ہو جائے گا...... کچھ دن دیہات کی کھلی ہوا میں سانس لے آنے دو۔

حمید: جائے گا کیسے۔

فیضان: میں لے کر جاؤں گا...... اپنی پرانی فوکسی پر۔

حمید:
حمیر: زندہ باد فیضان زندہ باد

(چار خانے کی لکیروں والا رومال ہاتھ میں لے کر ماسٹر ہاتھ پونچھتا ہوا داخل ہوتا ہے)

حمید: آئیے آئیے ہم آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

ماسٹر: بھئی تمہارا واش روم تو بہت پرانی قسم کا نکلا...... اونچی دکان پھیکا پکوان۔

حمیر: او انکل جی...... Mind over matter کا زمانہ ہے جیسا آپ سمجھ لیں گے ویسے ہی واش روم نکل آئے گا...... لیجئے برگر کھائیے......

ماسٹر: (ذرا گھبرا کر) برگر......؟

فیضان: آپ نے پہلے نہیں کھائے ناں...... آج کھائیے۔

ماسٹر: نہیں نہیں پہلے کھائے ہیں۔ کھائے ہیں پہلے لیکن تم لوگ کھانا نہیں پکاتے؟

حمیر: میں پکاتا ہوں جی جب جی چاہے تب۔

حمید: بیف اینڈ جیلیز' سویٹ اینڈ ساور چکن اینڈ امریکن چاپ سوئی۔

(ماسٹر ان کھانوں سے ناواقف ہے لیکن وہ اس طرح ظاہر کرتا ہے جیسے یہ اس کا عام معمول ہے)

ماسٹر: خوب خوب! بہت اچھے

حمید: میں بھنڈی گوشت اچھا بناتا ہوں چاچا جی......

ماسٹر: واہ

(اب ماسٹر اپنی پلیٹ میں برگر رکھتا ہے پہلے وہ کباب کو نکال کر پلیٹ میں

رکھتا ہے اور بند کو روٹی کی طرح توڑ کر ایک نوالہ کھاتا ہے پھر لڑکوں کو
کھاتا دیکھتا ہے اور ہولے سے کباب کو ویسے ہی بند میں فٹ کر کے کیچپ
ڈال کر کھانے لگتا ہے۔ لڑکے اس دوران ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔
ماسٹر برگر کھانے کے ساتھ ساتھ شرمندگی سے سب کو دیکھتا ہے۔)

(کٹ)

سین 5	آؤٹ ڈور
دن	مال روڈ

(فیضان اور ماسٹر موسیٰ بھنگیوں کی توپ کے ساتھ فوکس میں
آتے ہیں۔ فیضان کی آواز میں O.lap کریں)

فیضان: چاچاجی یہ مال روڈ کا بہت ہی اہم چوک ہے...... بائیں ہاتھ وہ دیکھئے گورنمنٹ
کالج ہے۔ میں نے یہاں ایف اے کیا تھا۔ ہماری بیک پر Secretariat ہے
اور یہ اب ہم یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ اگر ہمیں مڑ کر اپنے کالج
نہ جانا ہوتا تو میں آپ کو میوزیم دکھاتا...... انار کلی کی سیر کراتا......

(کار این سی اے کی جانب مڑتی ہے...... اب فیضان کار کا ٹیپ آن
کرتا ہے آواز آتی ہے ادھر آ مڑا چھنے گدا پا مڑا چھنے...... اس کے
ساتھ ہی کیمرہ این سی اے کی بلڈنگ اس کا ماحول دکھاتا ہے دونوں
کالج کے اندر جاتے ہیں)

(کٹ)

سین 6	آؤٹ ڈور
دن	این سی اے کالج

(کالج کے اندرونی ماحول پر کیمرے کی نظر پڑتی ہے۔ کچھ

لڑکیاں لڑکے بیٹھے بحث میں مشغول ہیں۔ دو تین طالب علم ایزل لگا کر پینٹ کرنے میں مصروف ہیں۔ فیضان جا بجا سلام کرتا ہے ماسٹر موسیٰ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا اندر کی طرف جاتا ہے کالج کا ماحول establish کیا جاتا ہے)

(کٹ)

سین 7	ان ڈور
دن	دفتر

(پرنسپل کا دفتر۔ یہ عام دفتروں سے اس طرح مختلف ہے کہ یہاں دیواروں پر تصویریں آویزاں ہیں اور ایک کونے میں ایزل پر ایک پینٹنگ چڑھی ہوئی ہے اس وقت پرنسپل رحمانی تصویر پر دو ایک سٹروک لگاتا ہے دروازے پر دستک ہوتی ہے)

(Sig- song لہجے میں)

آجایئے...... آجایئے Come in Come in

(ماسٹر موسیٰ اور فیضان اندر آتے ہیں)

فیضان:
ماسٹر: } سلام علیکم!

(رحمانی ایزل چھوڑ کر اپنی پرنسپل والی کرسی پر آکر بیٹھتا ہے)

پرنسپل: وعلیکم سلام...... وعلیکم سلام...... You have done well but Salman has done better. کیا حال ہے سلمان کا؟

فیضان: اب تو ٹھیک ہے سر...... جی یہ سعد سلمان کے ابو ہیں۔

ماسٹر: جناب عالی میں شابا کوٹ میں ورنیکلر سکول کا ہیڈ مدرس بھی ہوں اور میرے سکول میں فی الوقت 35 طالب علم ہیں۔ میرے علاوہ ماسٹر مستقیم بھی سکول میں موجود ہیں اور ریاضی اور مطالعہ پاکستان پڑھاتے ہیں...... اس کے علاوہ بھی

کبھی دو ایک اور ٹیچر بھی Adhoc پر رکھ لیتے ہیں۔

پرنسپل: (میز پر ہاتھ بڑھاتے ہوئے) آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔

فیضان: (آہستہ سے) ماسٹر موسیٰ

پرنسپل: ماسٹر موسیٰ صاحب آپ نے تو سلمان جیسا Genius پیدا کر کے کمال ہی کر دیا۔ گولڈ میڈل لیا ہے اس نے اس کی کونوکیشن پر آپ ضرور آئیے۔

ماسٹر: انشاءاللہ...... میں نہیں آؤں گا تو اور کون آئے گا جناب عالی؟

پرنسپل: ابھی سے اس کی demand آرہی ہے۔ Brick layer والوں نے ایک بڑا پراجیکٹ اسے دے دیا ہے۔ بڑا نام پیدا کرے گا سلمان بہت دور پہنچے گا...... ہم سب سے آگے۔

ماسٹر: میں اسے گاؤں لے جانا چاہتا تھا وہ بہت کمزور ہو گیا ہے۔

پرنسپل: لیکن Bricklayer Consultants کا کیا بنے گا۔ وہ تو ایک بہت بڑا Maltinational Complex بنا رہے ہیں؟ سلمان کے ساتھ مل کر پرچے دے کر وہ گھر بھی نہیں جا سکا اسی لیے۔

ماسٹر: ذرا سا تگڑا ہو گیا تو واپس آجائے گا...... فوراً اسے تو بالآخر میرے پاس رہنا ہی نہیں ہے سر اس کا شاہلا کوٹ میں دل کہاں لگتا ہے؟

(مسز لغاری ہلکی سی دستک دے کر اندر آتی ہے)

مسز: میں اندر آجاؤں سر!

پرنسپل: Sure.......Sure

مسز: سلام علیکم رحمانی صاحب۔

پرنسپل: وعلیکم

(مسز لغاری تیز اور جذبے سے بات کرتی ہے یوں محسوس ہو کہ وہ بیک وقت کئی باتوں کے نرغے میں ہے)

فیضان:

ماسٹر: سلام علیکم میڈم

مسز: وعلیکم وعلیکم میں تو...... رحمانی صاحب پاگل ہو جاؤں گی (ہاتھ میں ایک کاغذ

ہے) ایک یہ Brick layer Consultancy کا پروجیکٹ...... اوپر سے
سلمان in the hospital ...... تیسرا یہ ہوسٹن میں seminar کا
invitation چوتھے میرا absentee husband ...... پانچوں میرا
لاڈلہ کتا...... چھٹا میرے بچے۔

پرنسپل: بس بس بس...... ساری چیزیں sort out ہو جائیں اللہ کی مہربانی سے......

مسز: کیسے sortout ہو جائیں گی۔ میرے گھر میں کوئی support system
نہیں ہے سر...... ہر تالے کو صرف میری چابی لگتی ہے۔ this is crazy

پرنسپل: ایزی...... Easy...... بیٹھیے۔

مسز: لیجیے بیٹھ گئی...... کچھ فرق پڑا۔

پرنسپل: پڑ جائے گا...... پڑ جائے گا...... ان سے ملئے ماسٹر موسیٰ سے۔

ماسٹر: جی سرکار میں شاہلا کوٹ سکول میں ہیڈ مدرس ہوں۔

مسز: (بددلی سے) وعلیکم سلام اور میں یہاں پر moghul architecture کا ہیچ
پڑھاتی ہوں...... خود مجھے سمجھ کچھ نہیں اور مغلو کے genius کو سمجھانا پڑتا
ہے half baked سٹوڈنٹس کو۔

پرنسپل: اچھا اب میرا ایک کام اپنے چھ کاموں میں اور شامل کر لیں۔

مسز: this is hopeless ...... لیکن رحمانی صاحب آپ کیوں پیچھے رہ جائیں......
بولیے...... فرمایئے۔

پرنسپل: بات یہ ہے مسز لغاری کہ ایک delegation آ رہا ہے پرسوں جرمن
architects کا...... وہ شالیمار کو خاص طور پر اور جہانگیر کے مقبرے اورنگ
زیب کی شاہی مسجد کو صرف salient پوائنٹس تک study کرنا چاہتے ہیں۔
چوبرجی پر وہ پچھلے سال کام کر چکے ہیں۔ اس delegation کو صرف آپ
گائیڈ کر سکتی ہیں۔

مسز: ان کے ساتھ سلمان کو لگا دیں وہ نہ صرف مجھ سے قابل ہے بلکہ enthused
بھی ہو گا۔

پرنسپل: لگا دیتا لگا دیتا سر...... آپ کے مشورے کے بغیر لگا دیتا لیکن وہ تو ابھی تک ہسپتال

میں ہے......

مسز: ابھی تک......؟

What is the silly boy doing there? Hang it

مجھے تو خود بڑا کام تھا اس سے...... سیمینار پر جانے سے پہلے میں خود

اسے سوہا میں سمجھانا چاہتی تھی۔

پرنسپل: پھر...... جرمن delegates آپ کی ہیڈ ایک ہوئے ناں۔

مسز: (کچھ گھبرا کر کچھ اپنی معتبری محسوس کرتے ہوئے) کرلوں گی ان کا نمٹنا بھی......

یہ کام بھی ہو جائے گا مر پیٹ کر...... کاش میرے husband کچھ تھوڑا سا کوا

پریٹ کر سکتے ناں تو رحمانی صاحب I could do wonders ۔

پرنسپل: ابھی بھی آپ آٹھویں معجزے سے کم تو نہیں۔

مسز: آپ بڑے ہی hard task master ہیں رحمانی صاحب۔

پرنسپل: وہ تو میں ہوں...... دیکھئے میں نے اپنا کیا حال کر دیا ہے...... سارے بال سفید

کر لیے اس مختصر سی مدت میں۔

مسز: اچھا ماسٹر صاحب...... یہ سلمان کیا چیز ہے؟ کبھی لگتا ہے یورپ کا بچہ ہے، کبھی

خیال آتا ہے شاید امریکہ میں بنیادی تعلیم حاصل کی...... آپ کو دیکھ کر تو شبہ

بھی نہیں ہوتا کہ...... آپ سلمان کے باپ ہیں۔

پرنسپل: کیوں؟ کیوں خیال نہیں آتا۔

مسز: اس کا thought process اتنا اور یجنل ہے...... سوری ماسٹر جی...... عموماً

sophistication کا کسی گاؤں سے تعلق نہیں ہوتا......

پرنسپل: کیوں بھئی سیالکوٹ کا تعلق اقبال سے ہو سکتا ہے ناں......؟

مسز: اب سیالکوٹ تو is not a گاؤں۔

پرنسپل: انسان اپنے تعصبات سے کب نکلے گا مسز لغاری۔

ماسٹر: کبھی نہیں جناب عالی کبھی نہیں...... اگر تعصبات ختم ہو گئے تو انسانی ترقی رک جائے

گی...... جمود آ جائے گا...... ارتقا رک جائے گا...... ندی ٹھہر کر جھیل بن جائے

گی...... تعصبات ہی تو وہ پتھر ہیں جن سے سر پھوڑ کر پانی آبشار میں ڈھلتا ہے۔

(کیمرہ سب کا چہرہ دکھا کر آہستہ آہستہ ماسٹر موسیٰ کو کلوز میں کرتا ہے)

(کٹ)

سین 10 ان ڈور

شام مسز لغاری کا بیڈ روم

(مسز لغاری کا بیڈ روم۔ نسیم لغاری جو بائیسویں گریڈ کا بیورو کریٹ ہے صوفے پر بیٹھا اخبار پڑھنے میں مشغول ہے اس نے پینٹ قمیص پہن رکھی ہے لیکن پاؤں میں جوتے نہیں ہیں۔ ننگے پیروں کو سامنے تپائی پر رکھا ہوا ہے جس وقت وہ ٹنشن میں جاتا ہے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھ کر ہلانے لگتا ہے۔ مسز لغاری اس وقت بھتنی سی بنی ہوئی ہے کبھی وہ فون پر جاتی ہے' کبھی الماریوں میں سے کپڑے نکالتی ہے' کبھی میاں سے بات کرتی ہے' کبھی بچوں سے۔ ڈبل بیڈ پر دو سوٹ کیس پڑے ہوئے ہیں)

مسز: سارا کام اس سعد سلمان نے خراب کر دیا۔ بیوقوف نے اسی وقت بیمار ہونا تھا۔ اچھا بھلا تھا۔

میاں: (بڑے اطمینان سے) ہوں

مسز: ہوسٹن میں زیادہ سردی تو نہیں ہوگی نسیم......

میاں: ہوں۔

مسز: آپ تھوڑی دیر کے لیے یہ اخبار چھوڑ سکتے ہیں۔

میاں: لیجیے چھوڑ دیے۔

مسز: میں آپ سے پوچھ رہی تھی کہ وہاں کتنی سردی ہوگی ہوسٹن میں۔

میاں: خاصی......

(قریب آ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر)

مسز: نسیم میں تمہاری بیوی ہوں۔ تمہارے سے زیادہ نہیں کم بھی نہیں کماتی......

سارے house hold کا وزن اکیلی مجھ پر ہے...... لیکن تم میرے کاموں میں ذرا دلچسپی نہیں لیتے۔

میاں: تم اتنی efficient ہو سلیقہ مند اور time management جانتی ہو کہ ضرورت ہی نہیں پڑتی مدد کی...... فراست۔

مسز: تم میرے efforts کو appseciate تو کر سکتے ہو نسیم...... سارا کچھ تمہیں کیا کرایا مل جاتا ہے thats why you take me for granted

میاں: آؤ...... یہاں بیٹھو میرے پاس relax ہو کر...... ہم پرانی باتیں کریں گے نئے پلان بنائیں گے۔

مسز: تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ اب میرے پاس ٹائم نہیں ہے مجھے پیکنگ کرنا ہے...... سیمینار کی speech تیار کرنا ہے......

(فون بجتا ہے ادھر بھاگتی ہے)

مسز: ہیلو...... جی بول رہی ہوں سلام علیکم کہاں سے' اچھا Bricklayer Consultarey سے...... نہیں نہیں آپ فکر نہ کریں میں آپ کو letdown نہیں کروں گی...... جی جی ٹھیک سنا آپ نے...... نہیں نہیں صرف کچھ عرصہ کے لیے جا رہی ہوں...... بہت قابل ہے سعد سلمان...... جی...... جی وہ سب handle کر سکتا ہے...... جی...... بالکل...... نہیں نہیں dependable ہے امتحان کے بعد بھی گھر نہیں گیا......

(اس وقت اندر کی طرف سے تیرہ چودہ برس کی لڑکی آکر مسز فراست لغاری کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے)

مسز: (سر کے بال کھینچ کر) مائی گوڈ تم کو بھی اسی وقت بیمار ہونا تھا سعد سلمان۔

سعدیہ: ماما۔

مسز: اب تم کوئی پروبلم نہ کھڑی کر دینا پلیز۔

سعدیہ: پروبلم نہیں ہے ماما...... پروبلم سے زیادہ...... شہزادو کہہ رہا ہے کہ جب آپ ہوسٹن جائیں گی تو نانی جی میرے کمرے میں سوئیں گی۔

مسز: اول تو امی کے آنے کا ہی معلوم نہیں آتی بھی ہیں کہ نہیں پھر وہ کس کے

کمرے میں ٹھہریں گی اس کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا۔

سعدیہ: شہزاد کہتا ہے نانی ماں میرے کمرے میں نہیں ٹھہریں گی no way

مسز: نانی ماں ہیں یہاں...... ؟ اور وہ کہاں کس کے کمرے میں رہ سکتی ہیں پتہ نہیں ان بڈھوں کو کب ریٹائر ہونا آئے گا کب یہ کسی کے کام آئیں گے دفع ہونے۔

سعدیہ: ماما میں نانی ماں کو اپنے کمرے میں نہیں سلا سکتی پلیز...... میں بور ہوتی ہوں ان کی کمپنی میں۔

مسز: بلاؤ بلاؤ شہزاد کو...... کیا وقت آگیا ہے کسی کو اپنے کمرے میں نہیں رہنے دیتے idiots

(سعدیہ جاتی ہے ایک چھوٹا سا پیارا سا پوڈل کتا اندر آتا ہے...... مسز لغاری یکدم جھک کر اس کے لاڈ کرنے لگتی ہے)

مسز: ہائے میری جان...... راکی (rocky) پتہ نہیں تو کیسے رہے گا میرے بغیر۔

میاں: وقت پر کھانا ملے گا وقت پر سیر کو جائے گا۔

مسز: وہ تو جائے گا لیکن اسے لاڈ پیار کون کرے گا۔

میاں: سعدیہ...... شہزاد...... میں۔

مسز: (ہنس کر) آپ سب لاڈ کروا سکتے ہیں پیار کرنا آپ کی لائن نہیں۔

میاں: یہ بھی تمہارے ان ideas میں سے ایک ہے۔

مسز: خیر نسیم...... اس وقت میرے پاس foolish بحث کے لیے وقت نہیں ہے...... اس گدھے سلمان نے بیمار ہو کر سارا کچھ برباد کر دیا ورنہ مجھے کم از کم Rocky کا کوئی پروبلم نہ ہوتا۔

میاں: تم فکر نہ کرو فراست ہم تمہاری instructions کے مطابق اس کا خیال رکھیں گے۔

لغاری: کیا کروں...... نسیم اس کا مزاج عورتوں کا سا ہے اس کے لیے سب سے بڑی چیز محبت ہے اس سے لاڈ پیار نہ کرو تو یہ مرجھا جاتا ہے آئی ایم سوری rocky...... سوری ڈیئر mama has got to go

(کٹ)

سین 11 ان ڈور

شام ہسپتال

(ہسپتال کے جنرل وارڈ میں ماسٹر موسیٰ سہارا دے کر سلمان کو لاتا ہے۔ سلمان بہت کمزور ہے اور ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے۔ اس کے پلنگ کے پاس حمیر اور حمید کھڑے ڈاکٹر سے باتیں کر رہے ہیں نرس ڈرپ کی تیاری میں مشغول ہے)

ڈاکٹر: بلکہ میں سمجھتا ہوں کچھ دن گاؤں میں اچھے رہیں گے سلمان صاف ستھری آب وہوا......change

حمیر: (ہنس کر) چھپڑ کا پانی اور گائے بھینسوں کے ساتھ سونے کا موقعہ

حمید: کچی سبزیاں شلغم گاجر مٹر

ڈاکٹر: شی......(چپ کراتا ہے) شاباش آج تو سلمان تم نے کمال کر دیا۔

سلمان: ابا جی کا سہارا تھا سر ورنہ میں کہاں چل سکتا تھا۔

ماسٹر: ماشاءاللہ جی خود چل کر گیا ہے میرا شیر جوان......

(اس وقت مسز لغاری دور سے آتی ہوئی نظر آتی ہے)

حمید: اب ہم لے جائیں جی اس کھوتے کو......

سلمان: گولڈ میڈل لیا ہے یار اب تو نام بدل دو۔

حمید: یہ جو بہت کامیاب لوگ ہوتے ہیں ان کو غور سے دیکھو تو کھوتے ہی ہوتے ہیں۔

مسز: سلام علیکم ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر: وعلیکم سلام...... مسٹر سلمان کی فائل

(سب مسز لغاری کو سلام کرتے ہیں وہ سر کے اشارے سے جواب دیتی ہے)

لے کر دفتر میں آئیں۔

سسٹر: اچھا سر...... دیکھیں میں نے مانا یہ visitors hour ہے لیکن آپ لوگ باری باری اندر آئیں مریض weak ہے گھیرا نہ ڈالیں پلیز۔

(حمیر اور حمید کھسکنے لگتے ہیں...... سسٹر جاتی ہے)

مسز: کچھ لوگ اپنی authority جتائے بغیر رہ ہی نہیں سکتے۔ کیا حال ہے silly boy
سلمان: ٹھیک ہوں میڈم۔
مسز: اس کو discharge کر دیں ڈاکٹر صاحب۔
ڈاکٹر: ابھی آدھے گھنٹے میں چلے جائیں گے نرس فائل لے گئی ہے اچھا ماسٹر جی بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر ایسا بردبار بیٹا آپ کا ہی ہو سکتا تھا۔
(ڈاکٹر جاتا ہے)
مسز: میرا تو بھٹہ بٹھا دیا ناں کل شام Brick layer Consultants کا فون آیا تھا وہ جلدی ڈال رہے ہیں۔
سلمان: آپ بے فکر رہیں میڈم...... میں جلد ان کا پروجیکٹ ختم کر دوں گا۔
مسز: (ایک پرچی اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے) اول تو مغل arches کا بہت خیال رکھنا اور دوسرے تمام گنبد Octagnal Divisions میں ہوں۔
سلمان: آپ مجھے بتا چکی ہیں میڈم۔
مسز: اچھا سلمان خدا حافظ...... take care رابطہ رکھنا ان سے۔
(کٹ)

سین 12	ان ڈور
رات کا وقت	لڑکوں کا کمرہ

(رات کافی جا چکی ہے لیکن لڑکے ابھی مشغول ہیں۔ کچھ بستر زمین پر ہیں سلمان اور حمید گھوک سو رہے ہیں اس کے پاس ہی فرش پر ماسٹر موسیٰ جاگتے سوتے کے عالم میں ہے۔ فیضان اور حمیر تاش کھیل رہے ہیں ان میں بڑی علمی گفتگو ہو رہی ہے۔ کبھی وہ سوئے ہوئے حمید اور سلمان کا خیال کر لیتے ہیں اور کبھی جوش میں آکر نہیں مکمل طور پر بھول جاتے ہیں)
حمیر: جانور اور انسان دونوں میں کچھ باتیں مشترک سہی لیکن انسان میں روح ہے...... جانور میں نہیں ہے اس لیے انسان کی کلوننگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

فیضان: کیوں پیدا نہیں ہو تا...... جب بھیڑ سے بھیڑ...... بالکل identical پیدا ہو سکتی ہے تو انسان سے انسان کیوں نہیں کلون کیا جا سکتا...... کون سی چیز مانع ہے۔

حمیر: کیا جا سکتا ہے...... جیسے identical towins بنتے ہیں...... a sexual پیدائش کی جا سکتی ہے infertilty کا علاج ہو رہا ہے...... بھائی کلوننگ کا اصول ہے...... پھر بھی۔ ہر عمل کی ایک حد ہوتی ہے فیضان پتہ پھینکو...... شاباش سر بن گئی میری ہاں تو ہر عمل کی ایک حد ہوتی ہے۔ سائنس دان یہ ضرور بھول جاتے ہیں یکسر۔ یہ اپنی ریسرچ میں اتنی دور چلے جاتے ہیں...... کہ انہیں بنی نوانسان کی بھلائی یا برائی کا کوئی تصور باقی نہیں رہتا......

فیضان: اگر سائنس دان اخلاقیات میں پڑ جائے...... انسان کو درمیان میں لائے تو ہر گز ہر گز research نہیں کی جا سکتی...... بندر' بلی' چوہا...... ان جانداروں کو گنی پگ بنا کر دوائیاں آزمانا...... کسی data کو prove کرنا اخلاقی ہے۔ لیکن سائنس دان کیا کرے وہ research نہ کرے تو وہ دوائیں ایجاد نہ ہوں' جن سے لاکھوں کروڑوں انسان فائدہ اٹھا رہے ہیں؟

حمیر: بالکل ٹھیک ریسرچ کے لیے کچھ پتھر دلی ضروری ہے...... لیکن ہر عمل کے لیے حد بھی مقرر کرنا پڑتی ہے آپ cloning کر کے زیادہ دودھ دینے والی گائیں بنا لیں...... infertility کا علاج کر لیں...... گندم کی زیادہ بالیں لانے والی گندم کا بیج ایجاد کر لیں...... لیکن کہیں حد مقرر کر لیں...... انسان میں روح اللہ کا امر ہے آپ کلوننگ کے ذریعے جب اللہ کے امر سے tamper کریں گے تو حضرت کچھ ایسی الجھنیں پیدا ہوں گی جن کا علاج انسان کے پاس نہیں ہو گا...... مشکل پڑ جائے گی۔

فیضان: جب مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو علاج بھی تلاش کیا جاتا ہے...... روح کا مسئلہ جب پیدا ہو گا تو دیکھی جائے گی۔

حمیر: فرض کرو کلوننگ سے دو ایک سے آدمی پیدا ہو گئے دو حمیر...... دو سلمان' دو فیضان دو حمید تو مجھے پورا یقین ہے کہ ایک حمیر کے پاس سب کچھ ہو گا ذہن' جسم' جذبات لیکن روح نہیں ہو گی...... اور دوسرے حمیر کے پاس جسم' جان ذہن کے علاوہ ایک عدد روح بھی ہو گی۔

فیضان: قالب دیکھ کر روح آپ آئے گی......

نمیر: یعنی تمہارا خیال ہے transgenic چوہے بنانا' ادویہ تیار کرنا dolly بھیڑ تخلیق کرنا اور ایک سالم انسان عین مین کسی دوسرے شخص جیسا بنانا یا گھڑنا ایک ہی بات ہے......

فیضان: بالکل......

حمیر: یعنی تم اس تنوع کو یکسانیت کی نذر کرنا چاہتے ہو جو اللہ کی تخلیق کی بنیادی چیز ہے تم قدرتی ارتقاء کے خلاف ہو۔

فیضان: نہیں...... لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اچھے' قابل اور کامیاب لوگوں کی کاربن کاپی محفوظ رہے۔
(اس وقت ماسٹر موسیٰ کہنی کے بل اٹھ کھڑا ہوتا ہے)

ماسٹر: میں کچھ دیر سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں کیا میں تمہاری گفتگو میں شریک ہو سکتا ہوں۔

فیضان: ضرور ضرور چاچا جی لیکن ابھی آپ کا Exposure اتنا نہیں ہوا کہ آپ کلوننگ پر بات کر سکیں۔

ماسٹر: شاید میں کلوننگ کے لفظ کو نہیں جانتا اور میرا علم اس جدید سائنسی تکنیک کے متعلق صفر ہے لیکن میں پیدائش کے ایسے معجزوں سے واقف ہوں جن میں ایک بھی جنسی خلیہ شامل نہیں تھا۔

فیضان: جی......؟

حمیر: جی......؟

ماسٹر: جب اللہ کے معجزے پر انسانوں کا یقین اٹھنا شروع ہوا...... اور انسان نے ماننے کے بجائے جاننے پر اصرار شروع کیا...... تو اللہ نے اسے اپنے بھید بھی بتانا شروع کر دیے...... فیضان...... جب آدم کی پسلی سے اماں حوا پیدا ہوئیں تو کیا یہ آپ کی کلوننگ کی ایک ترقی یافتہ شکل نہ تھی۔ بی بی مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کیا ہے۔ سائنس معجزے سے ناآشنا سہی لیکن وہ معجزے پر سے ہی پردہ اٹھا رہی ہے۔

فیضان: یہ باتیں آپ نے کہاں سے سیکھیں...... ماسٹر موسیٰ صاحب۔

ماسٹر: (نہ سنتے ہوئے) دور مت جاؤ جب تخمی آم کو پیوند لگا کر قلمی آم تیار کیا جاتا ہے

تو دیہاتی کیا کرتا ہے؟ قدرت ازل سے راز میں کام کرتی آئی ہے...... سائنس اس راز کو حقیقت بنا رہی ہے...... اس معجزے سے پردہ اٹھا رہی ہے۔

حمیر: لیکن قدرت راز کیوں رکھتی ہے ماسٹر صاحب؟

ماسٹر: اب یہ تو وہی بہتر جانتی ہے...... ویسے:
مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

فیضان: لیکن یہ علم آپ کو کہاں سے ملا ماسٹر جی......؟

ماسٹر: کبھی شاہلا کوٹ آئے تو تمہیں شیخ ابو یعقوب کتانی سے ملواؤں گا...... وہ آپ کا آنگن روشنی سے بھر دیں گے......

(کٹ)

سین 13 آؤٹ ڈور
شام گراؤنڈ (شام کا وقت)

(مسز لغاری اپنے کتے کے ساتھ باغ میں سیر کر رہی ہے وہ گیند پھینکتی ہے کتا اسے پکڑ کر لاتا ہے وہ بسکٹ کھلاتی ہے)

(کٹ)

سین 14 ان ڈور
(کچھ دیر بعد) ڈرائنگ روم

(مسز لغاری کے ڈرائنگ روم میں شہزاد' سعدیہ کچھ پریشان سے 'اکھڑے اکھڑے ہیں۔ نسیم لغاری اخبار پڑھ رہا ہے۔ سعد سلمان' ماسٹر موسیٰ اور فیضان صوفے پر بیٹھے ہیں۔ کمرے کے وسط میں فراست کے دو عدد بڑے بیگ اور ایک ہینڈ بیگ پڑا ہے)

سلمان: ہم میڈم کو خدا حافظ کہنے آئے تھے۔

شہزاد: ماما تو پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہیں...... ایئرپورٹ کو بھی دیر ہو رہی ہے۔

اغاری: فکر نہ کرو شہزاد تمہاری ماما کی time management بالکل perfect ہے
وہ وقت پر آجائیں گی۔
(ڈرائیور اندر آتا ہے)

ڈرائیور: سر بیگ لوڈ کر دوں......؟

میاں: بالکل (اب سین کے دوران مناسب وقفوں پر ڈرائیور سامان لے جاتا ہے)

سلمان: تو جی ہم چلیں

فیضان: ایئرپورٹ چلتے ہیں سلمان۔
(اس وقت باہر گاڑی کا شور' دروازہ بند کرنے کی آواز)

میاں: وہ آپ کی مرضی ہے
(فراست اندر آتی ہے کتا ساتھ ہے...... کتا سید ھا جا کر سلمان کے قدموں
میں جا بیٹھتا ہے وہ اسے پیار کرتا ہے بچے ماں کے گرد ہو جاتے ہیں)

شہزاد: ماما آپ late ہو گئی ہیں جلدی کریں۔

مسز: کوئی لیٹ نہیں ہوئی (گھڑی دیکھ کر) بڑا ٹائم ہے۔

میاں: (اخبار سے نظریں اٹھا کر) دیکھا...... ماما آگئیں۔
(چند لمحے فراست سعد سلمان اور کتے کو دیکھتی ہے)

مسز: سلمان...... ایک request ہے۔

سلمان: جی میڈم...... حکم

مسز: راکی کو اپنے پاس رکھ لو گے......

سلمان: جی ضرور۔

شہزاد: ماما راکی ہمارے پاس رہے گا......

مسز: نہیں...... تم لوگ اس کی ضرورتوں کو تو جانتے ہو لیکن اس کی بولی نہیں جانتے......
اور راکی بد قسمتی سے محبت کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں سمجھتا۔
(کیمرہ سلمان پر جاتا ہے وہ راکی کی زنجیر پکڑتا ہے) سب کھڑے ہیں۔
(فیڈ آؤٹ)

شاہلا کوٹ (3)

کردار

ماسٹر موسیٰ

سعد سلمان

منصور ملنگی

جانوں ڈھولیا

چودھری عبدالجبار

چودھری سرفراز

ابو یعقوب کتانی

عبدالرحمٰن

2 عدد وکیل (کالے کوٹ میں)

1 عدد امریکن وکیل (کالے کوٹ میں)

فیضان

تمیر + حمید

تازو

رابعہ: تازو کی تائی

رضیہ: لنگڑی

سکول کے آٹھ دس بچے

سین 1 آؤٹ ڈور

شام شالاکوٹ کے قریب

(چند لمحے پکی سڑک پر فیضان کی فوکسی پہلے کیمرہ فوکسی کی پشت پر ہے۔ پھر سامنے سے آتی بس کو دکھاتا ہے کچھ دیر بعد کار رکتی ہے۔ کیمرہ کار کو قریب سے لیتا ہے کار میں سے پہلے ماسٹر موسیٰ پھر سعد سلمان اس کے ساتھ راکی ہے۔ کیمرہ راکی کو کلوز میں لیتا ہے۔)

(کٹ)

سین 2 آؤٹ ڈور

شام نہر کنارے کی سڑک

(کیمرہ پشت پر ہے ماسٹر موسیٰ، سلمان اور راکی نہر کنارے جا رہے ہیں۔ پھر کیمرہ فرنٹ پر آتا ہے اب شاہلاکوٹ کا سنگ میل نظر آتا ہے کیمرہ پین کر کے نہر اور گاؤں والی سائیڈ کا ٹیلا دکھا رہا ہے۔ اگر ٹیلا دستیاب ہو سکے تو منصور ملنگی ٹیلے پر بیٹھا شہنائی بجا رہا ہے۔ ماسٹر موسیٰ اور سلمان ٹیلے کی جانب دیکھتے ہیں۔ اگر ٹیلا نہر کنارے نہ ہو...... تو پھر ماسٹر موسیٰ اور سلمان کے پوائنٹ آف ویو سے کیمرہ الگ ٹیلے کو دکھا رہا ہے۔ منصور شہنائی بجانے میں مشغول ہے۔ ٹیلے پر سے منصور کے پوائنٹ آف ویو سے دور شام کے دھندلکے میں شاہلاکوٹ کے کچے پکے گھر ایک فاصلے سے نظر آتے ہیں۔ شام کے وقت گاؤں کے سحر پر شہنائی سوپر امپوز ہوتی ہے۔)

(ڈزالو)

سین 3 | ان ڈور
شام | شیخ ابو کتانی کا گھر

(شیخ ابو یعقوب کتانی کا گھر۔ اچھا کھلا صحن' صحن میں لمبی مستطیل پھلواری۔ اس کے سامنے لمبا مستطیل برآمدہ اور برآمدے کے پیچھے کمرے جن میں شیخ کا کتب خانہ ہے۔ اس وقت شیخ کا خادم عبدالرحمٰن ان کو ان کے پہیوں والی کرسی پر بٹھا کر پھلواری کے ساتھ ساتھ چلاتا ہے' اور اپنی مرضی کے مطابق رکتا ہے اور چلتا ہے۔)

(شیخ گہری سوچ میں ہے۔ ان کی عمر بیاسی نوے برس کی ہے۔ سب بال سفید ہیں۔ حتیٰ کہ گھنے ابرو مڑ کر آنکھوں پر چھا گئے ہیں۔ شیخ کی بینائی تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ وہ دونوں کہنیاں کرسی کے بازوؤں پر ٹکا کر اور دونوں ہاتھوں کے کنول بنا کر اور پانچوں انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ مس کر کے بیٹھنے کے عادی ہیں۔)

(باوجود اس کے کہ وہ پھلواری کے پھولوں کی دید سے محروم ہیں وہ بے حد سست رفتاری کے ساتھ ان کے آگے سے گزرتے ہیں اور ویسی ہی آہستگی سے لوٹتے ہیں۔)

ایک مقام پر دایاں ہاتھ ذرا سا اوپر اٹھا کر کہتے ہیں۔

شیخ: عبدالرحمٰن!

رحمان: لبیک یا شیخ۔

شیخ: اندر کتب خانے سے فصوص الحکم لائیے اور فص سلیمانیہ کی عبارت پڑھ کر سنائیے۔ ایک اشکال پیدا ہو گیا ہے۔

رحمان: بہت بہتر۔

(شیخ کتانی کو اسی طرح چھوڑ کر اندر جا رہا ہے کیمرہ اس کو فالو کرتا

ہے۔ وہ ایک بڑے کمرے میں اوپر تک چنی ہوئی کتابوں میں سے سیڑھی لگا کر ایک کتاب نکالتا ہے اور واپس اتر کر کتاب کو اپنی آستین سے پونچھتا ہوا شیخ کے پاس پہنچ کر کہتا ہے۔)

رحمان: ارشاد۔

شیخ: فص سلیمانیہ صفحہ چار سو باسٹھ۔ مقام وسطی۔

رحمان: (صفحہ نکال کر ذرا سا کھنکار کر۔ پاؤں کے بل زمین پر بیٹھ کر پڑھتا ہے۔)
کیونکہ علم کسی چیز کے تعلق میں ارادہ پر حاکم ہے اور ارادہ قدرت پر حاکم ہے اور اس کا الٹا اثر نہیں ہے...... کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب تک کسی چیز کا علم نہ ہو اس کا ارادہ نہیں ہوتا اور جب تک کسی چیز کا ارادہ نہ ہو اس پر قدرت نہیں ہوتی۔ پس جب تک ارادہ کسی چیز کو خاص نہ کرے اور تعین کے ساتھ اس پر حکم نہ کرے تو اس وقت تک قدرت اس سے متعلق نہیں ہوتی۔ اور قدرت کا ارادہ پر حکم نہیں ہے اور نہ ارادہ کو علم پر حکم ہے بلکہ ارادہ علم کے تابع ہے اور قدرت ارادہ کے تابع ہے اور اس کے برعکس نہیں ہے۔

شیخ: (ہاتھ اٹھا کر) تفضل...... تفضل...... شکراً...... شکراً...... معاملہ صاف ہو گیا...... صورت حال واضح ہو گئی شکراً۔

رحمان: کتاب واپس رکھ آؤں۔

شیخ: ضرور ضرور...... بے شک...... بے شک......

(رحمان اندر کتاب رکھنے چلا جاتا ہے اور شیخ ابو یعقوب کتانی اسی طرح انگلیاں جوڑ کر گہری سوچ میں بیٹھ جاتے ہیں۔)

ڈزالو

سین 2 آؤٹ ڈور

دن کھیتوں کے پاس

(ایک بہت گہرے گھنے درخت کے نیچے چودھری سرفراز بیٹھا

ہے۔ اس کے ہاتھ میں گنا ہے لیکن وہ اسے کھانے میں مصروف
نہیں۔ وہ چند ثانیے بعد دور دیکھتا ہے جیسے کسی کو پہچان لیا ہو پھر منہ
کے پاس دونوں ہاتھوں سے سنکھ سا بنا کر لمبی آواز دیتا ہے۔ کیمرہ
گاؤں کے مناظر دکھا کر ادھر آتا ہے۔)

سرفراز: کوہو...... کوہو...... کوہو......

(کیمرہ Rush کرنے کے انداز میں دور دیکھتا ہے۔ گاؤں کی گلی
میں نازو بھاگ رہی ہے۔ آواز سن کر رکتی ہے پھر ادھر ادھر دیکھتی
ہے آواز پھر آتی ہے۔ اس کے تعاقب میں آتی ہے۔ چودھری گھٹنے
پر گنا توڑتا ہے۔ نازو قریب جاتی ہے تو آدھا گنا نازو کو دیتا ہے۔ اس
سین کے دوران منصور ملنگی کی شہنائی کبھی دور کبھی پاس بجتی ہے۔)

سرفراز: کبھی بلائے بغیر بھی آجایا کرو نازو۔

نازو: میں تو خود تمہیں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں لیکن تمہارا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ پہلے
میں گئی تائی رابعہ کے پاس...... وہ مصروف تھیں۔

سرفراز: اماں اور مصروف...... کچھ آرڈر وغیرہ دے رہی ہوں گی۔ کیوں کو۔ ادھر آجاؤ
ادھر چلے جاؤ۔

نازو: نہیں مہندی وسمہ لگا رہی تھیں۔

سرفراز: لگا نہیں رہی تھیں لگوا رہی تھیں شاداں سے۔

نازو: چلو جی لگوا رہی تھیں...... پھر میں گئی ڈیرے پر حساب لیا دودھ کا۔ ہماری جو وین
ہے ناں کل اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ سڑک پر آگے سے آرہی تھی ایک
پولیس وین...... ایک تو وین نے راستہ نہ دیا دوسرے مفت کا دودھ پی گئے سارا
پولیس والے......

سرفراز: ایسی باتیں نہ کیا کرو...... دیواروں کے کان ہوتے ہیں۔

نازو: کیوں جی...... جو ہوا وہ بتا رہی ہوں۔

سرفراز: زیادہ لوگوں کو مت بتانا ورنہ وہ دو ایک بھینسیں بھی لے جائیں گے۔

نازو: لے ایویں بدنام کر رکھا پولیس والوں کو تم جیسوں نے۔ ان کا ڈرائیور آیا تھا

میرے پاس معافی مانگنے۔

سرفراز: پولیس والا؟ معافی مانگنے آیا تھا...... ؟ تم چھٹانک بھر لڑکی سے۔

نازو: کیوں میں مالک ہوں 'شاداب ملک سپلائی کی۔

سرفراز: ویسے تم شاداب ملک سپلائی کی مالک نہیں ہو نازو۔

نازو: جب تک بھائی نہیں آتا تب تک تو میں ہی مالک ہوں ناں۔

سرفراز: اچھا یہ بتاؤ تمہیں میں اچھا لگتا ہوں کہ شاداب۔

نازو: بائیں آنکھ۔

سرفراز: یہ تو کوئی جواب نہ ہوا ناں میں اپنا اور شاداب کا پوچھتا ہوں تم آنکھ کا بتا رہی ہو۔

نازو: ہائے اللہ کبھی کبھی سمجھ بھی لیا کرو۔ تم جو پوچھو کہ بائیں آنکھ اچھی لگتی ہے یا دائیں تو میں کیا جواب دوں......

سرفراز: اچھا۔

نازو: اس بات کا کون جواب دے سکتا ہے سرفراز کہ دائیں آنکھ اچھی لگتی ہے کہ بائیں۔

سرفراز: اچھا ایک بات بتاؤ نازو (ہاتھ آگے بڑھا کر) امی میرا بیاہ کب تک کریں گی؟

نازو: لو مجھے کیا پتہ!...... شادی تمہاری ہو رہی ہے پوچھتے تم مجھ سے رہتے ہو۔

سرفراز: اس لیے کہ تم موموٹھگنی بن کر میری والدہ کے دل میں مورے کرتی رہتی ہو۔

نازو: شادی کا وقت مقرر ہوتا ہے سرفراز...... خواہ مخواہ پیچھے نہ پڑ جایا کرو۔

سرفراز: (اس وقت سرفراز ایک نوری چھیل کر نازو کو دیتا ہے۔ وہ مسکرا کر قبول کرتی ہے اور کھانے لگتی ہے) بالفرض وہ وقت جلد نہ آیا تو...... میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔ میں ایک دن نہیں کاٹ سکتا اور۔

نازو: ایویں پاگل ہو جاؤ گے شکل دیکھی ہے اپنی پاگل ہونے والی؟ اگر تمہیں کچھ ہو گیا ناں تو میں نازو کو قتل کر دوں گی۔

سرفراز: واہ بڑی آئی نازو کو قتل کرنے والی دوبارہ ایسے کہا تو گچی دبا دوں گا ایک ہی بار۔

نازو: لو پھر دبا کے دکھاؤ...... قتل کر دوں گی تمہاری نازو کو...... ایک بار نہیں سو بار...... قتل کر دوں گی۔ تمہاری نازو کو...... قتل کر دوں گی تمہاری نازو کو۔

(یہ کہہ کر نازو اٹھ بھاگتی ہے۔ سرفراز ہاتھ میں گنا لیکر اس کے تعاقب

میں جاتا ہے ساتھ ساتھ کہتا ہے کر کے تو دکھا قتل کر کے...... بھی دبا دونگا...... دونوں کی آواز echo میں بدلتی ہے۔ وہ ایک بنجر قلعے نما حویلی کی طرف بھاگتے جاتے ہیں۔ کیمرہ ان کو دور تک جاتا ہوا دکھاتا ہے اور پھر Pan کرتا ہوا ایک درخت پر جا کر رُکتا ہے۔ اس درخت کے پیچھے سے جانوں ڈھولیا نکلتا ہے جانوں کے چہرے سے لگتا ہے گویا وہ ان دونوں کو دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ حسرت سے بیٹھ جاتا ہے۔ جیب سے بیڑی نکال کر سلگا رہا ہے اور فاصلے پر دیکھتا ہوا دھواں چھوڑتا ہے۔)

(کٹ)

سین 3	آؤٹ ڈور
دن کا وقت	آنگن

(ماسٹر موسیٰ کے گھر کا آنگن۔ ایک طرف چھوٹا سا باورچی خانہ ہے۔ آنگن میں دو تین دھریک کے پیڑ اور ایک گھنا نیم کا درخت لگا ہے جس کی تتر کھبی چھاؤں میں سلمان کی چارپائی ہے۔ دو کمروں کا چھوٹا سا گھر اور چھوٹا سا برآمدہ باورچی خانے کی پشت پر ہے۔ ماسٹر موسیٰ کپڑے نچوڑ کر تار پر ڈال رہا ہے۔ سلمان پلنگ پر نیم دراز ہے۔ راکی چارپائی کے عین پاس راتب کھانے میں مشغول ہے۔ ماسٹر کبھی چڑھی ہنڈیا میں کفگیر چلاتا ہے کبھی کپڑوں کی طرف آتا ہے اس کے چہرے پر بشاشت ہے۔)

سلمان: (کتاب پڑھ رہا ہے) میرے آنے سے تیری کھچ کھچل بہت بڑھ گئی ہے ابا۔

موسیٰ: جب تو میری عمر کو پہنچے گا تب میں تو نہیں ہوں گا لیکن پھر تو اپنے ابراہیم سے پوچھنا کہ تجھے کس نے بتایا سلمان تیرے کام سے تھک جاتا ہے۔

سلمان: تو نے نام بھی رکھ لیا میرے بیٹے کا۔

ماسٹر: وہ تو رکھار کھایا آیا ہے اگر میرے دو بیٹے ہوتے تو میں ایک کا نام سلمان رکھتا

اور دوسرے کا ابراہیم۔اب تیرا بھائی نہیں ہے تو تیرے بیٹے کو بلایا کروں گا (آواز دیکر) ابراہیم......اوئے کاکا مڑ جا باز آ جا چولہے میں سے تیکھا جلا کر اسے آتش بازی کی طرح نہ گھما...... رُک کاکا ابراہیم بہت سائیکل چلالی اب سانس لے لے...... دیکھتا نہیں کتنی گرمی ہے آج۔

سلمان: کمال ہے ابا...... تو باتیں بھی کرنے لگا پوتے سے۔

(اب ماسٹر مونڈھا اٹھا کر لاتا ہے اور سلمان کے پاس بیٹھ کر بڑے دلار سے باتیں کرنے لگتا ہے۔)

ماسٹر: تجھے کیا پتہ جس دن بیٹے کے ماتھے پر سہرا لگتا ہے اسی دن سے باپ دادا بن جاتا ہے...... تجھے کیا بتاؤں تیری ماں کیسی حسرت کے ساتھ مری۔ مرنے سے دو چار دن پہلے کی بات ہے تیری ماں کو شام کے وقت بخار چڑھا...... یہیں اسی نیم تلے اس کی چارپائی بچھی تھی۔ خزاں کے دن تھے آہستہ آہستہ ڈالیوں سے نیم کے زرد پتے جھڑ کر اس کے بستر پر گرتے تھے...... کوئی کوئی زرد پتہ اس کے چہرے پر بھی گرتا تو......

سلمان: تو ہمیشہ کا کمزور ہے ابا کہ ابھی ابھی ہو گیا ہے۔

ماسٹر: کچھ تو کمزوری عمر کی دین ہے بھائی جوں جوں عمر بڑھتی ہے زندگی کو چیز نہیں ماری جا سکتی...... پھر اولاد کی محبت کمزور کرتی ہے بڑھے کو پہلے تو اس فقنے کا پتہ نہیں چلتا سلمان پر جونہی سفید بال آئے ڈاڑھی میں کمر کچھ جھکی اونچا سننے کی نوبت آئی تو بڈھے کو پتہ چلتا ہے کہ ساری اکڑ شیخی...... تکبر اولاد کے ہاتھوں ریت کی دیوار بن گئی۔

سلمان: ابا تو اب بہت جذباتی ہو چلا ہے پہلے تو ایسے نہ تھا۔

ماسٹر: ہاں تو کب تھا ماسٹر موسیٰ کمزور...... ساری کلاس کو بید سے مار سکتا تھا۔ کان پکڑوا دیتا تھا۔ لڑکے توبہ توبہ کرتے تھے مرغا بنکر...... اب کسی کو جھڑکی بھی دیتا ہوں تو آنکھوں کے آگے یا سلمان آ جاتا ہے یا ابراہیم۔

سلمان: ابا مجھے اماں کے متعلق کچھ بتا......

ماسٹر: ساری عمر جیوں جوگی نے مجھ سے کوئی گلہ نہ کیا...... پر آخر آخر میں کہا کرتی ماسٹر

جی سلمان کو بلا کر دو بول پڑھا دو...... پھر چاہے اسے پھر پڑھنے بھیج دینا لاہور۔

سلمان: تو نے مجھ سے کبھی ذکر نہیں کیا اس بات کا۔

ماسٹر: ساری عمر اسے شادی کا شوق رہا۔ پہلے اپنی شادی کا شوق تھا...... پھر دوسروں کی شادی میں ڈھولک بجاتی رہی...... لیکن آخری دنوں میں ایک ہی بات غور سے سنتی تھی۔ اور وہ بات تھی تیری شادی کی...... مجھ سے پوچھتی..... بھلا بتائیں تو ماسٹر جی اس گاؤں میں کون لگتی ہے ہماری بہو۔

سلمان: کمال ہے گھر بیٹھے بٹھائے پوچھے مانگے بنا۔

ماسٹر: میں کہتا بھلی لوک اب وہ کوئی گاؤں والی لڑکی سے تھوڑا بیاہ کرے گا...... اس کا تو اب تک مزاج بدل گیا ہوگا۔ شہری لڑکا دیہاتن تھوڑی بیاہے گا؟

(اس وقت نازو آتی ہے اس کے ساتھ گاؤں کے دو چھوٹے لڑکے ہیں (جن میں ایک جمیل ہے) جنہوں نے دوڑے اٹھا رکھے ہیں۔ جن پر موتی لگے رومال دھرے ہیں)

نازو: آجاؤں ماسٹر جی۔

ماسٹر: آؤ آؤ...... آؤ نازو بی بی آؤ۔ بسم اللہ۔

نازو: گیارہویں شریف کا ختم لائی ہوں جی آپ کے لیے۔

(ماسٹر اٹھ کر ٹرے لینے میں مشغول ہوتا ہے سلمان انکھیوں سے نازو کو دیکھتا ہے وہ پہلے تو متوجہ نہیں ہوتی۔ پھر اجنبی سی نگاہ ڈال کر دوسری طرف دیکھنے لگتی ہے)

(کٹ)

سین 4	آؤٹ ڈور
دن کا وقت	کھیتوں کے درمیاں

(شیخ ابو یعقوب کتانی کو ان کا خادم عبدالرحمٰن پہیوں والی کرسی پر بٹھائے ہوئے کچے پکے راستے پر دھکیل رہا ہے۔ شیخ ابو یعقوب جن کی

ٹانگیں خراب ہیں اور معذوری کی حالت میں ہیں۔ کبھی کبھی کچے راستے
کے ہچکولے کے باعث درد بھی محسوس کرتے ہیں۔ لیکن چہرے پر
اظہار کی شدت کو وارد نہیں ہونے دیتے۔ ان کے ساتھ ساتھ دو
وکیل ہیں۔ ان دونے کالے کوٹ پہن رکھے ہیں۔ ایک امریکن وکیل
بھی ساتھ ہے۔ ان کی شناخت اسی لیے آسان ہے۔ ہرے بھرے
کھیتوں کے درمیان کبھی کیمرہ کلوز میں آتا ہے کبھی کرسی کی پشت پر
ہوتا ہے کبھی فرنٹ پر۔ کبھی Pan کر کے کھیتوں کی ہریالی دکھاتا ہے۔
جب کبھی کیمرہ یعقوب کتانی کو کلوز میں لیتا ہے تو ڈائیلاگ شیخ ہی بولتا
ہے ورنہ کیمرے کے پوائنٹ آف ویو سے کبھی آواز اونچی کبھی دھیمی
کبھی echo میں بدل جاتی ہے اور اور لیپ کی جاتی ہے)

شیخ: مجھے اس بات کی دیرینہ آرزو تھی کہ آپ لوگ علم کی تلاش میں وسعت اختیار
کریں۔ انسان کی کج فہمی اور کوتاہ اندیشی ہے کہ وہ علم کو بھی حدود عطا کر دیتا
ہے.....(امریکن کی طرف متوجہ ہو کر)

شیخ: (سوپر امپوز) روز ازل جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا اور وہ اپنے اعمال
کی لپیٹ میں آ کر اسفل السافلین بھی ٹھہرا تب سے علم سے انسان کی شدید
وابستگی رہی ہے......

امریکن: جی جی...... بالکل۔

شیخ: علم پر کسی کا اجارہ نہیں' نہ شہری نہ دیہاتی...... نہ پڑھے لکھے' نہ ان پڑھ کا۔
بدنصیبی یہ ہے کہ آپ نے علم کو شہروں میں کوزہ بند کر رکھا ہے اور اس پر
پابندیاں عائد کر دی ہیں۔

وکیل: میں سمجھ رہا ہوں جی۔

شیخ: جب انسان غاروں میں رہتا تھا تب بھی مفکرین نے پتھر کے برتن ایجاد کیے تھے
جب اس نے بستیاں نہیں بنائی تھیں تو خانہ بدوش علم سے خالی نہ تھا...... درختوں
کی چھال پر لکھنے والے علم والے تھے...... زبانی کلام کرنے والے علم والے تھے۔

امریکن: کیوں نہیں حضرت۔ ٹھیک میں کبھی کبھی میں بھی دوسرے وکیلوں سے یہی کہتا ہوں۔

شیخ: کانگو کے طاس سے لیکر سندر بن کے جنگلوں تک...... الاسکا کی برف پوش پہاڑیوں سے چل کر تبت کی برفیلی سطح مرتفع تک ہر خطے میں ہر وقت ہر عہد میں سوچنے والے' تدبر والے' تفکر والے موجود رہے ہیں۔ کبھی خطے کسی جگہ سے علم مخصوص نہیں ہے...... لطف یہی ہے کہ سیکھنے کے مقام کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔

شیخ: (کلوزاپ) میں نے آپ کو پریشان تو نہیں کیا؟

وکیل طاہر: جی نہیں ہرگز نہیں...... ہم تو بہت تلاش کے بعد شابالا کوٹ پہنچے ہیں۔

شیخ: سفر قلب کا ہو کہ ذہن کا...... تلاش تو بہر صورت شرط سفر ہے......

امریکن: جی جی۔

شیخ: (لانگ میں فلمائیں سوپر امپوز) سفر زندگی ہو...... سفر آخرت ہو...... سائنس کا علم ہو کہ مذہب کا...... اپنی چھاج' چھلنی' کونڈی ڈنڈا...... آری کلہاڑی تیار رکھنی چاہیے...... شہری' دیہاتی' گورے کالے' امیر غریب...... گروہ اور فرد کی قید نہ لگاؤ علم تو بکھرا ہوا ہے ہر جگہ...... صحراؤں میں' سمندروں میں' پہاڑوں پر' ہواؤں میں...... ہر رستے پر موجود ہے۔ ہر موسم میں...... ہر سفر میں' ہر افتاد میں۔

(کٹ)

سین 5 ان ڈور

(نازو کا گھر) (شام کا وقت)

(نازو کے گھر کی بیٹھک۔ اس وقت سرفراز سیاہ شلوار قمیص میں بڑا چھیلا بنا بیٹھا ہے۔ سرفراز کو رضیہ شیشوں والی پنکھی پکڑا کر جاتی ہے۔ محبت بھری نظر ڈالی ہے۔ سرفراز کے انداز میں صحت' جوانی اور رعنائی کو خاص دخل ہے۔ نازو کھڑکی کے پاس کھڑی ہے اور کچھ سوچ رہی ہے۔)

سرفراز: چاچی جی کہاں ہیں؟

نازو: وہ تو آپ کی طرف گئی ہیں۔

سرفراز: تو ہو جائے...... موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام...... میم

نازو: ناں۔

سرفراز: کیوں؟

نازو: کچھ آج موڈ نہیں ہے۔

سرفراز: آج میں تیاری کر کے آیا آج تمہارا موڈ نہیں رہا کمال ہے! سوچا تھا آج پہلی بار تمہیں شکست دونگا۔

نازو: لو ابھی کچھ کسر ہے شکست میں؟

سرفراز: چلو پھر تاش کھیلیں۔
(الماری کھول کر تاش لاتی ہے)

نازو: پتہ ہے سرفراز ایک بات ہے۔

سرفراز: کیا؟

نازو: تمہارے ساتھ کھیل کر مزہ نہیں آتا۔

سرفراز: ہیں ہیں ہیں۔

نازو: جب کھیل شروع کرتی ہوں ناں تو ارادہ جیتنے کا ہوتا ہے۔ لیکن جوں جوں گیم بڑھتی ہے جی چاہتا ہے تم ہی جیتو...... اگر میں سر بناؤں تو رنج ہوتا ہے تمہارے ہاتھ سر آئے تو خوشی...... کھیل میں مزہ نہیں رہتا۔

سرفراز: کمال ہے بڑی الٹی سوچ ہے۔

نازو: بس اسی لیے چیلنج نہیں رہتا۔ (تاش بانٹتی ہے) کیا کھیلو گے؟

سرفراز: چلو آج بینک بینک کھیلیں...... جو ہارے گا......

نازو: ہاں جو ہارے گا وہ؟

سرفراز: وہ دس بار سلام کرے گا جھک کر۔

نازو: بکواس......

سرفراز: کیا مطلب؟

نازو: اگر تم ہار گئے تو میں تمہیں سلام کرنے نہیں دونگی...... اور میرا کیا ہے میں تو ویسے ہی سو بار سلام کر دوں (سلام کرنے کا اشارہ)

(سرفراز پتے اکٹھے کرتا ہے)

سرفراز: تمہیں ہوا کیا ہے مہارانی؟

نازو: مجھے...... کچھ نہیں......

سرفراز: دودھ پھٹ گیا ہے کسی بلّو ہے کا۔

نازو: نہیں۔

سرفراز: کسی سپاہی نے پکڑ لیا Carry Van کو؟

نازو: ناں؟

سرفراز: منشی جی نے تنگ کیا۔

نازو: پہلے کیا کرتے تھے تنگ...... اب بیچارے ترس کھانے لگے ہیں مجھ پر۔

سرفراز: میں سر توڑ دوں گا منشی جی کا۔

نازو: ہائے وہ کیوں۔

سرفراز: وہ کون ہوتے ہیں ترس کھانے والے ان کو کیا حق پہنچتا ہے ترس کھانے کا......

نازو: سرفراز...... ہوش میں آؤ...... چودھری سرفراز چیمہ بی اے......

سرفراز: ہوش میں رہ سکتا ہوں میں...... پر۔

نازو: پر کیا۔

سرفراز: میری شادی کو دس بارہ سال ہو جائیں...... تمہاری کمر چونتیس انچ ہو جائے۔ بالوں کو رنگنے لگو...... اور بچوں کے مسائل تمہیں نیم پاگل کر دیں...... پھر ہوش میں آ سکتے ہیں چودھری صاحب۔

نازو: تمہیں پالا کیسے ہے۔ سرفراز...... تائی رابعہ نے۔

سرفراز: لاڈ سے پیار سے ہر بات مان کر...... ساری خواہشیں پوری کر کے......

نازو: اور جو کبھی کوئی خواہش کے راستے میں کچھ آ گیا تو۔

سرفراز: ہو ہی نہیں سکتا...... کبھی ہوا ہی نہیں۔

(رضیہ آتی ہے پھر لوٹ جاتی ہے اس کی آنکھوں میں سرفراز کے لیے محبت ہے۔)

نازو: چلئے اللہ نہ کرے...... لوڈو کھیلو گے۔

سرفراز: نالائق گیم ہے چھکا نہیں آتا دیر دیر تک لیکن چلو......

(دونوں مل کر لوڈو کی گوٹیاں لگاتے ہیں۔ تازو ریڈیو لگاتی ہے جس پر یہ گیت آتا ہے)

(گیت)

(ایک ادھ مصرعہ)

دھوم تھی اپنی پارسائی کی، کی بھی تو کس سے آشنائی کی؟

سین 6 ان ڈور

صبح کا وقت سکول

(چھوٹا سا دیہاتی سکول کا احاطہ۔ جس میں دس بارہ بچے معمولی میز کرسیاں سجائے بیٹھے ہیں بورڈ کے پاس ماسٹر موسیٰ کھڑا ہے۔ ایک درخت کے ساتھ بلیک بورڈ فکس کیا ہوا ہے۔ ماسٹر موسیٰ اس پر فری ہینڈ سے پاکستان کا نقشہ بناتا ہے پھر لاہور' کراچی' اسلام آباد کے مقامات پر ان شہروں کے نام لکھتا ہے...... اسی دوران دور سے جانوں ڈھولیا کے ڈھول کی آواز آتی ہے جو قریب ہوتی جاتی ہے۔ بچے پیچھے دیکھنے لگتے ہیں۔ آنگن کے قریب آکر جانوں ڈھول بند کرتا ہے اور پھر ماسٹر موسیٰ سے مخاطب ہوتا ہے۔)

جانوں: سلام علیکم ماسٹر جی......

موسیٰ: وعلیکم سلام وعلیکم سلام (بورڈ چھوڑ کر جانوں کے پاس جاتا ہے) بھائی جان محمد صاحب دست بستہ عرض ہے کہ سکول کے پاس سے جب بھی گزرو ڈھول نہ بجایا کرو۔

جانوں: کیوں ماسٹر جی؟

ماسٹر: بچے تو ویسے ہی قابو میں نہیں آتے پھر جب آپ کی...... یہ ڈھول کی تال سنائی دیتی ہے تو بے خبر ہو جاتے ہیں پڑھائی سے بیٹھے بھی رہیں تو سنتے کچھ نہیں......

جانوں: لیں ماسٹر جی بڑی بھول ہوئی مجھ سے اب میں گیڑا نکال کر چلا جاؤں گا ادھر

ڈھول کی آواز آگئی تو جو چور کی سزا وہ میری...... (چلنے لگتا ہے پھر رکتا ہے)

جانوں: ماسٹر جی ایک خط پڑھانا تھا آپ نے۔

ماسٹر: ضرور ضرور۔

(جانوں بڑے تردد سے دو ایک جیبیں دیکھ کر خط نکالتا ہے۔ کچھ نوٹ بھی ساتھ نکلتے ہیں اور گرتے ہیں وہ انہیں اٹھاتا ہے۔ دریں اثناء ماسٹر موسیٰ خط پڑھتا ہے۔ بچے بلیک بورڈ کی جانب دیکھنے کی بجائے ادھر کے معاملات کی طرف دیکھتے ہیں۔)

جانوں: میں نے یہ خط ڈاکئے سے پڑھوایا تھا جی پر مجھے یقین نہیں آیا جی میں نے سوچا سیدھا ماسٹر جی سے کیوں نہ تصدیق کرالوں...... کیوں جی کیا لکھا ہے داؤ و نے۔

ماسٹر: تمہیں لاہور بلایا ہے کہتا ہے کہ تمہیں اس کی ٹولی میں نوکری مل سکتی ہے۔

جانوں: ماسٹر جی کسی سے بات نہ کرنا آپ جی...... داؤ و ملنگی نے تو بڑی کمائی کرلی ہے جی لہور میں۔

ماسٹر: اچھا اچھا ہمارے داؤ و نے...... کیا کرتا ہے وہاں......

جانوں: کرنا کیا ہے ماسٹر جی مہندی کی رات ڈھول بجاتا ہے...... لڑکے بالے اس کے ڈھول کے ساتھ ناچتے ہیں رونق میلے میں اضافہ ہوتا ہے۔

ماسٹر: میرے سکول سے جب بھاگا ہے تو مجھے بڑا دکھ ہوا تھا۔

جانوں: آخر جی میرے مامے کا پتر ہے...... وہ کب پڑھ سکتا تھا؟ ایویں بدو بدی مامے نے زور لگایا۔ ماسٹر جی...... جو آدمی سر سنتا ہوناں وہ لفظ نہیں دیکھ سکتا کبھی...... میری ماں بھی مجھے ڈاکٹر بنانے چلی تھی۔ سچی مچی لہور بلایا ہے مجھے......؟

ماسٹر: بالکل...... بلکہ اصرار سے بلایا ہے۔

جانوں: بس جی...... عیش ہوگئی...... دنوں میں کوٹھی پڑ جانی ہے میری...... مربعے بنگلہ' کار نوکر چاکر بیگم صاحب......

(اب خوشی سے جانوں گاتا ہے)

پیسہ آنے دے...... دن بدلنے دے......

ساتھ ہی زور سے ڈھول بجاتا ہے۔ بچوں میں کھلبلی مچتی ہے۔ وہ سیٹیں

چھوڑ کرناچنے لگتے ہیں۔ماسٹر موسیٰ ہنس کر بلیک بورڈ کی طرف بڑھتا ہے اور ڈسٹر کے ساتھ بلیک بورڈ پر سے نقشہ مٹانے لگتا ہے)

ڈزالو

سین 7 | ان ڈور
دن کا وقت | (شاہدرہ ڈاک خانہ)

(اس منظر کا سیٹ نہ لگایئے بلکہ واقعی شاہدرے کے ڈاکخانے میں اس کی شوٹنگ کیجئے۔ڈاک خانے میں اس وقت روٹین کا کام ہو رہا ہے۔ ایک جانب سعد سلمان کھڑا فون کرنے میں مشغول ہے۔ قریب ہی اس کا کتا بیٹھا ہے۔)

سلمان: (فون پر) پورے تین میل چل کر ڈاک خانے آیا ہوں فیضان...... نہیں بھائی......میں کسی کو نہیں بھولا......خاص کر تمہیں۔

(اب فیضان بھی سکرین پر ابھرتا ہے)

فیضان: کچھ عیش ہو رہی ہے؟

سلمان: کیا مطلب تمہارا؟

فیضان: سنا ہے گاؤں میں قدم قدم پر الھڑ مٹیاریں ملتی ہیں۔ لمبی مضبوط کالی آنکھوں والی سرپٹ دوڑنے والی ہرنیاں...... پنجابی فلموں کی نمائندہ۔

سلمان: میری نظر میں تو غریب غریب سی لڑکیاں ہیں۔ دیسی صابن سے نہائی ہوئی...... تھیکے تھپے کی چادروں میں۔

(اب فیضان کو پرے کر کے حمیر فون لیتا ہے)

حمیر: السلام علیکم یا پیر و مرشد......کیفا حالوکا؟

سلمان: ٹھیک ٹھاک۔

حمیر: کچھ وزن بڑھا؟ کھوتے صاحب

سلمان: بڑھ رہا ہے۔Gradually......

حمیر: احتیاط رکھنا میرے بھائی زیادہ Rugged قسم کی خوراک نہ استعمال کرنا سیدھی سادی یخنی کھچڑی ...... شوربہ۔

سلمان: تم فکر نہ کرو ابا بہت وہمی ہیں۔

(اب حمیر والی سائیڈ پر حمیر سے حمید فون کھینچ لیتا ہے ایسے میں سکرین پر سلمان اور حمید رہ جاتے ہیں۔)

حمید: ان گدھوں سے یہی امید ہے کہ اصلی بات گول کر جائیں...... اطلاعاً عرض ہے کہ Bricklayer Consultancy کا Over Seer آیا تھا...... وہ کچھ جوشیلا سا آدمی ہے کہنے لگا مسز فراست لغاری کافی بھاری Amount ایڈوانس میں لے گئی تھیں۔ اور بلو پرنٹ بنا کر نہیں دیا ابھی تک۔

سلمان: ہو جائے گا بابا...... ضرور وہ ایڈوانس دے چکے ہیں۔ لیکن...... انہیں ڈرافٹ وقت پر مل جائے گا نہ تو میں بھاگنے والا ہوں نہ میڈم۔

حمیر: بس دیکھ لو...... رحیم صاحب کے منہ سے تو جھاگ نکل رہی تھی۔

سلمان: ان کی طبیعت ہے۔ وہ اسی طرح Importance حاصل کرتے ہیں۔

حمیر: کل ریہرسل ہوئی تھی کونوکیشن کی......

سلمان: اچھا۔

حمیر: تمہاری جگہ حمیرا سہگل نے ریہرسل کی۔

سلمان: کب ہے کونوکیشن۔

حمیر: ابھی کہاں جب تک میڈم واپس نہیں آتیں کونوکیشن تھوڑی ہو گی۔ یہ تو ایویں شوشا ہے۔

(کیمرہ جو اب تک ان دونوں کو کلوز میں سٹڈی کر رہا تھا پیچھے ہٹتا ہے ایک طرف تار کی کٹ کٹ سنائی دیتی ہے۔ پوسٹ ماسٹر اور ڈاکیہ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ تازو آتی ہے وہ پوسٹ ماسٹر کے پاس آتی ہے۔ سلمان فون بند کرتا ہے اس کے ہاتھ میں دو تین کتابیں ہیں جن کو لیکر وہ ڈاک خانے سے نکلتا ہے اچٹتی سی نگاہ تازو پر ڈالتا ہے۔)

تازو: دیکھئے پچھلے مہینے بھی میرا ایک ڈائجسٹ گم ہو گیا اس بار پھر نہیں ملا میں بڑا ترددو

کر کے یہاں آئی ہوں۔ تین میل ہے شاہلا کوٹ یہاں سے۔

ماسٹر: کیوں بھائی رشید بی بی کا ڈائجسٹ کہاں کیا تم نے؟

(رشید اپنے تھیلے میں ہاتھ مارتا ہے نازو جھک کر دیکھتی ہے۔)

(کٹ)

سین 8 آؤٹ ڈور

(کچھ دیر بعد) (کچی پکی سڑک)

(سڑک پر سعد سلمان آہستہ آہستہ جا رہا ہے۔ سوزوکی وین پاس سے گزرتی ہے...... کچھ دور جا کر رُکتی ہے۔ پھر بیک کرتی ہوئی سلمان کے پاس آکر کھڑی ہوتی ہے۔ اب پتہ چلتا ہے کہ وین میں نازو سوار ہے۔ ڈرائیور اتر کر سلمان سے کہتا ہے کہ ڈبے میں بیٹھ جائیں۔ پچھلی طرف دو ایک بلٹوہے دودھ کے رکھے ہوئے ہیں۔ سلمان پچھلی جانب جا کر سوزوکی میں بیٹھتا ہے۔ سوزوکی روانہ ہوتی ہے۔ سوزوکی میں لگے ہوئے ریڈیو پر گیت بجتا ہے۔)

چھنگ باز بجا ہے......

(دیہاتی مناظر دکھاتا کیمرہ وین کو فولو کرتا ہے۔)

(کٹ)

سین 9 ان ڈور

دن کا وقت شیخ یعقوب کتانی کا گھر

(اس سین میں ایک امریکن دو وکیل بیٹھے ہیں۔ یہی لوگ پہلے بھی دکھائے جاتے ہیں۔ قصاص اور خون بہا پر بات ہوتی ہے۔ بیگ کا امریکن وکیل بھی غور سے سنتا ہے......

(آواز نہیں آتی 'سین خاموش ہے)

سین 9 ان ڈور
دوپہر (چودھرائن کا گھر)

(چودھری عبدالجبار' چودھرائن رابعہ' چاچی مریم بیٹھے ہیں۔
خوش دلی سے باتیں ہو رہی ہیں۔ شاداں نوکرانی کے ساتھ ساتھ اس
کا پانچ چھ سال کی بچی بھی ہے جو بھاگ بھاگ کر روٹیاں لا رہی ہے۔)

چودھری: او میری بھولی بھابی کب تک بٹھار کھنا ہے۔ نازیہ بیٹی کو...... کب تک۔

مریم: لو میں بٹھانا چاہتی ہوں نازو کو۔ میرے بھانویں تو تو آج لے جا۔

رابعہ: لے...... ایسا کلفے کا ساگ تو تو نے کبھی کھایا ہی نہ ہو...... دوڑ کے آم کی چٹنی تو لا شاداں۔

شاداں: ابھی لائی سائیں...... پورا کپا اٹھالاؤں کہ پرچ میں ڈال کے۔

رابعہ: ہے نامت ماری گئی تیری۔ کپے میں سے کون نکالتا پھرے گا وہ جو روغنی سی پلیٹ ہے نا لکیروں والی اس میں ڈال لا...... فافٹ۔

شاداں: ہلا جی ہلا...... (بھاگ کر جاتی ہے ساتھ ہی بچی بھی قلانچیں بھرتی جاتی ہے۔)

مریم: بات اتنی ہے دیر میرے ذرا شاداب کو آ لینے دے ریاض سے۔

چودھری: بیچ میں بات اتنی سی ہے کہ تجھے لالچ پڑ گیا ہے نازو کا۔ تو نے شاداب ملک سپلائی کی دیکھ بھال کے لیے نازو کو ٹانگ رکھا ہے۔ جب تک وہ بیٹھی رہے گی بلنو ہے بھرواتی رہے گی تو نے اس کی شادی نہیں کرنی۔

مریم: شاداب کو خط لکھ دیا ہے وہ اب آجائے اپنا کاروبار سنبھالے...... مجھے تو نیند نہیں آتی بیبا دھی کا دھن۔ یہ کوئی اس کے کرنے والے کام ہیں۔

رابعہ: لے مریم اب تو عورتیں بڑا کام کرتی ہیں۔ ملکوں کی سربراہیں بنی پھرتی ہیں۔

مریم: میری بات پوچھنی ہے تو سچ بتاؤں رابعہ بھابی جب عورتیں سربراہیں بن جائیں گھر میں کلہ ٹوپی ان کے سر پر آجائے تو سب کچھ الٹ ہو جاتا ہے۔

چودھری: اس کی پچھی مت ہے اوئے بابا وقت بدل گیا ہے۔ اب برابر کی تعلیم ملتی ہے عورت مرد کو برابر کی تنخواہ۔ طلاق خلع برابر کا حق...... اب تو پرانے وہموں

میں نہ پڑ جا...... ایویں وقت بدل گیا ہے۔

مریم: ویر جی میرا تو اپنا دل چاہتا ہے نازو کو رات سے پہلے پہلے وداع کر دوں...... اکیلے پھرنے کے یہ کوئی دن ہیں۔ پر کیا کروں شاداب ملک سپلائی کو کیا کروں؟ میں تو حساب کتاب نہیں کر سکتی ناں......

چودھری: تو کہے تو میں اسے ریاض خط لکھوں؟

مریم: جم جم جی صدقے...... بلکہ یہ بھی لکھیں باہر کی دو سے گھر کی ایک چنگی...... آ کر بہن کی ڈولی وداع کرے۔

رابعہ: تم دونوں اپنی اپنی تجویزیں رہنے دو جب وقت آ جاتا ہے تو فٹ فا منٹوں میں سارے کام نے نبیڑ جانا ہے یوں۔ (شاداں ہاتھ میں چھوٹی کٹوری لاتی ہے۔) ہم نے سوچتے رہ جانا ہے۔

رابعہ: ہائے ہائے شاداں کبھی تجھے چج کا برتن نہیں ملا وقت پر...... لو مریم۔ میں نے خود میٹھی چٹنی بنائی ہے آموں کی اوت متوڑا......

(کٹ)

سین 11 ان ڈور

شام (جانوں کا گھر)

(اس وقت جانوں ڈھولیا اس کی اماں اور منصور ملنگی موجود ہیں۔ منصور ایک چارپائی کی اووائن کس رہا ہے۔ جانوں کے کندھے پر ابھی ڈھول لٹک رہا ہے۔ وہ تھوڑا سا مضطرب نظر آتا ہے۔ ماں اس وقت چاٹی سے مکھن نکال رہی ہے۔)

منصور: اوئے کملیا داؤ نے کیا کر لینا ہے۔ یہاں تھا تو تیسری تک پڑھ نہ سکا۔ ایویں تجھے بھی کھجل کرے گا وہاں بلا کر۔

جانوں: ابا میں یہاں سے زیادہ کھجل نہیں ہو سکتا سارا سال واڈیوں کا انتظار کروں، ساری عمر خیر مانگوں دوسروں کے لیے دعا مانگوں۔ کسی کے گھر سہرے لگیں نکا نیانا ہو...... چودھری جی کے دروازے پر منگتا بنا رہوں...... ابا تو مجھے شہر جانے دے

ایک بار...... میں رضیہ نہیں ہوں اپا جو باندی بن جاؤں چودھرائن کی۔

منصور: اوئے کملیا ایک بار میں بھی لاہور شہر گیا تھا ریڈیو سٹیشن کے دروازے آگے چار دن بیٹھ کر آ گیا...... کسی نے اندر ہی جانے نہ دیا۔

ماں: منصور یہ ہماری نہیں مانتا تو پھر تو اس کی مان لے ہم کب تک اسے مناتے پھریں گے۔

(کٹ)

سین 12 آؤٹ ڈور

(شام کا وقت) (کھلا میدان)

(جھٹپٹے کا وقت۔ افق پر سورج غروب کی لالی نظر آ رہی ہے۔ ایک کھلے میدان میں سعد سلمان اور راکی موجود ہیں۔ سلمان ایک ٹینس کا گیند کچھ فاصلے پر پھینکتا ہے۔ راکی اسے پکڑ کر لاتا ہے۔ سلمان اسے ایک بسکٹ کھلاتا ہے۔ تیسری بار جب سلمان گیند پھینکتا ہے تو یہ دور جا گرتا ہے۔ اس وقت نازو کہیں سے بھاگتی ہوئی میدان میں داخل ہوتی ہے۔ اسے نہ تو سعد سلمان کا احساس ہے نہ کتے کا وہ لڑھکتی گیند کو اٹھاتی ہے اور جونہی وہ اس گیند کو پکڑتی ہے بھاگتا ہوا راکی بھونکتا ہوا اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اب آگے آگے خوفزدہ نازو بھاگتی ہے پیچھے راکی ہے جو بھونکنے لگتا ہے۔ اس کے بہت فاصلے پر سعد سلمان راکی راکی کہتا ہوا نازو کو بچانے کے لیے بھاگ رہا ہے۔ کئی بار وہ کہتا ہے گیند چھوڑ دیں گیند چھوڑ دیں۔ نازو گیند بھی پھینک دیتی ہے لیکن راکی اس کا تعاقب نہیں چھوڑتا۔ میدان کراس کر کے درختوں کے ایک جھنڈ میں نازو داخل ہوتی ہے ان درختوں میں جانوں ڈھولیا ڈھول بجاتا جا رہا ہے۔ یکدم اس کی نظر نازو اور کتے پر پڑتی ہے وہ ڈھول اتار کر پھینکتا ہے کتے کا تعاقب کرتا ہے کچھ فاصلے پر جا کر خوفزدہ نازو گرتی ہے راکی قریب آتا ہے عین موقعے پر جانوں ڈھولیا

کتے کو پکڑ لیتا ہے کتا دم ہلانے لگتا ہے۔ دریں اثنا سعد سلمان بھی پہنچ
جاتا ہے وہ کتے کو پکڑتا ہے نازو کپڑے جھاڑتی اٹھتی ہے۔)

سلمان: آئی ایم سوری جی۔

جانوں: لو جی بی بی ہوراں کو اتنی مصیبت پڑ گئی۔ آپ سوری کہہ کر پنڈ چھڑا رہے ہیں۔
شاباشے!

سلمان: تم بھی سوری مانگو راکی...... سوری سوری۔
(کتا شرمندہ ہو کر ٹانگوں میں دم دبا کر نازو کے سامنے سر جھکاتا ہے۔
معافی کے انداز میں۔)

سلمان: شاباش شاباش (بسکٹ دیتا ہے۔)

جانوں: کہیں چوٹ تو نہیں آئی نازو بی بی جی۔

نازو: لگتا تو نہیں پر شاید آپ کا بہت بہت شکریہ بھائی جان محمد...... اگر آپ نہ آتے
تو پتہ نہیں یہ کتا کیا کرتا میرے ساتھ۔

سلمان: راکی کچھ نہ کرتا سر یہ بہت Trained کتا ہے......

جانوں: لیکن ہے تو کتا ہی ناں...... آپ اسے سنگلی سے باندھ کر رکھیں جی...... ایویں
کوئی بڑا نقصان کر دے یہاں بندے کا اعتبار نہیں...... جانور کا کیا اعتبار؟

سلمان: کیوں جی اسے زنجیر پہنادوں آج سے۔

نازو: آپ کی مرضی ہے......

سلمان: زنجیر کے بغیر تو شاید...... کوئی بھی قابو میں نہیں آتا۔ اور پھر جانور کا کیا اعتبار؟

نازو: پتہ نہیں۔

(نازو اور سلمان ایک ساتھ چلتے ہیں لیکن الگ الگ...... ایسے الگ الگ کہ اندر
ہی اندر باہمی تعلق کی بنیاد پڑ رہی ہے۔ جانوں ڈھولیا پیچھے کھڑا رہ جاتا ہے کہ
اس کا مقام پیچھے ہی ہے اور اس کو پیچھے ہی رہنا ہے)

(فیڈ آوٹ)

شاہلاکوٹ (4)

کردار

چودھری سرفراز
چودھری عبدالجبار
منصور ملنگی
جانوں ڈھولیا
ماسٹر موسیٰ
سعد سلمان
منشی عارف

تازو: ماڈرن دیہاتی لڑکی
مریم: تازو کی ماں
ہاجراں: جانوں کی ماں
رضیہ: جانوں ڈھولیا کی بہن

سین 1 آؤٹ ڈور

صبح کا وقت (شاداب ملک انڈسٹری)

(اس وقت وہی پرانا منظر ہے۔ ایک طرف دو Vans کھڑی ہیں۔ ان میں دودھ کے بلٹوہے اور Cans چڑھائے جا رہے ہیں۔ کچھ کام کرنے والے بھینسوں کا دودھ نکال رہے ہیں۔ منشی میٹر لگا کر دودھ ٹیسٹ کر رہا ہے۔ اس کے پاس نازو بی بی کھڑی ہے۔ کیمرہ شاداب ملک سپلائی کو جگہ جگہ کیمرہ رکھ کر دکھاتا ہے اور اس کی گہما گہمی کو رجسٹر کراتا ہے۔ اس منظر کو واقعتاً کسی گاؤں میں جہاں ایسی چھوٹی موٹی ملک سپلائی کی شکل موجود ہو فلمایئے۔)

منشی: ایک تو جی چونگی والا کہہ رہا تھا کہ آپ کچھ پیسے بڑھا دیں ورنہ مشکل پڑ جائے گی۔

نازو: کیا مشکل پڑ جائے گی؟

منشی: چونگی والے تنگ تو کرتے ہیں ناں بی بی جی۔ اوپر سے دودھ کا معاملہ...... پھٹ جائے تو سارا دودھ گلے پڑ جاتا ہے۔

نازو: اچھا کل میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔

منشی: آپ کہاں جائیں گی جی میرے ساتھ! وہ بدتمیز لوگ ہیں۔ میں نہیں لے جاؤں گا۔

نازو: اچھا دیکھی جائے گی ہم بھی کچھ کم بدتمیز نہیں۔

(اب کچھ فاصلے سے سعد سلمان آتا دکھائی دیتا ہے اس نے کتے کو زنجیر سے قابو کر رکھا ہے۔)

منشی: سارا Seperata آج فضل شاہ حلوائی کو دینا ہے مجھے بھاٹی جانا پڑے گا۔

نازو: لیکن سارا کیوں آدھا آج دو آدھا کل۔

منشی: اُدھر ٹریفک بہت ہوتا ہے ایک بار ہی سارا آرڈر پورا کر دوں گا جی۔

نازو: اور باقی گاہک جو لگے ہوئے ہیں ان کو کیا جواب دیں گے منشی جی۔

منشی: میں سنبھال لوں گا جی آپ فکر نہ کریں...... گڑھی شاہو کی طرف سے جائیں

توچندرا سپاہی ملتا ہے۔ بڈھے دریا سے چونگی روکتی ہے۔ ان دونوں سے بچکر
چھاؤنی والے پل سے گزریں تو چالان ہو جاتا ہے اکثر۔

(سلمان پاس آکر)

سلمان: سلام علیکم معاف کیجئے۔

نازو: وعلیکم سلام۔

سلمان: گزارش ہے کہ......

نازو: ادھر آجایئے پلیز۔

(اب نازو سلمان کو ایک بڑی چارپائی کی جانب لیکر چلتی ہے۔ یہ بڑی
چارپائی عموماً منڈیوں میں ملتی ہے اور اس پر آڑھتی بیٹھتے ہیں چلتے
چلتے)

نازو: منشی جی لاہور والی وین لوڈ کر کے روانہ کر دیں۔

سلمان: میں آپ کے کام میں مخل ہوا...... سوری۔

نازو: نہیں نہیں ہم تو منہ اندھیرے کام شروع کرتے ہیں اب تک تو سارا کام ختم ہو گیا
ہے۔ آیئے۔

(دونوں چارپائی تک پہنچتے ہیں۔ نازو خود کھڑی رہتی ہے اور سلمان کو
بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہے۔ منظر میں کھڑی دونوں Vans...... بھینسیں
نوکر چاکر فاصلے سے نظر آتے رہتے ہیں۔)

نازو: جی...... فرمایئے دودھ پئیں گے کہ لسی۔

سلمان: (شہری لوگوں کی طرح) نہیں نہیں شکریہ میں بس آپ کے دو منٹ لینا چاہتا
ہوں۔

نازو: جی فرمایئے۔

سلمان: میں ذرا فکر مند تھا۔

نازو: کس لئے۔

سلمان: کہیں کوئی Scratch وغیرہ تو نہیں لگا راکی کا کوئی ناخن یا دانت وغیرہ۔

نازو: میرا تو خیال ہے کہ نہیں...... یہ آپ کا راکی تو شاید مجھ سے گیند چھیننا چاہتا تھا......

میری بیوقوفی تھی کہ میں نے گیند چھوڑا نہیں۔

سلمان: آپ غور سے دیکھ لیں...... ٹیکے وغیرہ لگانے ہوں...... تو میں......

نازو: سلمان صاحب ہم آپ شہریوں کی طرح نازک نہیں ہوتے...... ہم جوہڑ کا پانی پی کر کالرا سے محفوظ رہتے ہیں۔ گوبر کے اپلے تھاپ کر Tetnus کا شکار نہیں ہوتے۔ ہم میں بڑی ایمونٹی ہوتی ہے۔

سلمان: (حیران ہو کر) آپ یہ سب کچھ کیسے جانتی ہیں؟ آپ کے انداز گفتگو نے تو مجھے حیران کر دیا۔

نازو: کیوں سر؟

نازو: دراصل میں اپنا تعارف کرانا بھول گئی...... میں چودھری عبدالجبار کی بھتیجی اور چودھری عبدالغفار کی بیٹی ہوں...... میں نے پرائیویٹ طور پر بی اے کیا ہے...... شاعری میرا محبوب سبجیکٹ ہے۔ بیت بازی میرا محبوب مشغلہ۔ میں ڈاکٹر چودھری شاداب علی کی بہن ہوں جن کی یہ شاداب ملک سپلائی ہے۔

سلمان: آئی سی جبھی آپ کی گفتگو سے ڈاکٹری کی خوشبو آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔

نازو: ریاض میں سعودی عربیہ...... چار سال ہو گئے انہیں...... بلکہ۔

سلمان: اور آپ یہ سارا کام خود سنبھالتی ہیں...... کمال ہے۔

نازو: مجبوری ہے سر!

(دور سے منشی ایک کارندے کا کان پکڑ کر آتا ہے)

منشی: (پاس آکر) لیں بی بی جی اس رشید نے پھر پانی ملایا ہے دودھ میں۔

نازو: آپ اس کا کان تو چھوڑ دیں منشی جی۔

منشی: بالٹی بھر کے پانی لایا ہے اور میری نظر بچا کر...... یوں آیا ہے جی یوں...... اور دھڑام پانی ڈرم میں۔

(منشی بالٹی اٹھانے اور ڈرم میں ڈالنے کی ایکٹنگ کرتا ہے۔)

(کٹ)

سین 2   آؤٹ ڈور

رات   (ماسٹر موسیٰ کا گھر)

(بجلی زور سے کڑکتی ہے بارش دھڑلے سے آتی ہے نظر آتا ہے کہ ماسٹر موسیٰ جلدی جلدی چارپائی پر سے اٹھتا ہے کھیس تکیہ اٹھا کر برآمدے میں رکھتا ہے۔ پھر چارپائی بھی اٹھا کر اندر چھوٹے سے برآمدے میں رکھتا ہے۔دروازہ کھول کر سلمان باہر آتا ہے۔)

سلمان: ابا پھر آپ نے مجھے نہیں جگایا اور خود چارپائی اٹھائی۔

ماسٹر: میں نے تو تجھے اس وقت بھی نہیں جگایا سلمان جب تجھے دوائی پلانا ہوتی تھی۔

سلمان: تب تو میں چھوٹا تھا ابا......

ماسٹر: وہ تو ٹھیک ہے بھائی لیکن میرے لیے تو کبھی بھی بڑا نہیں ہوا۔

(اب یہ دونوں چھوٹے سے برآمدے میں کھڑے ہیں۔ایک ستون جس پر لالٹین لٹک رہی ہے تیز بارش اور ہوا میں ہلکورے لیتی۔ لالٹین کی بتی جل بجھ رہی ہے۔بادل کی آواز سپر امپوز کیجیے)

سلمان: ابا اب آپ کو اپنا سارا بوجھ جسمانی' معاشی' جذباتی سارا...... مجھ پر ڈالنا چاہیے۔ جب بیٹے کا جوتا باپ کے برابر ہو جائے تو پھر رولز بدل جاتے ہیں۔

ماسٹر: ویسے تو ہر شخص کے لیے اولاد اور مال فتنہ ہے سلمان لیکن کچھ والدین ساری محبتیں چھوڑ کر دل میں جھاڑو بہارو پھیر کر اللہ کے لیے جگہ خالی تو کرتے ہیں پر پھر اس میں اولاد کا بت اتر کر بیٹھ جاتا ہے؟

سلمان: (کندھے پر ہاتھ رکھ کر) ابا مایوسی کی باتیں نہ کیا کر......

ماسٹر: پتہ ہے پھر کیا ہوتا ہے؟

سلمان: جی۔

ماسٹر: جس کے دل میں ماسوا اللہ ہوتاں...... خاص کر اولاد کا بت' تو وہ آدمی دبو ہو جاتا ہے۔ ہر وقت خوفزدہ رہتا ہے...... ڈرتا ہے ہر تبدیلی سے...... اسے ہر شکل میں...... اولاد نظر آتی ہے ہر واقعہ ہر سانحہ اولاد کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ پڑا

کتنا پیار ہے اولاد کا......

سلمان: وہم نہ کیا کر ابا۔

ماسٹر: امیر آدمی دولت کی کمی سے ڈرتا ہے سلمان...... روز اپنی چیک بکیں' اکاؤنٹ رجسٹر بہی کھاتے' بچا گھٹا دیکھتا ہے مال پونجی اسے جینے نہیں دیتی...... کبھی سٹاک ایکسچینج پر شیئرز کو دیکھتا ہے کبھی...... سونے کا بھاؤ پتہ کرتا ہے...... کبھی ڈالر کی قیمت معلوم کرتا ہے۔

سلمان: تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا ابا......

ماسٹر: حریص کو حریص کی خبر ہوتی ہے سلمان۔ ایک لالچی دوسرے لالچی کی کارروائیوں کو خوب جانتا ہے...... کہیں جو دو چار بچے ہوتے تو شاید میں بچ جاتا۔ پر اب تو......

سلمان: تیرے تو سارے انڈے ہی ایک ٹوکری میں ہیں ابا۔ اب چل کر سو جائیں۔
(لاڈ سے باپ کے کندھے پر سر رکھتا ہے اور کمر میں بازو حمائل کر کے اندر لے جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ گاتا ہے)

پانچ پہر دھندے گیا...... تین پہر رہا سوئے
ایک پہر ہری نام نہ جپا' مکتی کہاں سے ہوئے؟

(جس وقت سعد سلمان یہ بانی کبیر جی کی گاتا ہوا اندر جا رہا ہے زور کی بجلی کڑکتی ہے جس میں سارا آنگن روشنی میں ڈوب جاتا ہے۔ رسی پر کپڑے لٹک رہے ہیں۔ چولہے پر ہانڈی دھری ہے سب پر بارش پڑتی ہے۔ کتا ستون کے ساتھ بندھا ہے۔)

(کٹ)

سین 3 ان ڈور
(رات) (منصور ملنگی کا گھر)

(بارش کا شور۔ کبھی کبھی کھڑکی میں بجلی کڑکتی نظر آتی ہے۔)

منصور: اور تیرا کیا خیال ہے ہم دونوں بڈھا بڈھی مرن کنارے تیری راہ دیکھتے مر جائیں۔

جانوں: (کچھ کپڑے گٹھڑی میں باندھ رہا ہے۔) ہمیشہ کے لیے تھوڑی جارہا ہوں ابا...... تو خود بتا یہاں شاہلاکوٹ میں زیادہ سے زیادہ کیا کرلوں گا؟

ماں: آج تو رہنے دے ناں...... دیکھ تو کتنی بارش برس رہی ہے...... لگتا ہے سیلاب آئے گا۔

منصور: بدشگونی کی باتیں نہ کر ہاجراں۔

جانوں: ابا ایک وعدہ کر......

منصور: کیا؟

جانوں: بس تو وعدہ کر پہلے۔

منصور: پھر بھی...... بتا تو سہی کچھ۔

جانوں: جب میں یہاں سے چلا جاؤں تو...... تو اماں کے ساتھ کھروی بات نہ کرنا...... کڑوی دُکھ والی بات!

منصور: بیوقوف...... اب اور کون میری کڑوی بات سہارے گا؟ جوانی میں کسی نے منصور ملنگی کی دھونس نہ سہی تو اب کون سہارے گا مجھے؟...... ذرا خوشامد سے ہٹ کر بولوں تو لوگ کتے کی طرح پڑ جاتے ہیں۔

ہاجرہ: اچھا یہ پرانے گنے چھوڑ منصور...... کاکے کو کچھ پیسے دے دے پتہ نہیں لہور جا کر کب روزی لگے۔

منصور: لے بھائی...... یہ بچاسی روپے ہیں میرے پاس...... جب دینے جوگا ہو جائے تو موڑ دینا...... نہیں تو بخشے۔

ہاجرہ: (غصے سے) دینے سے پہلے واپسی کا پکا کرلیا کر ساھوکارا...... کمال ہے میں تجھے چودھرائن سے لادونگی...... مری نہ جا۔

منصور: لے بھائی دیکھ لے...... اب تو گلیوں کے کتے بھی پڑ جاتے ہیں منصور ملنگی کو...... جانتے ہیں بڈھے کی ٹانگیں کمزور ہیں کہاں تک لے بھاگیں گی۔

جانوں: (گٹھڑی کھول کر) لو...... بھائی تو میں نہیں جاتا...... تو ایسی بجھی بجھی باتیں نہ

کیا کراما۔

منصور: جو سر میں شہنائی میں بجایا کرتا تھا ناں جان محمد...... وہ سارے کے سارے میرے اندر چھپے بیٹھے تھے...... اب وہ نکلتے ہیں تو لوگ سمجھتے ہیں منصور ملنگی بڈھا ہو گیا ہے جان چھوڑ گیا ہے کملے لوگ...... یہ سارے سُر تو ہمیشہ سے اندر تھے سدا ساتھ تھے...... اب تو سُروں کی آنکھیں کھلی ہیں بلونگڑوں کی۔ اب باہر نکلے ہیں۔

(زور سے بجلی چمکتی ہے کھڑکی میں روشنی کا تختہ نظر آتا ہے پھر جلا تھل بارش اترتی ہے۔)

اماں: کل چلا جائیں جان محمد اس بارش میں کہاں جائے گا پکی سڑک تک......

جانوں: تو نہ روک بے بے...... جب تو روک دیتی ہے تو پھر سارا کچھ رُک جاتا ہے۔

اماں: اچھا...... جا پھر۔

منصور: رولے......رولے...... آنکھوں میں نہ ڈک ہا جراں...... جو آنسو اندر گریں تاں ان کی جھلار زیادہ ہوتی ہے۔ بنیادیں ڈھا دیتے ہیں۔

(جان محمد گٹھڑی کو دبا کے گانٹھ دیتا ہے۔ بجلی پھر کڑکتی ہے۔)

(کٹ)

سین 4بی ان ڈور

(جبار چودھری کا کمرہ (رات)

(یہ چودھری کا خوبصورت سادیہاتی کمرہ ہے دیوار پر کئی قسم کی بندوقیں لٹک رہی ہیں۔ چودھری دبدے کے ساتھ ایک بندوق صاف کرنے میں مشغول ہے۔ سرفراز چودھری بڑے اطمینان سے یوں بیٹھا ہے کہ اس کے پاؤں چودھری جبار کے تخت پوش پر ہیں۔ وہ چھوٹے سے ریڈیو میں Cells بدلنے کے عمل میں ہے۔)

سرفراز: ابا...... یہ تو کیوں بندوقیں صاف کرتا رہتا ہے...... کس لئے۔

چودھری: تو تیرے دادے کی بندوقوں کو زنگ لگ جائے۔

سرفراز: کیوں رکھیں ہیں تو نے اتنی ساری بندوقیں پستولیں......

چودھری: شکار کے لئے۔

سرفراز: کبھی شکار پر تو گیا نہیں تو؟

چودھری: دبدبے کے لئے ہوتی ہیں بندوقیں پستولیں۔ چودھریوں کا مان گمان زیور گہنہ ہتھیار ہی ہوتے ہیں۔

سرفراز: گاؤں میں سارے تجھے پیار کرتے ہیں۔ تجھے دبدبے کی کیا ضرورت ہے۔

چودھری: پیار کا کوئی اعتبار نہیں پترا پتہ نہیں کب کرنے والا چھوڑ دے۔ دبدبہ بندے کو باندھ کر رکھتا ہے چاہے کچھ نہ کہے۔

سرفراز: بابا یعقوب کتانی تو کہتے ہیں عاجزی اللہ کو پسند ہے۔

چودھری: تو ان کے ڈیرے پر کم جایا کر سرفراز چودھری۔

سرفراز: کیوں جی......

چودھری: جوانی میں اللہ کی لو لگ جائے تو پھر آدمی دنیا کے کام کا نہیں رہتا......

سرفراز: بابا کتانی کہتے ہیں تقویٰ کا بیج بچپن میں...... پودا جوانی میں اور درخت درمیانی عمر میں لگتا ہے۔

چودھری: اور پھل۔

سرفراز: حضرت کہتے ہیں تقویٰ کا پھل اگلے جہاں کے لیے ہے...... وہاں لگے گا۔

چودھری: اوئے رہنے دے یعقوب کتانی کو...... وہ تو چاہتا ہے سارے زمانے کے مرد اس کی طرح لولے لنگڑے ہو جائیں۔

سرفراز: ابا تو یہ ساری بندوقیں واپس کردے تھانے...... مال خانے میں جمع کرادے۔

چودھری: بیوقوف تیرے دادے کی نشانی...... مال خانے کیوں جمع کرادوں۔

سرفراز: ابا مجھے ان بندوقوں سے بڑا ڈر لگتا ہے جب کسی ملک کے پاس زیادہ اسلحہ ہوتاں تو وہ جنگ ضرور کرتا ہے۔ گھر میں ہتھیار ہو تو استعمال کرنا ہی پڑ جاتا ہے...... ماچس ہو تو آگ جلتی ہے اُس سے گھر میں پرانی بوتلیں رکھ کر دیکھ لے کچھ نہ کچھ ڈالنا ہی پڑ جاتا ہے۔ ساری بھر جاتی ہیں۔ کسی کو دے ڈال یہ سارے ہتھیار......

(چودھری حیرانی سے اُس کا چہرہ دیکھتا ہے اس وقت کمرے میں کھلنے
والا دروازہ تیز ہوا سے کھلتا ہے۔ ہوا میں پردے دور تک اڑتے ہیں۔
باہر شاداں تار سے کپڑے اتارتی ہے۔ بجلی بڑے زور سے کڑکتی ہے
اور بارش کا ایک ریلا کمرے کے اندر آتا ہے۔)

(کٹ)

سین 5 — آؤٹ ڈور

(صبح کا وقت) — (شاداب ملک سپلائی)

(صبح کا سہانا وقت۔ درختوں پر پرندے جو اوٹہ پہلے دکھا چکے ہیں
وہیں اب ایک وین ملک سپلائی کے لیے تیار کھڑی ہے قریب منشی جی
اور نازو یہ کھڑے ہیں۔)

نازو: منشی جی آپ ذرا لوگوں کی عزت نفس کا خیال رکھا کریں...... یہ جو آپ گالیوں
سے ورکرز کو نوازتے رہتے ہیں ان سے بڑی دل شکنی ہوتی ہے ان کی۔

منشی: گالی کے علاوہ یہ اور کوئی زبان ہی نہیں۔ بی بی سمجھتے یہ لاتوں کے بھوت ہیں جی
باتوں سے نہیں مانتے۔

نازو: آپ کبھی دوسرا طریق کار بھی آزما دیکھیں ان پر ذمہ داری ڈالیں...... اعتبار
کریں...... شاباش دے کر دیکھیں۔

منشی: یہ شہری ٹوٹکے ہیں جی گاؤں میں یہ نہیں چلتے۔

نازو: لاہور والی وین تیار ہے۔

منشی: بالکل جی۔

نازو: کونسا ڈرائیور ہے۔

منشی: مختار جا رہا ہے آج علی محمد کو تو پچھلے ہفتے سے بخار ہے۔

نازو: اسے کہیں مجھے راستے میں گھر چھوڑتا جائے۔

(اس وقت وین سٹارٹ ہوتی ہے اور منشی بھاگ کر وین کی طرف جاتا

ہے دین ناز و کی طرف مڑتی ہے۔)

(کٹ)

سین 6 آؤٹ ڈور

صبح کا وقت (سکول)

(سکول میں یہ ایسی جگہ ہے جہاں سے سکول کی بیرونی سڑک نظر آتی ہے۔ اسی سڑک پر جانوں ڈھول بجاتا آیا تھا۔ اس وقت سکول کے دالان میں بیس بائیس بچے جو چھوٹی عمر سے لیکر بڑی عمر یعنی پندرہ سالہ برس تک ہیں۔ دو تین قطاروں میں سامنے بیٹھے ہیں ماسٹر موسیٰ اور ماسٹر مستقیم سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک بڑا لڑکا اور ایک پانچ چھ برس کا بچہ کھڑا ہے۔ سب دُعا میں شریک ہیں۔ دور کھڑا جانوں ڈھولیا دعا میں ڈھول کی تنک ملاتا ہے۔)

دونوں بچے: لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

سب: لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

دونوں: دُور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے

سب: دُور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے

دونوں: ہر جگہ میرے چمکنے سے اُجالا ہو جائے

(اس دوران جب بچے دُعا گا رہے ہیں سلمان اُن سے کچھ ہٹ کر گزرتا ہے۔ سلمان کچھ مصروف نظر آتا ہے اُس کے ہاتھ میں کچھ بڑے چھوٹے لفافے ہیں۔ جنہیں وہ دیکھتا جا رہا ہے۔)

(کٹ)

سین 7 آؤٹ ڈور
صبح (سکول سے ملحق سڑک)

(شاداب ملک سپلائی کی وین آرہی ہے اس میں نازو اور ڈرائیور بیٹھے ہیں۔ ذرا سوپر امپوز کیجئے جہاں سے سکول کا دالان نظر آتا ہے وہاں آکر وین کا پچھلا پہیہ پنکچر ہو جاتا ہے۔ ڈرائیور اتر کر پچھلا پہیہ دیکھتا ہے نازو بھی اتر کر پہیئے کو دیکھتی ہے۔)

(کٹ)

سین 8 آؤٹ ڈور
صبح (سکول کا دالان)

(سعد سلمان خط دیکھتا ہوا سکول کی بیرون سڑک کی جانب بڑھتا ہے۔)

(کٹ)

سین 9 آؤٹ ڈور
صبح (سڑک)

(وین کھڑی ہے ڈرائیور جیک لگا رہا ہے قریب ہی نازو کھڑی ہے۔ سعد سلمان آتا ہے۔)

سلمان: آپ یہاں کھڑی ہیں؟

نازو: پہیہ پنکچر ہو گیا ہے ابھی بدلا جائیگا۔

سلمان: اتنی دیر اندر آجایئے۔

نازو: یہ قریب ہی تو ہمارا گھر ہے پیدل بھی جا سکتی ہوں......

سلمان: اُس سے نزدیک تو ہمارا غریب خانہ ہے۔

نازو: آپ کہاں جا رہے تھے۔

سلمان: ڈاک خانے......ایک ڈرافٹ تیار کیا تھاBricklayerوالوں کے لیے وہ بھیجنا تھا رجسٹرڈ۔

نازو: ڈاک خانے اتنی دُور پیدل؟

سلمان: اچھا خوشگوار موسم ہے بڑی اچھیWalk رہے گی۔

نازو: جی نہیں......کافی گرمی ہے آپ وین میں جائیں گے۔

سلمان: آپ کو تکلیف ہو گی۔

نازو: جی نہیں...... آپ وین لے جائیں میرا گھر قریب ہے۔

سلمان: تھینک یو......اندر آجایئے۔

نازو: پھر کبھی سہی...... پہیہ تو بدلا گیا۔

(سلمان پیچھے جا کر وین میں چڑھتا ہے۔نازو پیدل جاتی ہے۔)

ڈزالو

سین 10 ان ڈور

دن (چودھری جبار کا گھر)

(نازو اور چودھری سرفراز بیٹھے ہیں۔ دونوں میں بیت بازی چل رہی ہے۔

نازو: ہر اک صدا جو ہمیں بازگشت لگتی ہے
نجانے ہم ہیں دوبارا کہ یہ دوبارا ہے

سرفراز: یورشِ یاد وہی ہے دلِ ناشاد وہی
اور پھر چاروں طرف کوچۂ برباد وہی

نازو: یارب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو
یہ محشر خیال کہ دنیا کہیں جسے

سرفراز: لے لے لے یاد آیا......

یاد ہے تجھ کو بات برسوں کی
جب نشے میں تجھے خبر نہ رہی

نازو: یہ کرم یہ لطف یہ بندہ نوازی کس سے ہو؟
مجھ سے نالائق کی ایسی سرفرازی کس سے ہو؟

سرفراز: وہی ادھر ہے وہی ادھر ہے وہی زبان پر وہی نظر میں
جو جاگتا ہوں تو دھیان میں ہے جو سو گیا ہوں تو خواب میں ہے

نازو: یہاں جتنے بھی لمحے جا رہے ہیں
بدن کی راکھ بنتے جا رہے ہیں

سرفراز: نہ جانے کس لیے لگتا ہے مجھ کو
کہ شہروں سے پرندے جا رہے ہیں

نازو: نہ شرم ہے کوئی نہ لاج
ہوا ہے آتشیں مزاج

(سرفراز اور نازو اس طرح بیت بازی کرتے ہیں کہ دونوں کے ہاتھ میں تاش کے پتے ہیں۔ جب ایک شعر پڑھتا ہے تو میز پر دھرے پتوں پر اپنا پتہ رکھتا ہے اور جلدی سے شعر پڑھتا ہے۔ جب یہ دونوں بیت بازی میں مصروف ہیں۔ چودھرائن مریم ہاتھ میں ٹرے اٹھائے آتی ہے اور ان کی پشت کی طرف رُکتی ہے وہ حیران ہے کہ یہ دونوں کس مشغلے میں گم ہیں۔ رضیہ لنگڑی پاس آکر چائے کا ٹرے رکھتی ہے۔)

(کٹ)

سین 11 — ان ڈور
رات — (نازو اور اماں)

(نازو اس وقت سونے کے قریب ہے۔ اُس کا سر مریم کی گود میں ہے جو اُس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی ہے۔)

نازو: لے اماں تو بھی عجیب ہے اتنی بے وفائی کی ابا نے تیرے ساتھ ...... اب بھی تو

اُسے ہی یاد کرتی ہے۔

مریم: اوّل تو اُسے یاد کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ پھر نازو وہ اچھا ہی اتنا تھا۔

نازو: کیا اچھا تھا؟ بتا ناں کیا اچھا تھا۔

مریم: شاداب کو ڈاکٹری کی طرف مائل کیا۔ تجھے شعر یاد کرائے...... مجھے کبھی غصے کی نظر سے نہیں دیکھا...... اچھا نہیں تو اور کیا تھا......

نازو: رہنے دے اماں...... تجھے آدمی کو جانچنا ہی نہیں آتا۔

مریم: تجھے آتا ہے؟

نازو: ہاں کچھ کچھ......

مریم: کسی کو اپنی وجہ سے 'اپنے فائدے کے لئے اپنی غرض کو سامنے رکھ کر اچھا بُرا نہیں سمجھتے...... بس یہ دیکھو وہ دوسروں کے لئے کیا ہے تیرے ابے نے شاہلا کوٹ میں سکول کھولا...... یہ جو ماسٹر موسیٰ ہے ناں اس کی زمین تھی وا ہی بیجی کیا کرتا تھا موسیٰ...... تیرے ابے نے اس کی زمین مہنگی خرید کر اسے وہیں...... اپنی زمین پر سکول بنا دیا...... کبھی چودھری عبدالجبار ایسا کر سکتا ہے۔ چودھری عبدالغفار کی کوئی ریس نہیں۔

(ماسٹر موسیٰ کا ذکر آتے ہی نازو اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے اور توجہ سے بات کرتی ہے۔)

مریم: اب یہ بات کسی سے کرنی نہیں نازو...... میرا وعدہ ہے تیرے باپ سے۔

نازو: بھگوڑے باپ کی بات بھی ماننے جا رہی ہے اماں ہیں اماں؟

مریم: وہ بھگوڑا نہیں تھا نازو بس اور قسم کا آدمی تھا۔

نازو: اور قسم کا؟

مریم: ایسا آدمی جو تلاش میں ہوتا ہے روشنی کی تلاش میں 'بہتر چیز کی تلاش میں...... یہاں رہا تو...... گاؤں والوں کے لئے تعلیم تلاش کرتا رہا...... پتہ نہیں کیوں اُسے جنون ہو گیا تھا پڑھائی کا۔ شاداب کو دھکے دے دے کر شہر بھیجا...... ڈاکٹری پڑھائی۔ تجھے بھی ڈاکٹرنی بناتا اگر میں اجازت دیتی۔

نازو: سچی اماں؟

مریم: پتہ نہیں اُس کے ساتھ کس بھکیلے میں چلا گیا۔

نازو: کس کے ساتھ اماں۔

مریم: تیرا ابا کمال کا نیزے باز تھا...... تجھے تو پتہ ہی ہے نازو...... آنکھیں بند کر کے کلی اڑا لے جاتا تھا۔ لاہور گیا مویشیوں کے میلے پر...... مجھے خبر ملی کہ اُسے نیزہ بازی کا پہلا انعام ملا...... بس وہاں سے وہ واپس نہیں آیا......

(Dissolve)

(ہارس اینڈ کیٹل شو کا ایک بھرپور منظر جس میں نیزہ باز کلے اکھاڑے جاتے ہیں اس منظر پر ماں کی آواز اناؤنسر کی آواز پر سوپر امپوز ہوتی ہے پہلے اناؤنسر کی آواز آتی ہے۔)

آواز اناؤنسر: اس مرتبہ شاہلا کوٹ کے چودھری عبدالغفار پیش پیش ہیں۔ یہ وہی چودھری عبدالغفار ہیں جو پچھلے سال دوسری جگہ پر آئے تھے...... چودھری عبدالغفار دس مربعوں کے مالک ہیں اور شاہلا کوٹ کو انہوں نے لاہور بنانے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ ہر سال بیساکھی کے موقع پر شاہلا کوٹ میں نیزہ بازی کے علاوہ کبڈی، پہلوانی، سائیکل ریس بھی زور شور سے منائی جاتی ہے...... وہ لیجئے چودھری عبدالغفار پیش پیش ہیں۔ ایک ہی بار میں کلا لے گئے......

(اناؤنسر کی آواز فیڈ آؤٹ ہوتی ہے آہستہ آہستہ ماں کی آواز سوپر امپوز کیجئے۔)

مریم: بس...... جس سال تو نے آٹھویں کی...... شاداب میڈیکل کے دوسرے سال میں ہوا...... جس سال چودھری عبدالغفار نے نیزہ بازی میں پہلا انعام لیا...... پھر شاہلا کوٹ نے اُس کی شکل نہیں دیکھی۔ پتہ نہیں اُس کے ساتھ کہاں چلا گیا کوئٹہ چلا گیا کہ کراچی...... جتنے منہ اتنی باتیں۔

(ڈزالو)

نازو: کس کے ساتھ چلا گیا۔

مریم: بتاتے ہیں سواروں کی پریڈ کے سامنے ایک ناچنی سلامی کرتی ناچتی آئی تھی
چودھری عبدالغفار نے پتہ نہیں اس میں کیا تلاش کر لیا؟

نازو: چاچا نہیں گیا ابے کو منانے۔

مریم: گیا تھا دو تین بار...... تیرے ابے نے واپس آنے سے انکار کر دیا...... پھر وہ غائب
ہی ہو گیا ناچنی کے ساتھ...... پتہ نہیں کراچی گیا کہ کوئٹے۔ سنتے ہیں بلوچستان
کے پہاڑ بھی کراس کر گئے دونوں۔

نازو: تو مجھے بھیجتی ماں...... وہ ناچنی کو بھول کر بیٹی کے ساتھ آجاتا واپس...... اپنے
گھر۔ اپنے گاؤں اپنے شاہلا کوٹ۔

مریم: تب تجھے اتنا ہوش کہاں تھا نازو......

نازو: پر...... پر اماں...... سارے مربعے...... پیسہ تو...... تو یہاں تھا ابا کیا کرتا ہو گا۔
روپے پیسے کے بغیر......

مریم: اسی لئے تو کہتی ہوں نازو تیرے ابے کی ریس نہیں...... تین کپڑوں میں چلا گیا
بیچارہ بڑا خیال کیا میرے شاداب کا...... نازو کا چودھری عبدالغفار جیسا کوئی
ہو سکتا ہے جہاں رہے خوش رہے تتی ہوا نہ لگے چودھری عبدالغفار کو...... سکھ
وسے چودھری...... سارے سکھ مجھے دے گیا نازو کوئی جمیا ہے تیرے باپ جیسا۔
(آنسو ماں کے چہرے پر گرتے ہیں۔ نازو اپنے دوپٹے کے پلے سے
آنسو پونچھتی ہے۔ رضیہ آتی ہے پھر چپ چاپ لوٹ جاتی ہے۔)

سین 12 آؤٹ ڈور
دن کا وقت (حویلی)

نازو: میں...... میں نے کیا کیا ہے؟

سرفراز: پتہ نہیں کیوں مجھے وہم ہو چلا ہے کہ نازو کہیں اندر ہی اندر تم بدل گئی ہو...... یہ
ساری تاخیر تمہاری وجہ سے ہو رہی ہے۔

نازو: میرے بدل جانے کا کوئی ثبوت۔

سرفراز: میرے اندر کا گمان۔ میرے وہم...... میرے اندیشے میری حماقتیں۔

نازو: اگر میں تمہیں یقین دلاؤں کہ اب ہماری شادی میں کوئی چیز حائل نہیں ہو گی تو مجھے معاف کر دو گے؟

سرفراز: اگر یہ شادی نہ بھی ہو سکی تو بھی میں تمہیں قصوروار نہیں سمجھوں گا۔

نازو: کمال ہے...... گلہ بھی مجھ سے ہے اور قصوروار بھی میں نہیں ہوں۔

سرفراز: اسی کو تو مجبوری کہتے ہیں...... یہی تو مشکل ہے کیا تم نے کبھی یہ محسوس کیا ہے کہ جسے مار ڈالنے کی آرزو ہو اس کے بغیر زندہ بھی نہ رہا جا سکے۔

نازو: (لمبا سانس لیتی ہے)

سرفراز: مجھے کہیں چھپا لو نازو...... اپنے آنچل میں، اپنے سائے میں، اپنے نہاں خانہ دل میں۔ مجھے اپنی ہر آن بدلتی ہوئی طبیعت سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ بہت خوف آتا ہے۔ پتہ نہیں میں اس کے ہاتھوں کیا کر بیٹھوں۔

(سرفراز بستر سے اتر کر زمین پر گھٹنے ٹیکتا ہے اور نازو کے زانوں پر سر رکھ دیتا ہے۔ وہ پیار سے اس کے بالوں میں کنگھی کرتی ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین 13 | آؤٹ ڈور
دن کا وقت | (حویلی حویلی)

(سعد سلمان ایک پرانی حویلی میں۔ یہ حویلی مغلیہ دور یا سکھوں کے عہد حکومت کی نشانی ہے۔ جگہ جگہ شکستہ حالت میں نظر آتی ہے۔ سعد سلمان نے ایک ستون کے ساتھ راکی کو زنجیر سے باندھا ہوا ہے۔ ایک دریچے سے کیمرہ کھلتا ہے نازو کی وین سڑک کے کنارے چھاؤں میں کھڑی ہے۔ ڈرائیور بیڑی پی رہا ہے اور کچھ فاصلے پر حویلی نظر آتی ہے۔)

(کٹ)

سین 13 — آؤٹ ڈور
وہی وقت — (حویلی)

(حویلی کا ایک خوبصورت مقام جس سے اندر کا دالان اوپر برآمدہ دروازے جھجے محرابیں دکھانے کے بعد کیمرہ دوبارہ کتے پر آتا ہے وہ زنجیر سے بندھا ہے اور شریفانہ طور پر سو رہا ہے۔ پھر کیمرہ دکھاتا ہے کہ سعد سلمان ایک خوبصورت کمرے کی پیمائش کر رہا ہے۔ نازو کے ہاتھ میں لوہے کا وہ ٹیپ ہے جو دبانے پر خود بخود باہر نکلتا ہے۔ وہ ٹیپ نکالتی ہے اور سلمان ٹیپ پکڑ کر دیوار تک جاتا نازو دوسری دیوار کے ساتھ ٹیپ لگاتی ہے دیکھ کر کہتی ہے۔)

نازو: سولہ فٹ۔

سلمان: اور کتنے Centimeter

نازو: تین ہیں کہ چار دیکھئے سعد سلمان۔

سلمان: ٹھہریئے آپ ادھر آئیے۔

(نازو کے ہاتھ سے ٹیپ لیکر شوک اندر کرتا ہے۔ اب ٹیپ سلمان کے ہاتھ میں ہے اور نازو اسے دوسری جانب دیوار تک لے جاتی ہے۔ سلمان ٹیپ دیکھ کر اسے ڈبیا میں واپس لاتا ہے اور پیمائش لکھتا ہے۔ ساتھ مغلیہ آرکیٹکچر پر باتیں کرتا ہے۔ نازو کو کچھ سمجھاتا جاتا ہے کہ یہ حویلی کس طرح بنی اور اس کے کونسے بنیادی گر ہیں۔)

سین 15 — آؤٹ ڈور
حویلی کے قریب — دن کا وقت

(چودھری سرفراز اور چودھری عبدالجبار دونوں باپ بیٹا گھوڑوں پر سوار حویلی کی جانب آرہے ہیں۔ دونوں سڑک پر ہیں اس

طرح کہ Van نظر نہیں آتی۔)

عبدالجبار: میرا خیال ہے جواتاں اس حویلی کی مرمت کرا کے تاں تیری شادی کے بعد اس میں رہائش ہو تیری۔

سرفراز: دنیا بیٹوں کو آگے لے جاتی ہے ابا تو مجھے پیچھے لے جا......

عبدالجبار: ایسی حویلی تو اب بن ہی نہیں سکتی کاکا...... پرکھوں کی نشانی ہے۔

سرفراز: اب حویلیوں کی رہائش کہاں ابا......

(وہ باتیں کرتے آگے نکل جاتے ہیں۔ وین کو کراس کرتے ہیں لیکن دونوں کو یہ Van نظر نہیں آتی۔ آگے نکل جاتے ہیں۔ چند ثانیے بعد سعد اور نازیہ آتے ہیں۔)

سلمان: بہت بہت شکریہ لفٹ کا بھی اور پیائش کرانے کا بھی۔ میں ابھی زیادہ جھک نہیں سکتا۔

نازو: مجھے جلدی تھی ورنہ کچھ اور کام کروادیتی۔

سلمان: شکریہ خدا حافظ۔

نازو: خدا حافظ۔

(سلمان واپس حویلی کی طرف جاتا ہے اور نازو سڑک پر وین میں اس جانب واپسی کرتی ہے جدھر سے سرفراز اور عبدالجبار گھوڑوں پر آئے تھے۔ جب تھوڑی دیر وین سڑک پر رواں ہوتی ہے تو نظر آتا ہے کہ باپ بیٹا دونوں گھوڑوں پر آتے ہیں۔ اب تک سلمان حویلی میں جا چکا ہے۔ نہ سرفراز وین کو جاتے ہوئے دیکھتا ہے نہ نازو ہی سرفراز کو دیکھ پاتی ہے۔)

عبدالجبار: اتر بچو!......اتر کے دیکھ تو سہی تیرے پچھلے کتنی نایاب چیز چھوڑ گئے ہیں تیرے لئے۔

سرفراز: میری دیکھی ہوئی ہے ابا۔

عبدالجبار: کئی بار دیکھی ہوئی چیز دیکھی نہیں ہوتی کاکا۔

(دونوں گھوڑوں سے اترتے ہیں۔)

(کٹ)

شاہلا کوٹ (5)

کردار

جانوں ڈھولیا
داؤد سرودھی
چودھری عبدالجبار
چودھری سرفراز
ماسٹر موسیٰ
سعد سلمان
منظور: مزارعہ
مزارعہ:
مزارعہ:
انجم: چیئرمین آرٹ اینڈ کلچر

نازو:
مریم: سرفراز کی چاچی
رابعہ: سرفراز کی ماں
بشاداں: رابعہ کی نوکرانی
زینب
ستاں } چودھرائن مریم کی نوکرانیاں
رضیہ
خاتون: فیشن ایبل
لڑکی: ماڈرن

سین 1 . ان ڈور

شام کا وقت (دالان)

(نازو کے گھر کا دالان۔ کھلی جگہ۔ نازو ایک جانب شٹل کاک کو ریکٹ کے ساتھ اچھالنے میں مصروف ہے۔ دالان کے درمیان کوئی لڑکی ستاں اور مزارع کی بیٹی زینب کیکلی ڈالنے میں لگی ہوئی ہیں۔ ان کے بھاری موباف ڈور تک جا رہے ہیں اور کیکلی بہت تیز ہے۔ رضیہ اور چودھرائن مریم اندر سے آتی ہے۔)

مریم: (گنتے ہوئے) بارہ تیرا...... چودہ پندرہ...... ستاں توبہ توبہ...... توبہ زینب تو بالڑی ہے۔ ادھر نظروں سے اوجھل ہو جاؤ تو سارا آوا ہی اوت جاتا ہے۔

ستاں: (کیکلی روکتے ہوئے) بی بی جی ہم تو نازو بی بی کا دل لگا رہے تھے......

مریم: کیوں نازو کو کیا ہوا ہے خیر ی میری......

زینب: بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھیں جی...... کتاب تو آدمی اسی وقت پڑھتا ہے ناں جب دل اداس ہو۔

مریم: بدشگونی کی باتیں نہ کیا کرو۔ خواہ مخواہ ستاں تو جا کر بیٹھک میں سے چودھری صاحب کو بلا کر لا...... اور تو زینب جو اندر کھلارا ڈال آئی ہے ناں سوکھے شلغموں کا وہ چل کر سنبھال...... سارے کام آدھے کیا کرو خیر سے برتن دھو لئے...... جوڑے کوئی اور بو کر پھیر لی کوڑا کوئی اور اٹھائے۔ آٹا گوندھ کے رکھ دیا۔ روٹیاں کسی اور کے ذمے اناں...... پور یتو...... فٹے منہ۔

(دونوں ڈھیلا سامنہ کر کے اندر کی طرف جاتی ہیں۔)

نازو: (ریکٹ ایک طرف رکھتی ہے اور ماں کے پاس آتی ہے۔) اماں تجھے جھڑکتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔

مریم: ڈر کیسا؟

نازو: کبھی کسی کے دل کا موسم کیسا ہوتا ہے کبھی کیسا؟

مریم: تو منشی کو کچھ نہیں کہتی؟

نازو: یہ بھی ٹھیک ہے...... لیکن اماں قصور سے کم کہتی ہوں......

مریم: یہ بھی تیرا خیال ہے۔

نازو: ہاں یہ بھی ٹھیک ہے اماں ابھی ابھی ناں میں کھڑکی میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی...... یہ ستاں آئی...... پہلے مجھے باتوں میں لگایا جب میں نے توجہ نہ دی تو پھر یہ شٹل کاک ریکٹ لے آئی......اسے کیا پتہ یہ اکیلے کھیلنے والا کھیل نہیں۔

مریم: تو دوسرا ابھی آجائے گا۔ اس شاداب نے سارا وخت ڈال رکھا ہے۔

نازو: اچھا ہی کیا ہے شاداب بھیا نے مجھے کچھ سوچنے کا وقت دے دیا ہے۔

مریم: ایک تو تیری باتیں مجھے سمجھ نہیں آتیں نازو ساری رج کھانے کی مستی ہے۔ تندرستی لڑتی ہے تجھے زیادہ رزق لڑ گیا ہے تجھے۔

نازو: یہ بات نہیں ہے میری جان اماں...... آدمی کو پتہ ہونا چاہیے وہ کیا چاہتا ہے کیوں چاہتا ہے...... وہ کیا ہے۔ (جھجھی ڈالتی ہے)

مریم: چھوڑ مجھے کملی...... بیوقوف۔

نازو: ابھی میں ایک نظم پڑھ رہی تھی اماں جانی......مائی سویٹ بے بے تو میرے ساتھ بیت بازی تو نہیں کر سکتی نظم تو سن سکتی ہے ناں؟ (نظم پڑھتے ہوئے)

ایک عبارت اور دوسری عبارت میں کیا فرق ہوتا ہے

کیا معانی مختلف ہوتے ہیں

کیا لفظ جداگانہ ہوتے ہیں

یا ان میں کوئی ایسی شے الگ تھلگ ہوتی ہے

جس کا ہم ابھی تک اندازہ نہیں کر پائے؟

مریم: (ماتھا پیٹنے کے انداز میں) ہائے ہائے نرا پُرا باپ نری پُری چودھری عبدالغفار وہ بھی مجھے ایسے ہی کبت سنایا کرتا تھا...... شاداب باپ پر چلا جاتا...... وختاں ماری بچی نے باپ کا جنجال ڈال لیا گلے میں وہی مہاندرا...... وہی بیٹھنا اٹھنا...... وہی اللہ ماری ناشکری (رضیہ آکر ادھر ادھر سے چیزیں اٹھاتی ہے۔)

(کٹ)

سین 2 آوٹ ڈور
دن (گلبرگ۔ لبرٹی)

(پٹرول پمپ پر کاریں تیل ڈلوا رہی ہیں۔ ایک کار میں چیئرمین آرٹ اینڈ کلچر انجم اس وقت اس کی گاڑی میں پٹرول ڈالا جا رہا ہے۔ یہ بیورو کریٹ منہ میں پائپ لئے باہر کھڑا ہے۔ تیل ڈالنے والے کارندے کو پیسے دیتا ہے۔ وہ اسے کچھ نقدی واپس کرتا ہے۔ کار میں بیٹھتا ہے۔ کار چلتی ہے اس دوران جب پٹرول ڈالنے اور پیسے دینے کا عمل جاری ہے پس منظر میں بہت ہلکی آواز میں ڈھول بجنے کی آواز آتی ہے..... کار پٹرول پمپ سے نکلتی ہے اور اس گول دائرے کی جانب جاتی ہے جو نور جہاں کے گھر کے سامنے ہے۔)

(کٹ)

سین 2 آوٹ ڈور
وہی وقت (گول ڈائرہ)

(گول دائرے کے پاس جہاں دو رویہ سڑکیں کلمہ چوک کی جانب سے آتی ہیں انجم کی گاڑی دائرے کے ساتھ ساتھ آتی ہے۔ چند نوجوان بروکیڈ کے کپڑے اور دو طرے والی پیلی پگڑیاں پہنے بیٹھے ہیں۔ یہ تعداد میں پانچ سات سے کم نہیں دو نوجوان کھڑے ڈھول بجا رہے ہیں۔ ایک کار رکی ہوئی ہے اس میں سے ایک خاتون اور ایک نوجوان لڑکی ڈھول والوں کے پاس کھڑی ہے خاتون ہاتھ کے اشارے سے ڈھول والے کو منع کرتی ہے وہ دونوں ڈھول بجانا بند کرتے ہیں۔ اب بیٹھے ہوئے نوجوانوں میں سے داؤ دا اٹھ کر بات کرتا ہے اس کے ساتھ ہی جانوں ڈھولیا بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔)

خاتون: بھئی تم لوگوں کی پارٹی کا لیڈر کون ہے۔
داؤو: جی میڈم...... فرمائیں۔
خاتون: میں بہت جلدی میں ہوں...... پرسوں فنکشن ہے مہندی کا۔
داؤو: جی سرکار...... حاضر ہو جائیں گے۔
خاتون: یہ میرا کارڈ ہے کوٹھی پر پورے پانچ بجے پہنچ جانا ہے......
داؤو: انشاءاللہ جی...... انشاءاللہ......
خاتون: پورے ساڑھے چار بجے آپ سب یہاں تیار ملیں ہمارا پی اے لینے آئے گا۔
داؤو: ہم تو جی سارا دن یہیں ہوتے ہیں۔
خاتون: کوئی گڑبڑ نہ ہو۔
جانوں: ہم شاہلاکوٹ کے بندے ہیں بی بی جی...... ہمارے گاؤں میں گڑبڑ نہیں ہوتی۔
خاتون: اچھا تو پرسوں سولہ تاریخ کو ساڑھے چار بجے۔
داؤو: میڈم کچھ ایڈوانس دے جائیں۔
خاتون: کمال ہے تم ہماری بات کا یقین ہی نہیں کر رہے ہیں میں تمہیں کہہ رہی ہوں۔
داؤو: وہ تو سرکار آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن...... یہ سارے بھوکے ہیں۔
خاتون: They tell such lies ہاں تو یہ ایک ہزار ایڈوانس ہے۔
داؤو: یہ کم ہے میڈم۔
خاتون: بس ٹھیک ہے تو سور...... باقی سب تم ہمارے صاحب کے ساتھ طے کرنا۔
لڑکی: اور ان کا ایک ڈرم ڈکی میں رکھ لو منظور......
داؤو: جی ڈھول کو تو ہم ہاتھ نہیں لگانے دیتے۔
لڑکی: بھئی خوب ایڈوانس لے سکتے ہیں اور سیکورٹی نہیں رکھا سکتے...... ڈھول اٹھاؤ منظور شاباش۔

(منظور ایک ڈھول اٹھا کر ڈکی میں رکھتا ہے۔ کیمرہ اٹھ کر گول دائرے کا منظر دکھاتا ہے۔ چیئرمین آرٹ اینڈ کلچر کی گاڑی پر مرکوز ہوتا ہے اس کی گاڑی داؤو اینڈ پارٹی کے پاس آکر رکتی ہے خاتون اور لڑکی کی

کار جاتی ہے۔ بیوروکریٹ کار سے نکلتا ہے۔ داؤو اُسے سلام کرتا ہے
وہ مربیانہ انداز میں سلام کا جواب دیتا ہے۔)
(کٹ)

سین 4 آؤٹ ڈور
شام کھیت

(کالے گھوڑے پر چودھری سرفراز سرپٹ کھیتوں میں سے
گزرتا جاتا ہے۔ کیمرہ آسماں کی طرف اٹھتا ہے گھر لوٹنے والے کوؤں
کی ایک ڈار آسمان پر جا رہی ہے۔ منظر ڈزالو ہوتا ہے۔)

سین 5 ان ڈور
شام کا وقت (داؤو کا کمرہ)

(جانوں ڈھولیا ایک چھوٹی سی کھڑکی کے سامنے بیٹھا ہے۔ نیچے
چٹائی بچھی ہے اور داؤو بیٹھا ڈھول کس رہا ہے)

داؤو: کن سوچوں میں ہے جان محمد...... جانیاں!
جانوں: کسی سوچ میں بھی نہیں۔
داؤو: پگڑی کو مایا لگالی تھی؟
جانوں: لگالی تھی۔
داؤو: مرا مرا کیوں بول رہا ہے گردن اٹھا کر بات کر (ڈھول ٹکا کر دیکھتا ہے)
جانوں: نئیں مرا ہوا تو نہیں بول رہا ٹھیک ٹھاک ہے سب۔
داؤو: جب میں پہلے پہل آیا تھا ناں تو مجھے ڈر لگتا تھا سڑکوں سے کاروں سے...... بڑی دکانوں میں گھستے ہوئے سوچتا تھا کہ شیشے کا دروازہ اندر کھولنا ہے کہ باہر...... پھر مجھے شرم آتی تھی چوک میں بیٹھ کر...... سب ٹھیک ہو گیا ہولی ہولی۔

جانوں: ہاں وہ تو تیری بات درست ہے یا آدمی حالات کا عادی ہو جاتا ہے یا پھر ماحول کو اپنے مطابق بنا لیتا ہے داؤو...... ؟

داؤو: کیا ہے؟

جانوں: میں کب تک امیر ہو جاؤں گا۔

داؤو: امیر؟

جانوں: میرے پاس گاڑی ہوگی...... میں گاؤں میں گاڑی کب تک جا سکوں گا۔

داؤو: لے مجھے کیا پتہ؟

جانوں: میں زمین خرید سکوں گا شاہلا کوٹ میں...... مربعے۔ جہاں شاداب ملک سیلائی ہے ناں...... وہاں پاس ہی زمین بک رہی ہے پورے دو مربعے......

داؤو: اوئے جانوں...... یہ تو کیسے خواب دیکھ رہا ہے...... کہاں مربعے کہاں ہم......

جانوں: کچھ نہیں ایویں...... دل لگی کے لئے پوچھتا ہوں۔

داؤو: جان محمد...... انسان کا سر زیادہ ہوا میں ہو ناں تو...... پھر پاؤں زمین پر نہیں رہتے

جانوں: تو نے کبھی ایسے محسوس کیا ہے کہ تو نالی میں رینگنے والا کیڑا ہے' سب تجھے دیکھ کر ہنس رہے ہیں تجھے کبھی لگا ہے کہ تجھے صرف دولت لباس دے سکتی ہے اپنے ننگے پن کو چھپانے کے لیے کوئی استر نہیں ہوتا...... تیرے پاس۔

داؤو: میں تو گاؤں چھوڑ آیا تھا جان محمد...... اس خیال سے کہ وہاں تو ہمارا درجہ کی کمیں سے بھی چھوٹا تھا...... سنا تھا شہر والے آرٹسٹ کی قدر کرتے ہیں۔ ان کی سیوا کرتے ہیں۔

جانوں: ہاں تو پھر؟

داؤو: بس...... پھر ٹھیک ہے......

جانوں: کیا ٹھیک ہے۔

داؤو: آ جا روٹی کھا آئیں۔

جانوں: مجھے بھوک نہیں۔

داؤو: چل مڑ آ جا...... ٹکر سے کیا لڑائی۔ بھولیا وہ تو اوپر والا دیتا ہے...... روٹی جو بند ادیتا ہو تو ملے کسی کو؟

(بددلی سے جان محمد اٹھتا ہے دونوں باہر جاتے ہیں)

(کٹ)

سین 6 آؤٹ ڈور

رات کا وقت (شادی کا میدان)

(دو رویہ بجلیوں کی قطاروں میں کاریں بڑھتی ہیں۔ آگے فاصلے پر شامیانے نظر آتے ہیں۔ کاریں رُکتی ہیں۔ لڑکیاں اترتی ہیں۔ مہندی کے تھال لیکر چلتی ہیں۔ ڈھول پارٹی جس میں داؤ اور جان محمد پیش پیش ہیں بس سے اترتے ہیں۔ پورے طمطراق سے آگے بڑھتے ہوئے ڈھول بجاتے ہیں۔ لڑکی والے پھول برساتے ہیں۔ کچھ پھول داؤ اور جانوں ڈھولئے پر بھی گرتے ہیں۔ جب پتیاں جان محمد پر گرتی ہیں کیمرہ اسے کلوز میں دکھاتا ہے اس کا چہرہ اس اعزاز پر حیران ہے۔)

(کٹ)

سین 7 آؤٹ ڈور ٹ

وہی وقت (شامیانے کے اندر)

(شامیانے میں بیٹھے ہوئے مہمانوں کو کیمرہ دکھاتا ہے پھر کھلی جگہ میں آتا ہے یہاں دلہن کیسری دوپٹہ میں گھونگھٹ نکالے بیٹھی ہے۔ اس کے اوپر لڑکیوں نے گوٹے کے جال والے دوپٹے کا سایہ کر رکھا ہے زمین پر مہندی کے تھال ہیں۔ آٹھ دس لڑکے شلوار قمیص پہنے گلے میں ہلدی مائل دوپٹے لٹکائے۔ بے تحاشہ ناچ رہے ہیں۔ ایک جانب ڈھولئے پورے جذبے سے ڈھول بجانے میں مصروف

ہیں۔ ان میں جان محمد پر کیمرہ جاتا ہے اُس کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ ہے۔

(کٹ)

سین 8 | آؤٹ ڈور
کچھ دیر بعد | (دیگوں کے پاس)

(شامیانے کے پیچھے جہاں دیگیں پک رہی ہیں اور بیرے حضرات بھاگ بھاگ کر کھانے کے طشت بھروا کر اندر لے جا رہے ہیں۔ داؤو ڈھول پارٹی کے افراد بیٹھے چارپائیوں پر کھانا کھا رہے ہیں۔)

داؤو: کھا یار...... یہ سٹیم روسٹ ہی لے لے۔

جانوں: نہیں بس مجھے بھوک نہیں......

داؤو: فرنی لے لے...... چاچا جی بڑے اچھے آدمی ہیں۔ رونق کھلتے ہی ہمیں کھانا دے دیا ورنہ عام طور پر تو آدھی رات کو کھانا ملتا ہے سب کے بعد...... کھا لے یار۔

جانوں: کچی مجھے بھوک نہیں۔

داؤو: دوپہر کو بھی تو نے کچھ نہیں کھایا۔

جانوں: (ہنس کر) بس ایسے ہی ہے۔

(کٹ)

سین 9 | ان ڈور
(رات) | (داؤو کا حجرہ)

(جان محمد ایک ایسی کھڑکی کے سامنے بیٹھا ہے جس میں لوہے کی سلاخیں لگی ہیں۔ جان محمد دو تین موم بتیاں سلاخوں کے آگے

رکھ کرا نہیں جلا رہا ہے۔ داؤو فرش پر لیٹا ہوا ہے۔)

داؤو: اوئے ان موم بتیوں سے کوئی کمرے کا اندھیرا دور ہو جائے گا۔ آ جا سوں جا پنڈا چور ہو گیا سارے کا سارا۔

جانوں: تو سو جا بھائی داؤو۔

داؤو: باہر کیا دیکھ رہا ہے؟

جانوں: کچھ نہیں ...... بس اندازہ لگا رہا تھا کہ باہر کا اندھیرا زیادہ ہے کہ اندر کا......

داؤو: تیرے جیسے پاگلوں کو مدت قدیم سے اندھیرا پیارا ہے...... تیرے باپ دادا پڑدادا لکڑ دادا...... سارے چانن میں کبھی آئے ہی نہیں آ جا سو جا بیلیا...... الّو بننا چھوڑ دے۔

جانوں: اچھا سو جاؤں گا...... تو سو جا ناں۔

داؤو: کیا سوچتا رہتا ہے سارا دن۔ دیکھ تو آج کی تو ویلیں یہ چار ہزار کی ہو گئی ہیں۔

جانوں: رکھ تکئے کے نیچے سنبھال کر۔

داؤو: لے بھائی تیری مرضی...... (گاتے ہوئے) چیرے والیاں جوانیاں......

(پیٹھ موڑ کر سو جاتا ہے۔ جان محمد ایک ایک کر کے ساری بتیاں بجھاتا ہے پھر سلاخوں سے باہر شہر کی جانب دیکھتا ہے یوں احساس ہو کہ کیمرہ کسی چوتھی پانچویں منزل پر ہے۔ شہر کی ٹمٹماتی روشنیاں کھڑکی میں نظر آتی ہیں۔ منظر ڈزالو ہوتا ہے۔)

ڈزالو

سین 10	آؤٹ+ان
وہی وقت	(کھڑکی کے ساتھ)

(جان محمد تصور کی آنکھ سے شہر کی ٹمٹماتی بتیوں کو دیکھتا ہے۔ اُس کے پاس کھڑکی کی سل پر موم بتیاں روشن ہیں۔ یکدم شہر کے

منظر پر سوپر امپوز کیجئے۔ شہر کا منظر قائم رہے اور اس پر نازو بازو اٹھائے بھنگڑا ڈال رہی ہے۔ ڈھول کی آواز آتی ہے۔ یہ منظر بھی ڈزالو کرتا ہے اور اب جان محمد درمیاں میں ڈھول بجا رہا ہے اور اس کے ارد گرد نازو چکر لگا رہی ہے۔ ہر طرف مہندی کے تھال اٹھائے بتیوں سے روشن لڑکیاں ہیں جو شہر کے منظر پر سوپر امپوز کی جاتی ہیں۔ کبھی نازو اکیلی، کبھی جان محمد درمیان میں، کبھی مہندی والی لڑکیوں کے تھال اور اُن میں جگمگاتی بتیاں۔ گویا یہ جان محمد کی مکمل فینٹسی ورلڈ ہے جس میں وہ اپنی حقیقتوں پر خوابوں کے سہرے لگا رہا ہے۔)

(کٹ)

سین 10	آؤٹ ڈور
دن کا وقت	(آنگن)

(ماسٹر موسیٰ آنگن کے ایک طرف چھوٹے سے باورچی خانے میں موجود ہے۔ کھلے آسمان تلے ایک جانب تھڑا سا بنا کر باورچی خانہ تعمیر کیا گیا ہے۔ ماسٹر موسیٰ اس وقت چاول اُبال رہا ہے۔ اُس سے کچھ فاصلے پر سعد سلمان چارپائی پر بیٹھا ہے۔ کبھی کبھی وہ ماسٹر کی طرف نظر بھی کر لیتا ہے۔ سلمان خط لکھنے میں مشغول ہے۔ اُس کے پاس ہی کتا بیٹھا ہے خط پر آواز سوپر امپوز کیجئے۔)

سلمان: فیضان ...... تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میں تم لوگوں کو بھول گیا ہوں۔ اصولاً تو مجھے اب تک واپس لوٹنا چاہیے تھا لیکن ...... پتہ نہیں کیا بات ہے یہاں کی مٹی میں ...... کچھ بات ہے ...... ابا کو میں نے اس قدر خوش کبھی نہیں دیکھا ......

(اب کیمرہ باپ کی طرف جاتا ہے وہ کھولتے پانی میں چاول ڈالتا ہے ساتھ بڑی خوشی کے ساتھ گاتا ہے۔)

ماسٹر: بڑا ہوا تو کیا ہوا جیسے لمبی کھجور۔ پنچھی کو سایہ نہیں پھل لاگے اتی دُور
(کیمرہ پھر سلمان کو N.C.U میں لیتا ہے خط جاری ہے آواز
سوپرامپوز کیجئے۔)

سلمان: شاید اس کی وجہ لاہور ہے۔ شاہلا کوٹ گاؤں سہی لیکن یہاں لاہور سے نزدیکی
کے باعث بڑی آزادی ہے۔ لوگ بیت بازی سے آشنا ہیں۔ ڈاکٹروں نے اپنی
خواتین کو بھی زیور علم سے آراستہ کر رکھا ہے...... ایک محترمہ کو تو میں نے
ٹریکٹر چلاتے بھی دیکھا ہے...... ہاں بھائی لاہور نہ آنے کی وجہ ایک یہ بھی
ہے...... یہاں تازہ سبزیاں' فریش ہوا کے ساتھ ساتھ...... کچھ ایسی وجہ بھی
ہے جو ابھی مکمل طور پر میری سمجھ میں بھی نہیں آئی...... کل تمہیں شاہدرے
کے ڈاک خانے جا کر فون کروں گا۔
(ماسٹر اٹھ کر کچھ لینے جاتا ہے کیمرہ چاول کے دیگچے پر جاتا ہے جس
میں چاولوں کا پانی اُبل اُبل کر باہر نکل رہا ہے۔)

(کٹ)

سین 10 آؤٹ ڈور
(دن کا وقت) (کھیت)

(نازو ٹریکٹر پر سوار ہے۔ ایک دو مزارعے کھیت میں کھڑے
کام کر رہے ہیں۔ وہ ٹریکٹر چلا رہی ہے۔ دُور سے سرفراز کالے
گھوڑے پر سوار آتا ہے۔ نازو ٹریکٹر روکتی ہے۔ وہ گھوڑا روکتا ہے ایک
مزارع بھاگ کر گھوڑے کی باگ پکڑتا ہے۔ سرفراز بڑی طرحداری
کے ساتھ ٹریکٹر پر سوار ہوتا ہے نازو کی جگہ بیٹھ کر ٹریکٹر چلاتا ہے
سوپرامپوز ہیر (موسیٰ کی آواز)

موسیٰ: (آف کیمرہ)

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دو پاٹن کے بیچ میں باقی رہا نہ کوئے......

(کٹ)

سین 11	آؤٹ ڈور
دوپہر کا وقت	(گنے کے کھیتوں میں چھوٹا سا راستہ)

(ماسٹر موسیٰ بڑی خوش دلی سے ابو یعقوب کتانی کی چھوٹی سی اپاہجوں والی ریڑھی لئے جا رہا ہے۔ پچھلے سین سے کبیر کا دوہا سوپرامپوز ہوتا ہے اس سین میں ماسٹر موسیٰ بڑی لہک سے گا رہا ہے ابو یعقوب کتانی محظوظ ہوتا ہے۔)

(کٹ)

سین 12	ان ڈور
سہ پہر	(ماسٹر موسیٰ کا گھر)

(سعد سلمان کا کمرہ: دیہاتی سے کمرے میں بڑا ایزل لگائے ایک خوبصورت حویلی کی تصویر سعد سلمان بنا رہا ہے۔ چنیوٹ کی پرانی حویلیوں کا سا نقشہ ہے اور سلمان اس میں محو ہے دروازے پر انگشت شہادت سے نازو دستک دیتی ہے۔ ایسے کہ اُس کا آدھا دھڑ اور چہرہ اندر جھانک رہا ہے لیکن سلمان کو آنے والے کا احساس نہیں۔)

سلمان: آجائیں جی۔

(پھر دستک دیتی ہے لیکن ابھی بھی سلمان متوجہ نہیں ہوتا۔)

سلمان: آجایئے سرکار...... آجایئے۔
(نازو مسکراتی ہوئی اندر آتی ہے اُس کے ہاتھوں میں بہت سی کتابیں ہیں۔)

نازو: (سلمان کی پشت پر) سلام علیکم۔

سلمان: (یکدم) وعلیکم سلام...... وعلیکم سلام یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں...... کیسے آئیں؟

نازو: یہ کچھ کتابیں ماسٹر جی سے مستعار لی تھیں واپس دینے آئی ہوں۔

سلمان: شکریہ...... (کتابیں ہاتھ سے لیتا ہے نازو کے ہاتھ پر ہاتھ آتا ہے) سوری......

نازو: (چہرہ پرے کر کے) کوئی بات نہیں۔

سلمان: بیٹھئے......

نازو: نہیں جی...... مجھے ڈیری فارم پہنچنا ہے۔

سلمان: (کتابیں دیکھتا ہے) آپ کو ہمیشہ کہیں نہ کہیں پہنچنا ہوتا ہے...... کمال ہے یہ کتابیں آپ پڑھتی ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی کلیات...... بال جبریل...... روتق کے ڈرامے...... یہ سب کیا ہے؟

نازو: کیا سب کیا ہے؟

سلمان: یہ تو عجیب سی جگہ ہے...... یہاں ابو یعقوب کتانی رہتے...... ہیں۔ یہاں نازیہ بیگم شاداب ملک سپلائی چلاتی ہے۔ نظیر اکبر آبادی پڑھتی ہے...... یہاں...... ملک عبدالجبار اپنی جیب سے سکول چلاتے ہیں۔ یہ شاہلا کوٹ کیا چیز ہے نازیہ بیگم۔

نازو: چھوٹا سا گاؤں...... جو لاہور کے قریب ہونے کی وجہ سے لاہور ہی کا دریوزہ گر لگتا ہے۔

سلمان: دریوزہ گر؟ میں نے تو یہ لفظ کبھی نہیں سنا۔

نازو: اور...... اور جو باتیں آپ کرتے ہیں Artitecture کی Perspective پلنتھ...... بلیو پرنٹ وغیرہ وہ تو یوں سر سے نکل جاتی ہیں یوں...... کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کیا بول رہے ہیں۔

سلمان: بیٹھئے ناں میں آپ کو Picasso اور گوگین کی تصویریں دکھاؤں۔

نازو: بس جی میں بیٹھ نہیں سکتی شکریہ......

سلمان: جی چاہتا ہے کسی روز آپ میرے کہنے پر بیٹھ ہی جائیں تھوڑی دیر (بہت آہستہ)

نازو: (سنی ان سنی کر کے) وہ کتابیں آپ دے دیں میں لوٹا دوں گی دیکھ کر۔

(سلمان کتابیں لاتا ہے۔)

سلمان: بس مجھے یہ کتابیں اتفاق سے مل گئیں۔ (وقفہ)
ان کو خریدنے کا تو حوصلہ بھی نہیں پڑ سکتا تھا ایک روز میں انار کلی گیا...... آپ کبھی انار کلی گئی ہیں۔

نازو: (شرمندہ سی نفی میں سر ہلاتی ہے۔)

سلمان: (نازو کی شرمندگی بھانپ کر) وہاں ناں جی اتوار کے دن فٹ پاتھ پر پرانی کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ کتابوں کے عاشق ڈھونڈ ڈھانڈ کر اپنے مطلب کی کتابیں لے جاتے ہیں۔

نازو: فٹ پاتھ پر...... اتنی بے قدری......

سلمان: نہیں نہیں بے قدری نہیں ہوتی...... لوگ بڑی محبت سے سیکنڈ ہینڈ کتابیں خریدتے ہیں۔ میں نے یہ پکاسو اور گوگین وہیں سے خریدا تھا اور بہت ہی سستا......

نازو: بھلا کتنے میں......

سلمان: کبھی کبھی سوچتا ہوں شاید کسی دن...... ان کتابوں کی طرح اچانک...... کچھ اور چیزیں بھی مل جائیں......

نازو: (گھبرا کر) اچھا جی بہت بہت شکریہ میں کچھ دنوں میں واپس کر دوں گی......

سلمان: Take Your Time کبھی کبھی میں بالکل Dull ہو جاتا ہوں اور میرا دل اپنی Assignment میں نہیں لگتا۔ پھر خیال آتا ہے کہ لاہور لوٹ جاؤں...... شاید وہاں کام جلدی ہو جائے۔

نازو: اتنی جلدی (کہہ کر گھبرا جاتی ہے۔)

سلمان: اباسے کہنے کا حوصلہ نہیں پڑتا...... وہ میرے آنے سے اس قدر خوش ہے......

نازو: نہیں نہیں ابھی...... شاہ بلا کوٹ میں ٹھہریے آپ مشکل سے تو شفایاب ہوئے ہیں۔

سلمان: ڈر لگتا ہے کچھ......اور نہ بیمار نہ ہو جاؤں زیادہ سا...... کسی ان ہونی بیماری سے۔

نازو: خدانہ کرے۔

سلمان: آپ بیٹھ جائیں؟

نازو: شکریہ......مجھے ڈیری فارم پہنچنا ہے۔

سلمان: ہاں جی اپنی اپنی Priorites ہیں۔

(نازو جاتی ہے دروازے میں سلمان چوگاٹ پر اوپر ہاتھ رکھے کھڑا ہے۔نازو کیمرے کی طرف بڑھتی جاتی ہے۔ سلمان فاصلے پر ڈور ہوتا جاتا ہے۔ نازو کے چہرے سے احساس ہوتا ہے جیسے اُسے علم ہے کہ سلمان اُسے دیکھ رہا ہے۔ جب وہ کیمرے کے بہت قریب آجاتی ہے تو یکدم پلٹ کر دیکھتی ہے سلمان دروازہ چھوڑ کر اُس کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔)

(کٹ)

سین 13 ان ڈور

سہ پہر (مریم کا گھر)

(مریم اور چودھری عبدالجبار بیٹھے ہیں۔ چودھری ساتھ ساتھ حقہ پی رہا ہے۔ چند ثانیے عبدالجبار کچھ غصے میں کچھ رنج سے بھاوج کے ساتھ بات کرتا ہے پھر غصے میں چلنے لگتا ہے مریم ہاتھ ملتی ہے۔ شرمندہ سی نظر آتی ہے گفتگو کا متن یہ ہو کہ تم مجھے صاف صاف بتاؤ نازیہ کا نکاح کرتی ہو کہ نہیں شاداب کے بہانے چھوڑ دو۔ تم اپنی مرضی بیان کرو نازیہ نے ہمیں کیوں انکار کیا ہے۔)

Dissolve

سین 14 — آؤٹ ڈور

سہ پہر — (گنے کا کھیت)

(گنے کے کھیت میں آگ لگی ہوئی ہے۔ دور سے سرفراز سرپٹ گھوڑے پر دوڑتا آتا ہے۔ ایک گنا اٹھا کر آگ بجھانے کی کوشش کرتا ہے اور دیوانہ وار کھیت میں گھستا ہے۔ اس کی تہمد کو آگ لگتی ہے بیہوش ہو کر گرتا ہے۔ دور سے ماسٹر موسیٰ بھاگتا آتا ہے اور آگ میں سے سرفراز کو گھسیٹتا لے جاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 15 — ان ڈور

شام — (چودھری کا گھر)

(سرفراز پلنگ پر لیٹا ہوا ہے۔ چودھری عبدالجبار کمرے میں پھر رہا ہے۔ سرفراز کا بازو پٹیوں میں بندھا ہوا ہے۔ سرفراز نیم بیہوش ہے۔ دو تین مزارے صورت قریب موؤب کھڑے ہیں۔ رابعہ چودھرائن سرفراز کا سر دبا رہی ہے۔)

مزارعہ 1: او چودھری جی شاہلا کوٹ میں کونسا ایسا نمک حرام ہوگا جو آپ کے کماد کو آگ لگائے۔

مزارعہ 2: ہمیں پتہ چل جائے ہم بوٹی بوٹی توڑ کر کھا جائیں گے۔

رابعہ: چودھری عبدالجبار تیرا تو ایک کماد جلا ہے میری تو ساری جند جان جل گئی...... بلا پولیس کو...... نکالے گیڈر کو سامنے لائے مجرم کو۔

منظور: ٹھیک کہتی ہیں سرکار...... پولیس کو اطلاع دینی چاہیے چودھری جی۔

چودھری: ناں منظور ناں...... اللہ نے جان بخش دی چودھری سرفراز کی...... کچھ خیرات نکال رابعہ...... صدقے دے...... مولا کا شکر ادا کر۔

رابعہ: پہلے تو میری بات مان...... پولیس میں رپٹ لکھا جا کر...... ہیں خوف خدا کا نہیں کرتے ات اٹھا دی ایک ہی بار۔

چودھری: چودھرائن...... یہ شابالا کوٹ ہے یہاں کی پولیس بھی چودھری عبدالجبار ہے اور وکیل بھی چودھری عبدالجبار...... ہم نے شالا کوٹ کی رعایا کو بچوں کی طرح پالا ہے ہم انہیں سزاؤں کے حوالے نہیں کر سکتے۔

مزارع 2: سرکار بی بی جی نے اچھی رائے دی ہے......

چودھری: اوئے کالیا...... مزارعے کے خلاف رپٹ لکھواؤں...... کئی کمیں کو کھوجتا پھروں...... صدیوں سے تو یہ غریب خوشامد کے سہارے جیتے ہیں۔ کسی روز یہ بھی اٹھ کھڑے ہوں بدلے کی سوچیں تو میں انہیں تھانے کی تونی لگوا دوں؟

رابعہ: تیرے دل میں ماں کا پیار ہوتاں تو توفیق...... فیتی کرا دے۔

چودھری: تو جانتی نہیں چودھرائن ہماری دھرتی کو اونچ نیچ کھا گئی...... یا تو آدمی خوشامد کرتا رہتا ہے یا کرواتا رہتا ہے۔ برابری کے لیے یہ وطن بنایا تھا۔ پر یہاں پگڑی اور جوتے کا کھیل ہی چلتا رہا...... رہنے دے پولیس کا رپھڑ...... وہ جانے اس کا کام۔ اصل ملزم کو کھوجتے کھوجتے کتنے معصوموں کو مجرم بنا جائیں گے ہم لوگ......

رابعہ: کبھی تو نے میری کھوپڑی سے سوچا ہے جو اس گھڑی سوچ لے گا...... تو اور عبدالغفار تو سارے جگ سے نرالے ہو بڑے چودھری جی کی اولاد تو لگتے ہی نہیں۔

سرفراز: (کراہ کر) پانی!

چودھری: (پاس بیٹھ کر محبت سے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے) اوئے سرفراز چودھری بن چودھری کا کاکا...... سب نے مزارعے کا ساتھ دینا ہے بچڑا کس نے سمجھ سکنا ہے کچھ او لڑے غم چودھری کو بھی ہوتے ہیں؟ چودھری بن...... دبہ گھٹ جا...... بڑے آدمی کا غم بھی تو بڑا ہونا چاہیے ناں۔

(کٹ)

سین 16 آؤٹ ڈور

دن (سکول کا دالان)

(کچھ بچے ڈسکوں پر بیٹھے ہیں۔ ماسٹر موسیٰ ان کو پڑھا رہا ہے۔)

موسیٰ: جس وقت رسول پاک طائف پہنچے طائف والوں نے انہیں پتھر مارے
(آواز نہیں آتی کیمرہ چھوٹے راستے پر جاتا ہے۔ نازیہ کتابیں لیکر آتی ہے۔ ماسٹر کے پاس آکر پوچھتی ہے۔)

نازیہ: سلمان صاحب میں ؟ ان کی کتابیں واپس کرنی ہیں۔ (موسیٰ حیرانی سے اسے دیکھتا ہے۔)

(کٹ)

سین 17 آؤٹ ڈور

کچھ دیر بعد چودھری کا گھر

(سرفراز بیٹھا چائے پی رہا ہے۔ رابعہ چودھرائن پاس بیٹھی ہے۔ چودھری کچھ فاصلے پر بیٹھا رقعہ لکھنے میں مشغول ہے۔ منظور آتا ہے۔)

منظور: وہ چودھری جی اپنے ماسٹر موسیٰ آئے ہیں۔

چودھری: بلاؤ بلاؤ باہر کیوں کھڑا کر دیا۔

منظور: آجاؤ ماسٹر جی۔ لنگھ آؤ۔

چودھری: بسم اللہ بسم اللہ سر متھے۔

ماسٹر: سلام علیکم چودھری جی ...... میں کل آ نہیں سکا امتحان تھا بچوں کا۔

رابعہ: جی آیاں نوں (آواز دیکر) شاداں۔

چودھری: کوئی بات نہیں جی ...... آپ جس وقت کماد میں پہنچے تب ہمارا امتحاں ہو رہا تھا ماسٹر جی ...... بیٹھے۔

ماسٹر: کیاحال ہے چودھری سرفراز کے بازو کا۔
سرفراز: درد بہت ہے ماسٹر جی......
ماسٹر: درد تو ہو گا چھوٹے چودھری صاحب۔
چودھری: آنکھیں بچ گئیں چہرہ نہیں جھلسا گیا آدمی جتنا شکر کرے کم ہے......
ماسٹر: ہاں جی...... بالکل۔
چودھری: ایک بات عرض کرنی تھی ماسٹر جی آپ سے۔
ماسٹر: فرمایئے۔
چودھری: تو ذرا باہر ٹھہر منظور۔
(منظور باہر جاتا ہے۔)
(شاداں آتی ہے۔)
شاداں: جی بی بی جی۔
رابعہ: ماسٹر جی آئے ہیں۔ دوڑ کے کوئی لسی پانی......انور زاٹول......چونسہ...... کھڑی منہ کیا دیکھتی ہے دوڑ کے جا۔
ماسٹر: ناں بی بی جی ابھی کھانا کھا کر آ رہا ہوں۔
(شاداں بھاگ کر جاتی ہے۔)
رابعہ: لیں ماسٹر جی معافی دینا میں آپ کے بیٹے کا حال نہیں پوچھنے آ سکی۔ میں نے سنا ہے کہ بہت بیمار ہو گیا تھا۔ شہر میں۔
ماسٹر: ہاں جی......اب تو ٹھیک ہے پر کمزور بہت ہے میں اُسے شہر نہیں جانے دیتا۔
سرفراز: آپ نے اُسے یہاں لا کر بہت غلطی کی ہے ماسٹر جی۔
چودھری: کیوں بھئی۔
سرفراز: شہر میں ایسے مریض کی بڑی حفاظت کرتے ڈاکٹر لوگ......یہاں کیا ہے لا مٹے ٹوئے...... کسی میں گر کر اُس کی بانہہ لت ٹوٹ جانی ہے۔ جان گنوانی ہے خواہ مخواہ۔
رابعہ: رب نہ کرے......توبہ توبہ۔
چودھری: لے بھئی موسیٰ......ایک بات کرنی تھی تجھ سے۔
موسیٰ: حاضر سرکار حاضر...... حکم۔

چودھری: اس واقعے کا کسی سے ذکر نہیں کرنا...... گاؤں کے لوگوں کی پنچھی مت...... کوئی انگل وانڈی ہو کر کسی معصوم کو نہ پکڑ لے۔

رابعہ: تو بھی عجیب ہے چودھری۔ کب تک چھپائے گا اس بات کو۔

چودھری: میں نے تو بھابی مریم کو بھی نہیں بتایا...... خبر بھی آگ کی طرح ہے بھولئے...... دبا دو تو بھڑکتی نہیں۔

موسیٰ: آپ میری طرف سے تو بے فکر رہیں۔ میرے منہ سے تو نکلے گی نہیں۔

چودھری: بس میرے گھر کے کئی کمیں بزدل ہیں۔ اول تو وہ بات کریں گے نہیں اور جو کی بھی تو کھسر پھسر کی حد تک۔

موسیٰ: بڑی دین داری کا ثبوت دیا ہے آپ نے چودھری صاحب...... واہ سبحان اللہ چودھری ہونے کا حق ادا کر دیا۔

چودھری: آپ کو پتہ نہیں ماسٹر جی...... مجھے خوش کرنے کو کوئی چاپلوس آگے بڑھ کر کوئی بیوقوفی کردے زیادہ میراسکا بننے کی کوئی پنچھی مت کا کام کر دکھائے...... میں سہہ گزرا تو سب سہہ گزریں گے ماسٹر جی۔ اللہ نے خیر کر دی اب کیا بدلہ کیسی رپٹ۔

ڈزالو

سین18 ان ڈور

شام (دالان)

مریم: یہ کیا دیکھتی رہتی ہے تو ہر وقت۔

نازیہ: تصویریں ہیں شالامار باغ کی جہانگیر کے مقبرے کی...... یہ دیکھ ماں نور جہاں کا مزار......

مریم: رہنے دے...... تصویروں کو خواہ مخواہ پواڑا۔

(اس وقت رابعہ آتی ہے)

نازیہ+مریم: سلام علیکم...... سلام علیکم تائی۔

رابعہ: میں فیصلہ کرنے آئی ہوں مریم بھابی۔

مریم: کیسا فیصلہ ؟(نازو اندر جاتی ہے)

رابعہ: نکاح دینا ہے نازو یہ کا کہ...... وہی اگلا بہانہ ہے تیرا...... شاداب والا۔

مریم: بھابی......ڈولی تورنے والا آجائے۔

رابعہ: بالکل ٹھیک۔

مریم: تو خود بتا رابعہ بھابی...... میں دمے کی مریض...... گوڈے میرے نہ چلیں میں اتنا انتظام کیسے کروں گی اکیلی۔

(رضیہ ڈولتی ٹرے میں لسی پانی لاتی ہے۔)

رابعہ: تو تیرا انکار ہوا بھابی مریم۔

مریم: لے ہوئی ناں پیچھی بات۔

رابعہ: مجھے تو سرفراز کی پچھی مت نے مارا بھابی مریم...... میں تو اس سوغات کا منہ بھی نہ دیکھتی کبھی۔ وہ بستر پر لیٹا ایک ہی بات کرتا ہے چندرا......ماں اب کہہ کے دیکھ شاید چاچی مان جائے۔

نازو: بستر پر۔

رابعہ: سڑ کے سواہ ہو جاتا کماد...... خصماں کو کھاتا سرفراز کی جوتی پر قربان آگے بڑھ کر بجھانے لگا تو آگ میں گر گیا۔ بانہہ ساری جل گئی......

(یکدم نازو کا چہرہ کلوزاپ میں آہستہ جیسے اپنے آپ سے۔)

نازو: بازو؟ کیسے جل گیا بازو...... کیوں...... مجھے کیسے خبر نہ ہوئی...... میں کہاں تھی تائی...... میں کہاں تھی......؟...... سرفراز کو تو چھینک بھی آئے تو مجھے خبر ہوتی ہے...... میں کہاں تھی تب...... یہ کیسے ہوا کہ مجھے پتہ نہ چلا...... پہلے تو کبھی ایسے نہ ہوا تھا...... مجھے تو سرفراز کے پل پل کی خبر رہتی تھی......اب کیا ہوا؟ یہ کیسی تبدیلی ہے؟ میرے اللہ

(کٹ)

شاہلا کوٹ (6)

کردار

انجم: بیوروکریٹ، چیئرمین آرٹ اینڈ کلچر

جانوں ڈھولیا

داؤ سرودھی

افتخار: پی اے

مہمان خصوصی

ماسٹر موسیٰ

سعد سلمان

ماسٹر مستقیم

جمیل: آٹھ دس برس کا لڑکا

فوٹوگرافر

تازو:

مریم چودھرائن

رابعہ چودھرائن

بہت سی لڑکیاں

سین 1

ان ڈور

دن کا وقت

(تھیٹر)

(ایک بڑا سا ہال جیسے ہال نمبر III الحمراء ہے سارا ہال خالی ہے۔ انجم جو اس وقت نہایت اہم آدمی ہے اپنے تین چار سرکاری حواری قسم کے افسروں کے ساتھ آرٹ اور کلچر کا معائنہ کرنے میں مشغول ہے۔ پی اے افتخار ڈائری پر انجم صاحب کی اہم باتیں' مشورے' نوٹ کرنے میں مصروف ہے۔ باقی جونیئر افسر ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ انجم اور افسر سامنے والی سیٹوں پر بیٹھے ہیں اور سٹیج کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ چار ڈھول والے جن میں داؤد' جان محمد اور دو اور ڈھولئے شامل ہیں سٹیج پر موجود ہیں۔ انجم بڑے جاہ و جلال سے اشارہ کرتا ہے یکدم چاروں ڈھول والے ڈھول بجانا شروع کرتے ہیں۔ بیک سٹیج سے تین نوجوان وارد ہوتے ہیں اور ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب انجم ہاتھ کو چوکھٹی بنا کر ان لوگوں کو ایسے دیکھتا ہے جیسے کیمرے کی نظر ہو۔ پھر بھاگ کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر والی سیٹوں کی طرف جاتا ہے حواری افسر پی اے پیچھے پیچھے بھاگتے ہیں۔ پھر وہ رُک کر ڈھول والوں کو دیکھتا ہے۔ اب وہ چند ثانیے بعد دائیں گیٹ کی طرف تیز رفتاری سے جاتا ہے۔ حواری افسر پیچھے پیچھے جاتے ہیں ان کے بیچ سیڑھیوں پر اترتا' رکتا جانچتا ہے کٹ ٹو کٹ سٹیج پر ڈھول والے ناچنے والوں کا منظر اور ادھر جانچنے پرکھنے والوں کا ٹولا دکھایا جاتا ہے۔ یہ واضح کیا جاتا ہے کہ چیئرمین انجم صاحب کی کس قدر اتھارٹی اور حکومت ہے۔)

(ڈزالو)

سین 2 ان ڈور
دن کا وقت (حویلی)

(سعد سلمان کا ایزل لگا ہوا ہے جس پر لکڑی کے جنگلے کی پنسل ڈرائنگ بنی ہوئی ہے۔ کچھ فاصلہ پر حویلی کے دریچے میں جنگلے کے آگے نازو بیٹھی ہے اور جہانگیر کی طرح ہاتھ میں گلاب کا پھول تھامے ہوئے ہے۔)

سلمان: ذرا سا چہرہ میری جانب...... ذرا سا اور۔
(نازو چہرہ اس کی طرف کرتی ہے اب کیمرہ اسے کلوز میں لیتا ہے نازو کے چہرے پر آنسو گر رہے ہیں۔)

سلمان: (پنسل چھوڑ کر) بھئی آپ رو کیوں رہی ہیں۔ کمال ہے۔

نازو: (کھڑکی نما جنگلے سے اٹھتے ہوئے) سلمان صاحب میں آپ کی مدد نہیں کر سکتی آئی ایم سوری...... یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا۔

سلمان: کیوں کیا ہوا......؟ آپ روئیں کیوں کیا میں نے کچھ کہا......

نازو: آپ تو مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے ہیں سلمان صاحب۔ آپ کو تو علم ہوگا کہ انسان کب روتا ہے؟

سلمان: سچ میں نے کبھی سوچا نہیں۔

نازو: (سر سے جھومر اتارتے ہوئے) آنسو اسی کی آنکھ میں آتے ہیں سلمان صاحب جو مجبور ہوتا ہے...... طاقتور تو کبھی نہیں روتا۔

سلمان: لیکن میں تو آپ کو...... کم از کم اس تصویر میں ایک بہت بڑی طاقت بنادوں گا۔

نازو: نہیں سلمان صاحب...... طاقت اندر کی کوالٹی ہے...... طاقت کا مظاہرہ باہر ہو سکتا ہے لیکن...... اصلی طاقتور کبھی نہیں روتا...... بزدل کی آنکھ ہمیشہ نم رہتی ہے۔ مجبور آدمی بھاگنے سے پہلے خوفزدہ ہوتا ہے' احساس کمتری کی چادر اوڑھنے سے پہلے ڈاکو اندر سکڑتا ہے...... شکست سے پہلے آپ کا نپولین بھی رویا ہوگا...... ہمایوں...... کی آنکھوں سے بھی آنسو گرے ہوں گے......

(گوٹے والا دوپٹہ اتار کر تھیلے میں رکھتی ہے سادہ سادوپٹہ اوڑھتی ہے۔)

تازو: بس مجھے معاف کیجئے گا میں آپ کا ماڈل نہیں بن سکتی...... ابھی میں اتنی طاقتور نہیں ہوئی۔

سلمان: لیکن یہ فیصلہ آپ کیوں بدل رہی ہیں۔ میں اس پینٹنگ کی نمائش کچھ شابلا کوٹ میں تو نہیں کروں گا......

تازو: ایک بار میں تب بھی روئی تھی جب ابا عبدالغفار ہارس اینڈ کیٹل شو سے نہیں لوٹا تھا۔

سلمان: ہارس اینڈ کیٹل شو؟ یہاں روز ایک نئی بات سننے میں آتی ہے۔

تازو: ابا بہت بڑا نیزے باز تھا۔ وہ...... ایک ہی ہلے میں کلا اٹھالیتا تھا ہمیشہ...... جب وہ لاہور گیا ہارس اینڈ کیٹل شو پر تاں تو۔

(کٹ کر کے ہارس اینڈ کیٹل شو کا ایک ایسا منظر جب فاصلے سے چودھری عبدالغفار کو کلہ نکالتے دکھاتے ہیں۔ سارا منظر تالیوں سے گونج جاتا ہے ڈزالو بیک۔ اب تازو سادہ دوپٹہ اوڑھے کھڑی ہے سلیم شاہی جوتا اتارتی ہے۔)

تازو: میں نے ابا سے کہا تھا کہ وہ میرے لئے لاہور سے موتیوں والا ایک پراندہ لیکر آئے...... مجھے خوبصورت پراندوں کا بہت شوق تھا......

سلمان: تو آپ کے والد پراندہ لائے......

تازو: ہاں پراندہ تو ابا نے منشی عارف کے ہاتھ بھجوادیا لیکن ابا چودھری عبدالغفار نہیں آیا...... یہ دیکھیں سلمان یہ وہی پراندہ ہے...... موتیوں والا۔

سلمان: تب...... آپ کتنی بڑی تھیں۔

تازو: (بات کا جواب نہیں دیتی پراندہ بالوں سے اتارتی ہے) تب میں بہت روئی تھی...... ویسے آنسو...... اُس سے پہلے میں نے کبھی نہیں گرائے ناطاقتی سے بزدلی کے...... مجبوری اور خوف کے...... آنسو

سلمان: تازیہ...... میں...... آپ کے دُکھ کو جانتا ہوں۔

نازو: ناں سلمان...... کوئی کسی کے دُکھ کو نہیں جانتا...... دُکھ ایک موم بتی ہے قطرہ قطرہ جلتی ہے ایک ایسے طاق پر جس کے سامنے شیشہ ہے اور شیشے پر صرف آنسوؤں کی جھلار اترتی ہے موم بتی نظر نہیں آتی کسی کو......

سلمان: تم تو شاعر ہو نازیہ......

نازو: دوسری بار میں اُس وقت روئی تھی جب شاداب بھیا ریاض جانے لگا تھا...... میں شاداب ملک سپلائی نہیں چلانا چاہتی تھی...... میں زمینوں پر ٹریکٹر چلانے کے قابل نہیں تھی سلمان...... لیکن شاداب کا مستقبل ڈاکٹری تھی...... اس نے مجھے نہ پوچھا کہ میں کیا چاہتی ہوں؟...... میں تب...... ایک خواب کی حراست میں تھی...... کالے گھوڑے کے تعاقب میں تھی میں تو...... شاداب بھیا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گیا......

(ڈزالو)

(کالے گھوڑے پر سرفراز جا رہا ہے اُس کے تعاقب میں نازو بھاگی جا رہی ہے۔)

(کٹ)

سین 3	آؤٹ ڈور
دوپہر	(گراؤنڈ)

(انجم صاحب خوبصورت سی گھاس دار لان میں کھڑے ہیں۔ سامنے دو تین گھوڑے ناچ رہے ہیں۔ قریب داؤد اور جان محمد ڈھول بجانے میں مصروف ہیں۔)

Dissolve

سین 4 ان ڈور

سہ پہر (حویلی)

(حویلی سے سیڑھیوں پر نازو ہاتھ میں تھیلا اٹھائے اتر رہی ہے۔اُس کے پیچھے پیچھے سلمان بھی آرہا ہے۔)

نازو: پتہ ہے سلمان خواب کب انسان کی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں؟

سلمان: میں نے کبھی سوچا نہیں نازیہ۔

نازیہ: آپ تو مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے ہیں آپ تو مغلیہ بادشاہوں کے خوابوں سے واقف ہیں...... جب حقیقت اتنی دُور ہو کہ ہاتھوں میں نہ آسکے جب خوف اور بزدلی قدم نہ جمنے دے...... تو آدمی خوابوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے...... مجبور آدمی کے لئے حقیقت بہت تلخ ہوتی ہے......اُس کے لیے قوس قزح تک پہنچنا صرف خواب میں ممکن ہوتا ہے۔

سلمان: آپ پھر رو رہی ہیں......

نازو: جو......بول نہ سکے......اظہار نہ کر سکے......وہ روئے نہ تو اور کیا کرے سلمان...... مجبور آدمی کا ایک ہی تو ہتھیار ہے آنسو...... ہتھیار بھی اور ڈھال بھی۔

(جلدی سے سیڑھیاں اتر جاتی ہے سلمان حویلی کی خوبصورت سیڑھیوں پر کھڑا رہتا ہے پھر آہستہ اور بہت ہی آہستہ کہتا ہے)

سلمان: اور جو رو بھی نہ سکے نازو اور بول بھی نہ سکے......وہ......؟وہ کیا کرے؟

(کٹ)

سین 5 ان ڈور

شام کا وقت (آنگن)

(بہت سی لڑکیاں ڈھولک لیکر بیٹھی ہیں اور دیہاتی انگ کا ایک گیت گا رہی ہیں۔ رضیہ گانا اٹھاتی ہے۔ نازو ایک تخت پوش پر

زرد کپڑے پہنے بیٹھی ہے۔ ایک بچی اٹھ کر ناچنے لگتی ہے۔)

(کٹ)

سین 5	آؤٹ ڈور
صبح کا وقت	(اکھاڑہ)

(دو پہلوان کشتی لڑ رہے ہیں۔ پاس داؤد اور جان محمد کھڑے ڈھول بجا رہے ہیں۔ انجم صاحب کیمرہ لئے پہلوانوں کی تصویریں مووی کیمرہ پر بنا رہے ہیں۔ قریب ہی حواری آفیسران کی سٹل تصویریں کھینچنے میں مشغول ہے۔ انجم صاحب ایک حواری افسر سے کچھ بات کرتا ہے ڈھول کی آواز بلند ہوتی ہے۔)

ڈزالو

سین 6	ان ڈور
دوپہر	آؤٹ ڈور
	(سکول کا دالان)

(سکول ختم ہونے کی گھنٹی بجتی ہے۔ بچے بستے بند کرتے' جھلاتے' کلکاریاں مارتے سکول سے رخصت ہوتے ہیں۔ ٹکڑیوں میں علیحدہ علیحدہ باہر والے راستے پر جاتے ہیں۔ جگہ جگہ سے صدا بلند ہوتی ہے ماسٹر جی سلام...... خدا حافظ ماسٹر جی......)

(ماسٹر موسیٰ کے چہرے پر مطمئن سی مسکراہٹ ہے۔ وہ جھاڑن سے پہلے بلیک بورڈ صاف کرتا ہے پھر ہاتھ پونچھنے میں مشغول ہوتا ہے۔ دریں اثناء ماسٹر مستقیم جو نوجوان ہے اور چھوٹی ڈاڑھی رکھتا ہے فاصلے سے اُس کے پاس آتا ہے۔)

مستقیم: سلام علیکم ماسٹر جی۔

موسیٰ: وعلیکم...... وعلیکم...... آپ نے تو سکول کو باغ بنا دیا مستقیم صاحب...... سارے گملوں پر گیرو پھری ہوئی ساری کرسیاں میز پینٹ۔ کمال کر دیا...... واقعی جو کام ایک جوان آدمی کر سکتا ہے وہ بڈھے کے بس کا نہیں بیٹھئے۔

(دونوں بیٹھتے ہیں۔)

مستقیم: لیکن یہ ساری کام کرنے کی سپرٹ ولولہ ہمیں آپ سے ملتا ہے......

موسیٰ: یہ آپ کی مہربانی ہے کہ کام کا Credit مجھے دے رہے ہیں لیکن آپ کو سچ بتاؤں جب سے سعد بیمار ہوا ہے میں ہل گیا ہوں بوڑھا ہو گیا ہوں۔

مستقیم: بوڑھے کہاں سر ابھی تو آپ ہاکی کھیل سکتے ہیں۔ سینئر ٹیم کے ساتھ اور اپنی سائیڈ کو جتا سکتے ہیں گول کر کے۔

موسیٰ: مستقیم! جب آدمی پچاس سے اوپر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے اچانک کہ زندگی پر گرفت نہیں رہتی۔ مرد Slip کرنے لگتا ہے...... پھر دانت بھی گرتے ہیں۔ بال بھی سفیدی پکڑنے لگتے ہی متعدی بیماریاں بھی گھیرا ڈالتی ہیں۔ میں بتاؤں...... اگر وہ واقعہ نہ ہو...... تو بڑھاپا نہ جسمانی طور پر وارد ہوتا ہے نہ ذہنی طور پر...... آدمی اگر جسمانی طور پر بوڑھا بھی ہو جائے تو ٹوٹتا نہیں......

مستقیم: میں آپ کی بات سمجھا نہیں......

موسیٰ: یہ جو...... اچھا یوں سمجھو جب تک مجھے سلمان کی بیماری کا دھکا نہیں لگا تھا...... میں جوان تھا...... پھر...... خبر ملتے ہی دھماکا ہوا...... اور میں چاغی کا پہاڑ بن گیا...... بڈھا پھونس...... زرد رنگ کا بابا موسیٰ۔

مستقیم: آپ بالکل بوڑھے نہیں ہیں...... جوان ہیں جوان۔

موسیٰ: (رازداری کے انداز میں) میں بتاؤں مرد کب بوڑھا ہوتا ہے......؟ بتاؤں مستقیم۔

مستقیم: جی جی بتایئے۔

موسیٰ: جب مرد پر چھوٹی چھوٹی باتوں سے رقت طاری ہو جائے...... تب وہ بوڑھا

ہو چکا ہوتا ہے...... کسی فلم کا دردناک سین دیکھ کر رونے لگے...... نعت کے شعر سن کر بلبلائے...... عورتوں کے دُکھ درد سنے تو آنکھوں پر رومال رکھنا پڑے...... قائداعظم کی تقریر سن کر درد سے بھر جائے...... اولاد کی مشکلات کا مقابلہ نہ کرپائے اور آنسو جاری ہوجائیں...... یاد رکھو...... جب مرد ناطاقت ہو کر مجبور ہو جاتا ہے اپنے ہاتھوں۔ تب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے......

مستقیم: چھوڑیئے ماسٹر جی ابھی تو آپ کسی کے مکا ماریں تو اُسے پولیس بلانا پڑے گی۔

موسیٰ: غلط فہمی ہے تیری...... اب ماسٹر موسیٰ میں کچھ نہیں رہا...... اولاد کا فتنہ میرے دل میں جاگ گیا ہے...... مستقیم اب میں سلمان کے لئے ہر لمحہ خوفزدہ رہتا ہوں۔ ہر گھڑی...... مجھے ڈر گھیرتا ہے...... اُس کی بیماری نے میرے دل سے سارے توکل کو رخصت کر دیا (مستقیم کا ہاتھ پکڑ کر) میری بات ماننا...... کبھی شادی نہ کرنا مستقیم...... پتہ نہیں کہاں سے بچے آجاتے ہیں چوری چوری...... اویں...... ہٹ دھڑم سے...... اولاد سب ایمان توکل پرہیزگاری ختم کر دیتی ہے بابا۔

(کٹ)

سین 7 ان ڈور

رات کا وقت (ماسٹر کا کمرہ)

(ماسٹر موسیٰ اور سلمان دونوں سو رہے ہیں۔ پھر یوں لگتا ہے جیسے سلمان جاگ رہا ہے...... بہت دُور ڈھولک کی آواز سوپر امپوز کیجئے۔ اس پر راکی کے بھونکنے کی آواز آتی ہے۔ سلمان باہر نکلتا ہے بانس کے ستون کے ساتھ لالٹین جل رہی ہے۔ راکی بھونک رہا ہے سلمان پاس جاتا ہے۔ راکی آکر پاؤں میں بیٹھتا ہے۔ سلمان اسے پیار کرتا ہے پھر چارپائی پر پاس بٹھاتا ہے۔ کیمرہ آسمان پر چودھویں کا چاند دکھاتا ہے۔ دُور ڈھولک جاری رہتی ہے۔)

سلمان: (آواز سوپر امپوز) کو کہنے کو کچھ نہیں...... لیکن جی چاہتا ہے نازیہ...... کہ تمہیں خط لکھوں ایسا خط جس میں تمہارے مستقبل کے لیے بڑی دعائیں ہوں...... لیکن پھر دل یہ خط رقم نہیں کرنے دیتا...... کہتا ہے ایک نکاح ہی تو ہو رہا ہے سلمان...... نکاح کیا چیز ہے کچھ رخصتی تو نہیں ہو رہی کچھ بھی ہو سکتا ہے نازو...... کچھ بھی ہو سکتا ہے...... تمہیں کیسے دُعا دوں جب تمہاری دُعا میرے لیے بددُعا بن سکتی ہے؟

(اٹھتا ہے اور باہر جاتا ہے کتا ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ کیمرہ اُسے دُور تک جاتا دکھاتا ہے۔ سوپر امپوز رات کے وقت گاؤں کے مناظر ڈھولک کی آواز)

(ڈزالو)

سین 8 آؤٹ ڈور

دن (اندرون شہر)

(ایک اکھاڑے میں مرغوں کی لڑائی ہو رہی ہے۔ داؤد اور جان محمد ڈھول بجا رہے ہیں۔ مرغوں کی لڑائی کچھ بچے اور نوجوان دیکھ رہے ہیں۔ انجم یوں کھڑا ہے جیسے سارا شو کنٹرول کر رہا ہو۔ پی اے تصویریں بنا رہا ہے۔ انجم تالی بجاتا ہے۔)

انجم: بس بھئی فردوس...... تم دونوں اپنے اپنے مرغ لیکر دفتر پہنچ جاؤ...... (لمحہ بھر سوچ کر) اچھا مرغوں کی کوئی ضرورت نہیں...... فردوس تم اور فتح دونوں آ جانا میں تین بجے تک دفتر میں ہی ہوں گا اگر مجھے دیر ہو جائے تو پھر آپ حضرات ان سے مل لیں افتخار صاحب میرے پی اے سے۔

(فردوس اور فتح محمد مرغ چھوڑ کر انجم کے پاس آتے ہیں۔ اُن کے مرغ کچھ دوسرے دوست قسم کے لوگ پکڑتے ہیں۔ فردوس اور فتح محمد مفلوک الحال قسم کے مرد ہیں۔)

فتح: جی مائی باپ (ہاتھ جوڑ کر) ہم ابھی پہنچ جاتے ہیں۔
انجم: نہیں نہیں ابھی نہیں...... ابھی نہیں پورے تین بجے مجھے ابھی ایئرپورٹ جانا ہے۔
فردوس: سرکار ذرا چوکیدار کو بتا دینا پچھلی جمعرات اُس نے ہمیں اندر نہیں آنے دیا تھا۔
آفیسر: نہیں نہیں اس بار نہیں ہو گا آپ بے فکر رہیں۔ بتا دینا کہ تم افتخار کے مہمان ہو۔
فتح: اللہ بال بچے کی خیر...... تین پران سلامت رہیں۔ بھاگ لگیں...... (دعائیں دیتا جاتا ہے۔)

ڈزالو......

سین 9 آؤٹ ڈور
دوپہر (ماسٹر کا گھر)

(سلمان کھڑا چپ چاپ باپ کو دیکھتا ہے۔ ماسٹر موسیٰ دالان کے اندر لگے ہوئے نلکے کے نیچے سلمان کے کپڑے دھو رہا ہے۔
دالان میں ایک بچہ جو سکول کا طالب علم ہے آتا ہے۔)

ماسٹر: (گاتے ہوئے)

چپ کراں تاں دیوں طعنے جاں بولاں تاں ماریاں
اکناں کھنی نوں ترساویں اک ونڈو نڈ دیندے نیں ساریاں

ماسٹر: (بچے پر نظر پڑتی ہے) ہاں بھئی جمیل آجا...... آجا کیا بات ہے۔
جمیل: میں کپڑے دھو دوں ماسٹر جی؟
ماسٹر: نہیں نہیں...... کیسے آیا؟
جمیل: (رازداری سے) ایک بات کرنی تھی آپ سے ماسٹر جی......
ماسٹر: کیسی بات۔

(سلمان باہر نکل جاتا ہے۔)

جمیل: جی آپ ذرا ادھر آجائیں تھوڑی دیر کے لئے...... پرائیویٹ بات ہے۔
ماسٹر: پرائیویٹ بات ہے؟

(دونوں چل کر چارپائی تک جاتے ہیں)

ماسٹر: ہاں تو کیا بات ہے جمیل۔

جمیل: ماسٹر جی میرے دل میں بڑی کھلبلی مچی ہوئی ہے...... شاہلا کوٹ کا کوئی معصوم آدمی نہ پھنس جائے۔

ماسٹر: کیا مطلب تیرا۔

جمیل: آپ نے پرسوں کہا تھا ناں کلاس میں سچی گواہی نہیں چھپانی۔

ماسٹر: اوئے جمیل تو سیدھی بات کر...... کیا گول مول لگا رکھی......

جمیل: وہ جی آگ لگی تھی ناں کماد میں چودھری عبدالغفار کے کھیت میں وہ جی......

ماسٹر: تجھے کیسے پتہ آگ لگی تھی وہ تو بابے خیرو نے چلم پر آگ رکھنے کے لیے آگ لگائی تھی......

جمیل: نہیں ماسٹر جی...... (آواز گرا کر) چودھری سرفراز نے کماد کو آگ لگائی تھی آپی خود...... میں وٹ پر آرہا تھا جی میں...... چودھری سرفراز کو دیکھ کر کماد میں چھپ گیا...... سچی ماسٹر جی۔

فلیش بیک

(کماد سے کچھ فاصلے پر کالے گھوڑے پر سرفراز آتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں تیل کی بوتل ہے۔ وہ کماد پر یہ تیل چھڑکتا ہے پھر ماچس جلا کر آگ لگاتا ہے جاتا ہے بچہ یہ منظر دیکھتا ہے پھر کھیت کے اندر گھس جاتا ہے۔)

(فلیش بیک ختم)

جمیل: پھر ماسٹر جی جب آگ تیز ہوئی ناں تو چودھری سرفراز پھر آگیا جی میں وہیں تھا کھیت میں...... چودھری نے ایک گنا اٹھایا اور آگ بجھانے لگا...... ماسٹر جی یہ کیا بات ہوئی جی پہلے آگ لگائی پھر بجھانے لگا۔

ماسٹر: دیکھو تو نے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کرنا کسی سے۔

جمیل: اور جو کوئی اور فنس (پھنس) گیا تھا۔ ہمارا ابا ملتا ہے جی چودھری کے کماد سے جو میرا ابا (فنس) پھنس گیا...... جو چاچا (فنس) پھنس گیا میرا...... میرا ابھرا فنس (پھنس) گیا۔

ماسٹر: اوئے بلیے ہم سب نے کبھی نہ کبھی تو پھنسنا ہی ہے ناں...... دعا کر بڈھے واری کوئی نہ پھنسے۔

جمیل: اچھا جی۔

ماسٹر: بے بے کو بھی نہیں بتانا...... خیر سے سمجھ لے تجھے پتہ ہی نہیں آگ کس نے لگائی کس نے بجھائی؟

جمیل: اچھا جی......

ماسٹر: اوئے کسی کے پواڑے میں نہیں پھنسنا...... خاص کر کسی وڈے کے کام میں تو بالکل ہی نہیں...... چھوٹے آدمی کا کیا کام گواہی سے...... ہے ناں شودائی...... تجھے نہیں پتہ کس نے آگ لگائی تھی تجھے کوئی خبر نہیں کس نے آگ بجھائی......اوئے ہم دونوں کون ہیں؟

جمیل: ایویں جی...... آپ تو ماسٹر جی ہیں۔

موسیٰ: چل میں تو ماسٹر ہوا تو کون ہے۔

جمیل: ایویں جی کمی کمین۔

موسیٰ: دیکھ کاکا جمیل جس کا دھڑ' جان زبان سب غلام ہوناں اُسے کسی پواڑے میں نہیں پڑنا چاہیے...... یہ گواہی وغیرہ آزاد لوگوں کے کام ہیں۔ امیروں کے بھلیکھے میں...... ہم چاکروں نے کسی بکھیڑے میں نہیں پڑنا جا بھاگ۔

(ماسٹر پھر کپڑوں کی طرف جاتا ہے۔ جمیل دروازے تک پہنچتا ہے تو موسیٰ آواز دیتا ہے۔)

موسیٰ: کاکا جمیل۔

جمیل: جی ماسٹر جی۔

موسیٰ: بس چپ گڑپ...... بے بے کو بھی نہیں بتانا...... چاچے سے بھی ذکر نہیں

کرنا...... اک چپ سو سکھ شاوا..... بھاگ جا..... اگر جو تو نے کسی سے بات کی تو میں نے تیرا مرغا بنا دینا ہے الٹے لٹکا دینا ہے پنکھے سے اور پنکھا چلا دینا ہے فل سپیڈ...... چپ..... تو نے کچھ نہیں دیکھا جمیل کچھ نہیں۔

(فیڈ آؤٹ)

سین 10 آؤٹ ڈور

شام (رہٹ)

(ایک رہٹ کے کنارے جہاں بڑا سا چہ بچہ ہے سات لڑکیاں اپنا اپنا گھڑا لیکر کھڑی ہیں۔ پاس ہی مریم بھی گوٹے کا پیلا دوپٹہ بازو پر دھرے کھڑی ہے۔ چوکی پر زرد کپڑوں میں نازو بیٹھی ہے۔ ہر ایک لڑکی چہ بچے سے پانی بھرتی ہے اور پھر پانی نازو پہ انڈیلتی ہے۔ فاصلے سے سعد سلمان کندھے پر گھڑا رکھ کر آتا ہے۔ جب وہ رسم کا یہ منظر دیکھتا ہے کچھ دور رُک جاتا ہے۔ نازو کی ماں اُسے اشارے سے بلاتی ہے اور پانی بھرنے کے لیے کہتی ہے۔ وہ پاس آکر گھڑا بھرتا ہے لحظہ بھر کے لئے نازو اور وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ پھر وہ کندھے پر گھڑا رکھ کر چلا جاتا ہے۔ اس دوران رضیہ اور لڑکیاں گاتی ہیں۔ رضیہ پیش پیش ہے۔ مریم بعد میں نازو پر گوٹے کے جال والا زرد دوپٹہ ڈالتی ہے۔ رضیہ ایک طرف سے پکڑتی ہے۔

لڑکیاں: ایک دن تینوں سپنا تھیسن گلیاں بابل والیاں ہو

(یہ کافی جاری رہتی ہے نازو کے پوائنٹ آف ویو سے دور تک سعد سلمان کو جاتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ پھر سلمان کے چہرے پر کیمرہ آتا ہے اور نازو سے سلمان دور ہوتا جاتا ہے۔ سلمان کی آنکھیں نیچی ہیں لیکن جیسے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ایک قطرہ اُس کی جھکی ہوئی پلکوں پر ٹکا ہے کافی جاری ہے۔)

(کٹ)

سین 11 ان ڈور

رات (سرفراز کا کمرہ)

(سرفراز کچھ روٹھا روٹھا سا بیٹھا ہے اور بازو کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھا کر نیچے لاتا ہے گویا ورزش کر رہا ہو۔ماں پاس بیٹھی ہے اور سرفراز کو پازیبیں دکھا رہی ہے۔)

رابعہ: جب میں ڈولے سے اتری تھی ناں سرفراز کاکا تو تیری دادی نے اترنے سے پہلے یہ پازیبیں میرے پاؤں میں ڈالی تھی...... پانسے کے سونے کی ہیں۔

سرفراز: اور پھر اُسی دادی نے تیری ساس نے پوری کوشش کی کہ تیرے پاؤں نہ ٹکیں حویلی میں اور تو شاہ بالا کوٹ سے بے عزت ہو کر نکلے......

رابعہ: بس بس بہشتن کے خلاف کوئی بات نہ کرنا...... بیچاری نے بڑے دُکھ جھیلے میرے ہاتھوں۔

سرفراز: کمال ہے بے بے جب تک دادی جیتی رہی تو تو مظلوم تھی اب جب وہ مر گئی ہے تو تو نے اسے مظلوم بنادیا اور خود ظالم بن گئی...... یہ کیا چکر ہے بے بے...... ایسے کیوں ہے؟

رابعہ: سمجھ کا چکر ہے...... کسی کو سمجھنے کے لیے کئی برس لگ جاتے ہیں۔

سرفراز: لیکن کیوں بے بے...... آخر کیوں۔

رابعہ: پتہ نہیں کیا بھید ہے؟ پر بچی بات ہے...... ہر آدمی ایک اولا ہے...... (حجاب) اُس اصلی بندے تک پہنچنے کے لیے یا تو محبت کام آتی ہے یا پھر روز قیامت تک رُکنے کی...... انتظار کرنے کی مشکل گلے آپڑتی ہے۔

سرفراز: بے بے کبھی تو نے سوچا ہم بچی محبت نہیں کر سکتے...... ایک ہی آدمی سے کبھی محبت ہوتی ہے کبھی نفرت کبھی کبھی...... اپنے ہاتھوں اسے مار ڈالنے کو جی چاہتا ہے کبھی جی کرتا ہے آدمی اس کی خاطر خود مر جائے۔

رابعہ: اتنا نہ سوچا کر نہ سوچا کر...... دراصل تیرے سر میں خشکی ہو گئی ہے...... لا میں تیرے سر میں تیل ڈال دوں۔

سرفراز: تو کتنے آسان سے فیصلے کر لیتی ہے بے بے نیند نہیں آئی۔ دودھ میں شہد ڈال کر پی لو نیند آ جائے گی۔ سارے بدن میں شعلے بھڑکتے ہوں۔ کدو سے پاؤں جھسا لو اللہ اللہ خیر صلاح...... جاگتے میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں۔ بابا کتانی سے پانی دم کرا لاؤ کتنی موج ہے تجھے...... نہ تیرے دماغ کی کوئی تار فیوز ہوئی ہے نہ کبھی تجھے کوئی وسوسہ ڈراتا ہے...... خوش نصیب ہے بے بے تو...... میں تو آج کل ہوا سے ڈر جاتا ہوں۔

(بے بے رابعہ اس وقت کچھ نہیں سنتی الماری کھول کر تیل نکالتی ہے پھر ہاتھ کی کپی بنا کر اس میں تیل ڈالتی ہے اور آخر میں سرفراز کی پشت پر آ کر سرفراز کے سر میں تیل ڈال کر جھسنے لگتی ہے۔)

سرفراز: ہائے بے بے تیل نہ لگا چپ چپ کرتا ہے۔

رابعہ: چپ چاپ بیٹھا رہ۔ بعد میں نہا لینا نازو چالیس گھڑے پانیوں سے نہاری ہے اور تجھے سے تیل نہیں جھسایا جاتا دیکھ تو کتنی خشکی ہے اس کو عزت کا خیال ہے اصلی بات تو اویں۔

سرفراز: بے بے ایک بات پوچھوں۔

رابعہ: پوچھ پوچھ۔ بسم اللہ۔

سرفراز: چاچی مریم نے انکار کیوں کیا رخصتی سے؟

رابعہ: شاداب کو چھٹی نہیں ملی۔ اس کا ساتھی ڈاکٹر لاہور آ رہا ہے شادی کروانے۔ دو ڈاکٹر ایک وقت میں چھٹی نہیں لے سکے۔

سرفراز: یہ تو تو مجھے سوواری بتا چکی ہے بے بے شاداب کہیں بہانہ تو نہیں بنا رہا۔

رابعہ: بہانہ وہ کیوں؟ بہانہ کیوں بنانا ہے مریم نے۔

سرفراز: میں سوچتا تھا کہیں کوئی اور بات نہ ہو...... کہیں نازو چاہتی ہو کہ ابھی رخصتی نہ ہو......

رابعہ: وہ کیوں......

سرفراز: جس کا اپنا کاروبار ہو اماں...... جس کا ملک سپلائی کا اپنا حساب کتاب ہو وہ شادی کا پھندا کس لئے گلے میں پہنے۔ اُسے ضرورت کیا ہے چودھری سرفراز کی۔

رابعہ: کچھ کام کاج کیا کر...... سویرے اکھاڑے جایا کر...... ایویں رج کھانے کی مستی ایویں بنگلے سیدھے ہو کر منجا توڑنا رات بیٹھ کر فلمیں دیکھنا وی سی آر پہ خشکی تو ہونی ہوئی سر میں...... دیکھ کیسے جھڑ رہی ہے...... کل سے میں دیسی گھی جھسوں گی تیرے سر میں......

سرفراز: کیا مزے ہیں بے تیرے اماں...... ہر بات کا سیدھا سا علاج ہے تیرے پاس اماں دادی ٹھیک کہتی تھی تو توگاں ہے گاں بے بے گاں ہے گاں...... گھی جھس کے تیرا سر ٹھیک ہو جاتا ہے

(کٹ)

سین 12 آؤٹ ڈور

دن سٹوڈیو

(اس وقت جان محمد اور داؤد پینٹ یا جینز پہنے ہوئے ہیں۔ لیکن اوپرے سے لگ رہے ہیں۔ ایک فوٹو گرافر کا سٹوڈیو ہے۔ جس میں فوٹو گرافر اس وقت جان محمد کی پاسپورٹ سائز فوٹو بنا رہا ہے۔ وہ چھتری درست کرتا ہے لائٹیں چیک کرتا ہے۔ پھر کیمرے تک جاتا ہے۔)

فوٹو گرافر: ذرا جی چہرہ اوپر کریں......

(جان محمد سر اونچا کرتا ہے۔)

فوٹو: ذرا بائیں طرف Left پاسپورٹ سائز ناں جی۔

(جان محمد چہرہ ادھر کرتا ہے۔)

داؤد: بالکل

فوٹو: ریڈی...... Smile

(روشنی کا لشکارا پڑتا ہے۔)

(کٹ)

سین 13 ان ڈور
شام کے وقت (چھوٹا سا ہال)

(ہال کے ڈائس پر ایک منسٹر' انجم ایک مہمان خصوصی اور دو ایک اور معتبر آدمی بیٹھے ہیں۔ انجم تقریر کرنے کے لیے مائیکر فون پر کھڑا ہے۔ سامنے ہال میں دکھاتے ہیں کہ بھرے ہال کے بائیں جانب عمائدین شہر بیٹھے ہیں۔ اور دائیں طرف وہ آرٹسٹ پہلی قطار میں بیٹھے ہیں جنہیں پچھلے سینوں میں شناخت کرایا جاچکا ہے۔ داؤد سر ودھی کی پارٹی' مرغ لڑانے والے' پہلوان وغیرہ دو تین گانے والیاں۔)

انجم: جناب ذی وقار منسٹر صاحب' دانشور مہمان خصوصی خوشی محمد لاثانی صاحب...... معزز خواتین وحضرات...... میں آج یہ اعلان کرنے میں بڑی مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ عالمی میلے پر ہمارے آرٹسٹوں کا وفد کچھ روز بعد نیویارک کے لئے روانہ ہوگا۔ یہ میلہ قریباً ایک ماہ کے لئے نیویارک میں منعقد ہوگا۔ اس میلے میں 32 ممالک شرکت کر رہے ہیں۔ مقابلے بھی ہوں گے جن میں انشاء اللہ ہمارے آرٹسٹ دنیا کو دکھا دیں گے کہ آرٹ وکلچر کی نمائندگی میں ہمارے آرٹسٹ کسی سے کم نہیں ہیں۔ اس وقت آپ کو ان آرٹسٹوں سے متعارف کرانا چاہتا ہوں۔ داؤد سر ودھی اور جان محمد ڈھولیا۔

(تالیوں کے درمیان یہ دونوں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انجم اشارہ کرتا ہے یہ اوپر ڈائس پر جاتے ہیں۔ بیک گراؤنڈ میں ڈھول بجتا ہے۔ جان محمد اور داؤد اوپر ڈائس پر پہنچتے ہیں۔ اور ایک طرف کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈھول رُکتا ہے۔)

انجم: اب میں اپنے منسٹر صاحب وقار ہاشمی صاحب سے استدعا کروں گا کہ وہ ان مایہ ناز ڈھول نوازوں کو پھول پیش کریں۔

(منسٹر اپنے سامنے دھرے پھولوں کے بوکے اٹھاتا ہے اور ان دونوں

کو پیش کرتا ہے۔ عقب میں روز شور سے ڈھول بجنے کی آواز)

(کٹ)

سین 14 آؤٹ ڈور

صبح کا وقت (شاداب ملک سپلائی)

(شاداب ملک سپلائی پر کام جاری ہے۔ بلٹو ہے وین پر چڑھائے جا رہے ہیں۔ ایک طرف بھینسوں کے دودھ دوہنے کا عمل جاری ہے۔ وین میں ریڈیو چل رہا ہے جس پر کوئی ماڈرن گیت لگا ہے۔ دور سے سعد سلمان آ رہا ہے۔ منشی لکڑی کی بنچ پر بیٹھا لمبے سے گلاس میں دودھ پی رہا ہے...... سلمان پاس آ کر کھڑا ہوتا ہے۔)

سلمان: سلام علیکم منشی جی۔

منشی عارف: وعلیکم سلام...... بی بی تو ادھر نہیں آئیں گی اب۔

سلمان: (انجان بنتے ہوئے) کیوں جی؟

منشی: لو آپ کو نہیں پتہ؟ ٹھیک ڈیڑھ مہینے بعد نازو بی بی کا نکاح ہے مہینے دو بعد۔ اگر ڈاکٹر شاداب آ گیا تو رخصتی بھی ہو جانی ہے پر ابھی کچھ گھپلا ہے۔

سلمان: (لفافے سے دو چار کتابیں نکال کر) یہ تین کتابیں فن تعمیر پر ہیں آپ انہیں پہنچا دیں گے؟

منشی: بالکل جی...... (کچھ حیران ہو کر) سعد صاحب یہ آپ لوگ اتنے بے خبرے کیوں ہوتے ہیں۔

سلمان: کیا مطلب۔

منشی: سارے گاؤں کو پتہ ہے نکاح کا آپ آپ یہ کتابیں ٹھوکی جا رہے ہیں۔ اب بی بی کو کتابوں کا ویل کب ملنا ہے؟ گھڑی گھڑی رسمیں ہو رہی ہیں۔

سلمان: ہاں یہ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔ لائیے مجھے دے دیجئے۔

منشی: شاباش...... موڑی لیس جی اب رسمیں شروع ہو گئی ہیں جی کتابوں کا کیا کام ایویں۔
(سلمان کتابیں واپس لیتا ہے۔)

(کٹ)

سین 15 ان ڈور
رات کا آغاز (ہال)

(مہمان خصوصی اپنی تقریر کر رہا ہے۔ آخری چند جملے ہیں جس کے بعد انجم کھانے کی اناؤنسمنٹ کرتا ہے۔)

خصوصی: یہ بات ذہین نشین کر لیجئے کہ ہمارا وقار' نام اور شناخت ہمارے مشاہیر کی وجہ سے ہے کوئی قوم اسی قدر سر بلند ہوتی ہے جتنا اس کے آرٹسٹ' فنکار' مصور' موسیقار بلند ہیں۔ ہر قوم کا شناختی کارڈ یہی لوگ ہیں۔ خصوصی شکر ہے اس معاملے میں ہم دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہیں۔ ہمارے شہرۂ آفاق آرٹسٹ جب بھی باہر گئے ہیں اپنا لوہا منوا کر آئے ہیں۔ ان کو عالمی میلے سے فتح یاب ہو کر لوٹنا نصیب ہو۔ ہمارے آرٹسٹ زندہ باد۔

(تالیاں بجتی ہیں۔ مہمان خصوصی واپس لوٹتا ہے اور انجم واپس مائیکرفون سنبھالتا ہے۔)

انجم: اب میں آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ باہر دائیں گراسی پلاٹ میں تشریف لے چلیں کھانے کے انتظام میں Bar. B. Q بھی آپ کا منتظر ہے۔

(سب ہال سے نکلنے کی کوشش میں مشغول ہوتے ہیں۔ چلتے ہوئے انجم اور اس کا حواری پی اے آپس میں سرگوشی کرتے لیکن ان کی بیک پر جان محمد جو ڈائس پر ہے باتیں سن لیتا ہے۔)

انجم: افتخار...... یہ آرٹسٹ وغیرہ کے لئے بعد میں کھانا لگے گا۔ معززین کو پہلے سرو کرو۔

افتخار: لیکن کچھ تو جا بھی چکے ہیں سر۔

انجم: کیا کنفوشن ہے...... ان لوگوں کو بعد میں سرو کر دیں...... یہ ڈنر V.I.Ps کے

لیے ہے۔ Rif-Raffs کے لیے نہیں ہے۔

افتخار: لیکن سر۔

انجم: مجھے کچھ پتہ نہیں کوئی بہانہ بنا کر انہیں یہیں روک لو...... شاباش جلدی کرو۔
(افتخار پہلی قطار کی طرف بھاگتا ہے آرٹسٹوں کو روکتا ہے۔)

(کٹ)

سین 16 آؤٹ ڈور

رات (شامیانے تلے)

(اس وقت ایک بڑے شامیانے تلے بہت ساری میزیں لگی ہیں۔ فرش پر ہڈیاں پڑی ہیں۔ میزوں پر برتن بے ترتیب اور گندی حالت میں پڑے ہیں۔ چند مہمان رخصت ہونے کی حالت میں ہیں۔ ایک میز پر باوردی ڈرائیور اور چند دوسرے ملازم کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت پہلوان 'مرغا لڑانے والے' کبڈی کے کھلاڑی 'داؤ وسرودھی اور کچھ گانے بجانے والی لڑکیاں آتی ہیں۔ پلیٹیں اٹھاتے اور حرص سے کھاتے ہیں۔ جان محمد ایک طرف کھڑا ہوتا ہے۔ داؤد اُس کے لیے پلیٹ لاتا ہے۔)

داؤد: کھانا تھوڑا بچا ہے جلدی سے ڈال لے جان محمد۔

جان: نہیں شکریہ۔

داؤد: کیوں؟

جان: بس بھوک نہیں ہے......

داؤد: تجھے ہوا کیا ہے؟ دیکھو تو اللہ ہمیں کتنا نواز رہا ہے......

جان: وہاں بھی ہمارے ساتھ ایسے ہی ہوگا بھائی داؤد...... نیویارک میں...... پھر روز قیامت۔

(کٹ)

شاہلاکوٹ (7)

کردار

ماسٹر موسیٰ

چودھری سرفراز

ابو یعقوب کتانی

عبدالرحمٰن

جانوں ڈھولیا

داؤ و سرودھی

انجم بیوروکریٹ

افتخار پی اے

منظور مزارعہ

جمیل: وہی لڑکا جو ماسٹر صاحب کو آگ کی واردات بتانے آیا تھا عرس کے لگ بھگ

نازو

مریم چودھرائن

رابعہ چودھرائن

رضیہ لنگڑی

گاؤں کی لڑکیاں

نازو کی سہیلیاں

سین 1 ان ڈور

دن کا وقت (نازو کا کمرہ)

(نازو لا تعلق سی آئینے کے سامنے کھڑی ہے' اس کے ہاتھ میں کتاب ہے۔ وہ اس میں سے ہولے ہولے پڑھتی ہے۔ مریم اور نوکرانی رضیہ شادی کا لحاف تہہ کر کے پلنگ پر رکھتی ہیں۔ اس کو چاندی کے چھپے لگے ہیں اور گوٹے سے مڑھا ہے)

نازو: مختصر حال عمارت شالا باغ یہ ہے گرد و نواح تمام چار دیواری پختہ کار جس پر چھ برجیاں تمام سنگ سرخ سے بنی ہوئی تھیں۔ اب عام در آمد جنوب رویہ بر سر سڑک ہے......

مریم: یہ رضائی دیکھی ہے نازو۔ ادھر نظر کر۔

نازو: جی...... دیکھی ہے۔

مریم: (ذرا حیران ہو کر) تیری دادی کی رضائی سے چھپے اتار کرنے لگائے ہیں۔

نازو: جی...... اچھا اماں میں ذرا ڈیری فارم تک جا رہی ہوں۔

مریم: کوئی ضرورت نہیں اب ڈیری فارم جانے کی۔ خود منشی یہاں آکر حساب دیا کرے گا۔ تنخواہ ہی لینی آتی ہے منشی کو یا دودھ پینا آتا ہے۔

نازو: اماں جانا تو مجھے پڑیگا۔ میں نے سنا ہے چونگی پر لڑائی ہوئی ہے۔ منشی جی کی انسپکٹر سے۔

مریم: کسی نے کوئی نہیں جانا...... گھر سے باہر قدم نہیں دھرنا کسی نے شاداب آکر خود سنبھالے سارا وخت۔

نازو: کمال ہے...... اماں پہلے مجھے تعلیم دی بیٹے کی طرح پالا...... پھر شاداب ملک سپلائی شاوا شاوا میرا جوان پتر کہہ کہہ کر تھما دی...... پھر ڈرائیور بیمار ہوا تو ٹریکٹر چلوالیا...... پھر ٹیوب ویل مرمت کروانے شہر بھیجا...... اور اب تو چاہتی ہے میں گھنڈ نکال کر وہٹی بن جاؤں۔ انجان سی کڑی۔

مریم: مائیاں پڑنے کے بعد تو کوئی دھی دھیانی رات کے وقت آنگن میں بھی نہیں

نکلتی...... تو ڈیری فارم جا رہی ہے۔

نازو: دوہری چال مجھے تو نے سکھائی اماں۔ دوہری چال۔ مطلب کے لیے شاوا پتر اور لوک لاج کے لیے دھی رانی! کمال ہے میرے اندر دو لڑکیاں کس نے پیدا کیں۔

مریم: بس جو کچھ بھی ہے چادر رکھ دے سو شگن ہیں سو رسمیں ہیں۔ اس وقت تو نے قدم باہر نہیں رکھنا دیکھ لے۔

نازو: آخری بار ماں...... ایک آخری بار جانے دے...... قسم لے لے گھنٹے میں آ جاؤں گی۔

مریم: ناں جی ناں چودھری سرفراز کی منگ اور شاہ بالا کوٹ میں پھرے (رضیہ چپ چاپ سنتی ہے اور رضائی تہہ کرتی ہے)

نازو: آخری بار ماں...... میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ ہتھکڑی لگنے سے پہلے...... سارا کچھ طے ہونے سے پہلے مجھے ایک بار اڑ لینے دے اپنے پروں سے...... اپنے اختیار سے۔

مریم: اچھا جا پر رسموں کا خیال رکھ بڑے ڈانڈے ہیں بھائی جبار تجھے کیا پتہ۔
(کیمرہ رضیہ پر آتا ہے جو محرومی کی 'شک کی' دُکھ کی اور حیرانی کی مورت ہے)

(کٹ)

سین 2 ان ڈور
شام کا وقت (ابو یعقوب کتانی کا حجرہ)

(ابو یعقوب کتانی کا چھوٹا سا حجرہ۔ ابو یعقوب گاؤ تکیہ لگائے تخت پوش پر بیٹھے ہیں اور پڑھنے میں مشغول ہیں۔ عبدالرحمٰن اندر سے آتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک پرچ میں معجون قسم کی چیز ہے)

عبد: دیکھ لیجیے حضرت ملاوٹ ٹھیک ہے۔

ابو: (انگلی سے تھوڑا سا معجون چاٹ کر) سبحان اللہ عبدالرحمٰن تو معجون مروارید ایسے بناتا ہے جیسے ہمارے ابو بنایا کرتے تھے......

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

عبد: آیئے آیئے تشریف لایئے۔

(چودھری جبار کا مزارع آتا ہے)

ابو: آؤ میاں آؤ۔

منظور: سلام لیکم حضرت جی۔

ابو: وعلیکم السلام۔

منظور: وہ ملّم تیار ہو گئی ہے پنڈے پر لگانے والی۔

ابویعقوب: کیوں بھئی عبدالرحمٰن۔

عبد: ہو گئی سرکار ہو گئی۔

ابویعقوب: تو لا دو...... بیٹھو بھئی منظور...... چودھری صاحب سے عرض کرنا کہ یہ درست ہے میں حکیم زادہ ہوں۔ لیکن میری توجہ ساری عمر تحصیل علم کی طرف رہی۔ میں تو میاں وڈا کے متولی کا خوشہ نشین ہوں لیکن کچھ نسخے یاد ہیں۔ وہ بطور خدمت خلق بنا دیتا ہوں۔ لیکن میں حکیم نہیں ہوں خوشہ چین ہوں حکیموں کا...... حکیم زادہ ہوں صرف۔

(پلاسٹک کی چھوٹی سی بوتل اٹھائے عبدالرحمٰن آتا ہے)

ابویعقوب: لیجئے منظور صاحب...... رات کے وقت جلی جگہ پر اس کا ہلکا سا لیپ کر کے کچھ دیر کھلا چھوڑ دیں۔ انشاءاللہ جلد آرام آجائے گا۔ اگر چودھری صاحب حکم دیتے تو میں خود مریض سے آ کر مل لیتا۔

منظور: ہمیں حکیم صاحب! اس کی لوڑ نہیں ہے۔

ابویعقوب: جیسے چودھری صاحب مناسب سمجھیں۔

(اس وقت ماسٹر موسیٰ چق اٹھا کر پوچھتے ہیں)

ماسٹر: اجازت ہے؟

ابویعقوب: ضرور ضرور سلام علیکم تشریف لایئے۔

(منظور سلام کر کے جاتا ہے کنانی ہاتھ اٹھا کر سلام کہتے ہیں۔ ماسٹر بھی سلام کرتا اور جواب پاتا ہے۔ عبدالرحمٰن واپس اندر چلا جاتا ہے)

ابو: میں اسے...... منظور کو بتا رہا تھا ماسٹر جی کہ میں حکیم زادہ ضرور ہوں۔ لیکن مجھے چھوٹی عمر میں میاں وڈا کے سجادہ نشین حضرت عادل شاہ ہمراہ لے گئے...... ایک چوکھنڈی عمارت پختہ میں رہائش تھی۔ ایسا درخت بوڑھ کا سایہ فگن تھا کہ تمام حجرہ اس کی اوٹ میں نظروں سے اوجھل رہتا۔ یہیں برسوں تحصیل علم جاری رہا۔

موسیٰ: جی جی...... خوش نصیبی ہے...... جی۔

ابویعقوب: خوب یاد ہے ایک بیلہ پاس تھا۔ چاندراتوں میں حضرت نے وہیں لے جانا اوپر آسمان میں گھٹتا بڑھتا چاند...... نیچے خشک ریت...... حضرت کی زبان سے جو نکتہ بیان ہوتا ازبر ہو جاتا...... تزکیہ نفس کے لیے کئی ریاضتیں کرائیں......

(منظر ڈزالو ہوتا ہے)

ڈزالو

سین 3 آؤٹ ڈور

شام (گاؤں کا منظر)

(تازیہ چادر میں لپٹی لپٹائی گاؤں کی گلی میں جارہی ہے...... وہ گھروں کو دیکھتی ہے پھر آسمان کی طرف نظر ڈالتی ہے آسمان پر پرندے اڑے جارہے ہیں۔ گاؤں کے نمائندہ مناظر دکھایئے)

(کٹ)

سین 4 آؤٹ ڈور

شام (ابویعقوب کا حجرہ)

ماسٹر: سرکار...... یہی مشکل ہے ساری بات سمجھ آتی ہے پتہ بھی چلتا ہے کہ درست

کیا ہے؟ لیکن عمل نہیں ہو پاتا۔ ایک حجاب سا درمیان میں رہتا ہے ہمیشہ اور حضرت جب تک کوئی علم عمل نہ بن پائے تو پھر بچوں کو اس کی تعلیم دینے کا فائدہ؟ بچے...... تو آپ کے عمل سے جانچتے ہیں سب کچھ۔ علم عمل کے بغیر لنگڑا ہے حضرت!

ابویعقوب: بات یہ ہے ماسٹر جی...... ویسے تو علم کی بہت سی صورتیں ہیں لیکن سب سے واضح صورت استاد کی صورت میں متشکل ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کی ذمہ داری بھی بہت اور فشار علم بھی خوب ہوتا ہے۔

موسیٰ: میرے کہنے کا مطلب یہ ہے حضرت کہ کئی بار دینی علم پڑھانے کے باوجود شاگرد میں وہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے جن کی استاد کو توقع ہوتی ہے۔ یا پھر خواہش ہوتی ہے۔

ابویعقوب: علم میں ایک جوہر بنیادی طور پر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ جہاں آگہی آتی ہے' شعور بڑھتا ہے وہاں تکبر کی پنیری خود بخود نمودار ہوتی ہے...... صاحب علم کو آگاہی نہیں ہوتی کہ تکبر کی بیل کیسے اس کے تنے سے لپٹتی جاتی ہے کیونکر علم کی روشنی تکبر کے اندھیرے میں تحلیل ہو جاتی ہے۔

موسیٰ: پھر کیا کیا جائے' تکبر سے کیسے بچا جائے سرکار۔

ابویعقوب: علم پر ہی کیا موقوف ہے ماسٹر جی...... انسان میں کوئی بھی خوبی موجود ہو۔ تکبر کا باعث بن جاتی ہے...... دولت' حسن' ایمان اور دانش سب اوصاف ایسے ہیں جن میں ایک وصف مشترک ہے کہ وہ صاحب خوبی میں خود بینی' خود نمائی اور خود رائی پیدا کر دیتے ہیں۔

موسیٰ: تو پھر سرکار استاد مجبور کیا کرے۔ شاگردوں میں علم کیسے تقسیم کرے۔

ابو: یہ جان کر کہ ترکہ وارثین میں تقسیم کرنا ہے ترکے سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ نہ ہی وہ خود وارث ہے...... امانت دار پر صرف اتنی ذمہ داری ہے کہ وہ نہایت عاجزی سے جو کچھ جانتا ہے' مطلوب تک پہنچا دے۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس مغالطے میں مبتلا نہ ہو کہ اس کی علم پر اجارہ داری ہے یا کہیں وہ اس علم کا عامل بھی ہے......

ماسٹر: میں سمجھا نہیں سرکار۔

ابو: بس ماسٹر جی آپ کا کام پہنچا دینا ہے اگر لمحہ بھر کو بھی آپ کو احتمال ہوا کہ علم آپ کی ذات سے پھوٹتا ہے یا آپ اس علم کا سرچشمہ یا پیروکار ہیں تو ماسٹر جی...... استاد صاحب...... گرامی قدر...... احتمال ہے بلکہ...... یقین ہے کہ آپ کے علم کو تکبر کھا جائے گا اور شاگرد آپ کے شوکت نفس سے دب کر جاہل رہ جائیں گے۔ کورے کے کورے۔

(ماسٹر موسیٰ سر کھجلانے کے عمل میں ہے۔ منظر فیڈ آؤٹ ہو رہا ہے)

(فیڈ آؤٹ)

سین 5 آؤٹ ڈور

دن کا وقت (حویلی)

(نازو حویلی میں پھر رہی ہے۔ اسے در و دیوار سے یہ صدا آتی ہے)

آواز: (منیر نیازی کا یہ شعر) دکھ بھی تھا اس کو شادی کا
خوش بھی ہے وہ دیکھو کتنی

(رضیہ کی میٹھی آواز میں شہنائی کی سنگت میں گایا جائے۔ سوپرامپوز)

(کٹ)

سین 6 ان ڈور

دن کا وقت (دفتر)

(چیئرمین انجم بڑے دبدبے سے بیٹھا ہے اس کے سامنے بیرون ملک جانے والے آرٹسٹ بیٹھے ہیں۔ جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ وہ ان سب کو بریف کر رہا ہے)

انجم: آپ سب کو پاسپورٹ مل گئے ہیں۔

داؤد: جی......(باقی سب خوشی سے۔جی'جی)

انجم: آپ سب کے ویزے لگ گئے ہیں اور اب آپ لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ شام کو آٹھ بجے آپ یہاں ہوں۔ اس دفتر میں...... ہماری فلائٹ پونے ایک بجے جائے گی تین گھنٹے پہلے ہمیں ایئرپورٹ پر پہنچنا ہے ہر صورت۔

داؤد+ایک لڑکی آرٹسٹ: جی۔

داؤد: جی ہمیں افتخار صاحب نے سارا شیڈول سمجھا دیا ہے۔

انجم: ایک بات کا خیال رکھیں کہ کوئی آرٹسٹ بغیر اطلاع دیئے ہوٹل سے غائب نہیں ہو سکتا۔

کچھ افراد: ہم سمجھ گئے ہیں سرکار۔

انجم: ہمیں بیس دن کے لیے ورلڈ میلے میں شریک ہونا ہے۔ پھر ہم ٹورنٹو میں چار دن کے لیے ایک ریلی میں شریک ہوں گے۔
(انجم کی کرسی کے پیچھے افتخار کھڑا ہے' جس کی شخصیت ایک چمچے کی ہے)

انجم: سب آرٹسٹوں کے لباس Try کر کے دیکھ لیے تھے؟

افتخار: جی سر! ڈریس ریہرسل ہو چکی ہے۔

انجم: آپ سب ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں سارا ملک آرٹسٹوں سے بھرا پڑا ہے۔ لوگ اس موقع کو ترستے ہیں جس آرٹسٹ کو بیرون ملک Perform کرنے کی سند مل جاتی ہے اس کا Career یقینی ہو جاتا ہے۔

ایک گانے والی: ایسا کیوں ہے سر! بیرون ملک تو کوئی ہمیں نہیں سمجھتا...... ہمارے گانے کو؟

انجم: بدنصیبی ہے لیکن یہی حقیقت ہے۔ ہمارے ہاں تعلیم ہو' آرٹ ہو' فیشن ہو' میڈیا ہو سند ہمیں گورے کی حاصل کرنی پڑتی ہے...... یاد رکھئے جس نے سفید فام لوگوں کو Facinate کر لیا اس کا مستقبل روشن ہو گا......

جانوں: ہم جان لڑا دیں گے سر۔

انجم: بس یہی سپرٹ ہے...... جان لڑا دینا۔ یاد رکھنا ایک بار گورے اٹھ کر ناچنے لگ گئے تو آپ لوگوں کو میڈیا نے اٹھا لینا ہے۔ شہرت ہی شہرت...... عزت ہی عزت۔

سارے: پاکستان زندہ باد......

انجم: (ہاتھ کے اشارے سے چپ کرا کر) اور یاد رکھئے وہاں جا کر احمقوں کی طرح نعرے بازی نہیں کرنی۔ Refined Cultured لوگوں کی طرح آہستہ بولنا' آہستہ چلنا اور آہستہ کھانا ہے...... اچھا جی (اٹھتے ہوئے) تو آٹھ بجے یہاں...... پورے آٹھ۔

افتخار: آپ فکر نہ کریں سر۔

انجم: اچھا بھئی خدا حافظ...... اور خوب نہا دھو کر بال وغیرہ سیٹ کر کے آنا ہے...... شیمپو وغیرہ کر کے جنگلی پینڈو بن کر نہیں آنا۔

(کٹ)

سین 7 — آؤٹ ڈور

دن کا وقت — (سکول)

(سکول کی طرف جانے والے راستے پر نازو آرہی ہے۔ بچے اس کے پاس سے بستے تختیاں لے کر جاتے ہیں۔ چھٹی کی گھنٹی بج رہی ہے)

(کٹ)

سین 8 — ان ڈور

کچھ دیر بعد — (ماسٹر موسیٰ کا گھر)

(سلمان پریشان اپنا سامان جمع کر رہا ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے)

نازو: کیا میں اندر آسکتی ہوں؟

سلمان: (یکدم حیران ہو کر) آیئے پلیز آیئے۔

نازو: میں آپ کی کچھ کتابیں واپس کرنے آئی تھی۔

سلمان: کسی کے ہاتھ بھجوا دیتیں۔ آپ نے کیوں زحمت کی۔ (کتابیں پکڑتا ہے)
نازو: آپ جا رہے ہیں؟
سلمان: جی جانا ہی پڑ رہا ہے...... اور کوئی چارہ نہیں......
(نازو سلمان کا تولیہ اٹھا کر تہہ کرنے لگتی ہے)
نازو: کیوں؟ کیوں جانا پڑ رہا ہے؟
سلمان: ایک تو...... وہاں Brick layers والوں کو جلدی ہے...... دوسرے میری Convocation قریب ہے۔ ڈاکٹر فراست کا خط آیا تھا۔ میں کونوکیشن Miss نہ کروں۔ مجھے گولڈ میڈل ملنے والا ہے۔
نازو: آپ کتنے خوش نصیب ہیں۔ مستقبل میں آپ کو کتنے امکانات ملنے والے ہیں۔
سلمان: اور آپ کو...... آپ کو تو...... آپ کو بھی...... درخشاں Future نہیں ملنے والا؟
نازو: ہاں وہ بھی ہے۔
سلمان: آپ مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہیں؟
نازو: (جلدی سے چہرہ پرے کرتی ہیں) ہاں۔
سلمان: سنا ہے صرف نکاح ہو رہا ہے؟
نازو: شاداب بھائی کو چاچا جی نے لکھا ہے اگر وہ آ گئے تو شادی بھی ہو جائے گی۔
سلمان: نازو۔
نازو: جی......؟
سلمان: چلیے چھوڑیے۔
نازو: بتا دیں ناں۔
سلمان: اگر آپ خوش ہیں تو بس پھر ٹھیک ہے۔
نازو: جس طرح ایک دیہاتی بڑے شہر میں رہنے کے بعد گاؤں میں خوش نہیں رہ سکتا...... ویسے ہی سلمان صاحب...... لیکن چھوڑیے آپ نہیں سمجھیں گے ہم جاہلوں کی باتیں۔
سلمان: لیکن میں تو گاؤں واپس آ کر بہت خوش ہوں نازیہ...... مجھے معلوم نہیں تھا کہ

وہ بھولی سی نازو...... جو اباجی سے پڑھنے آیا کرتی تھی...... پانچ چھ سال میں اتنی میچور ہو جائے گی...... اتنی قابل......

نازو: یہ...... یہ سب صرف اتفاقی خوشی ہے۔ آپ شہر جاکر اس چھوٹے سے شاہ بلاکوٹ کو بھول جائیں گے۔ جہاں ایک دن دوسرے دن کی بوریت میں گھلتا رہتا ہے۔ جہاں کوئی کانوکیشن نہیں ہوتی۔ کوئی کالج نہیں ہوتے۔ بازار نہیں ہوتے...... دوست نہیں ہوتے۔

سلمان: (چور نگاہوں سے دیکھ کر) دوست تو ہوتے ہیں نازیہ......

نازو: ایسے ہی کچے پکے...... جاہل بے وقوف...... ان پڑھ۔

(سلمان دو قدم اس کی جانب بڑھتا ہے پھر مڑ جاتا ہے)

سلمان: آپ کتابیں کسی کے ہاتھ بھجوا دیتیں؟

نازو: یعنی آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا۔

سلمان: (provokeہو کر) یہ بات نہیں ہے نازو...... اور تم جانتی ہو۔

نازو: پھر کیا بات ہے سلمان......

سلمان: شاید اتنی آسانی سے میں وہ بات تمہیں بتا نہیں سکتا...... (پتھریلی آواز میں) پلیز مجھے جا لینے دو نازیہ پلیز۔

نازو: میں کب آپ کو روک رہی ہوں سلمان...... اور میں آپ کو روک بھی کیسے سکتی ہوں۔

(بیگ اٹھاتے ہوئے)

سلمان: خدا حافظ۔

نازو: خدا حافظ۔

سلمان: (چلتے ہوئے) جانے مجھے کیا وش کرنی چاہیے؟

نازو: میں بتاؤں؟

سلمان: بتائیں......

نازو: (منہ پرے کر کے) دعا کرنا میں جلد مر جاؤں۔

(سلمان کھڑا رہتا ہے نازو تیزی سے باہر نکل جاتی ہے۔ باہر نکل کر

خالی رستوں میں بھاگنے لگتی ہے اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا ہے)

(کٹ)

سین 8 ان ڈور
صبح کا وقت حویلی

(سرفراز پیڑھی پر بیٹھا ہے تخت پوش پر رابعہ چودھرائن بیٹھی ہے وہ سرفراز کے سر میں تیل لگا رہی ہے)

رابعہ: کچھ آرام آیا بابے یعقوب کے ملہم سے۔

سرفراز: اب جلن نہیں ہوتی...... بس رات کو درد ہوتا ہے۔

(کیمرہ سرفراز کا بازو دکھاتا ہے جس پر پٹی بندھی ہے اور آستین لٹک رہی ہے)

سرفراز: رات میں نے بے بے بڑا عجیب خواب دیکھا۔

رابعہ: ہائے ربا خیر......

سرفراز: میں نے دیکھا اماں ہنیر اگھپ ہے اتا ہنیر اماں جیسے رات ہو...... پر رات نہیں ہے۔ بھادوں کا بادل چار چوفیرے چڑھا ہے...... دور دور تک کپاہ نسری کھڑی ہے اماں...... کھڑی کھڑی۔ دوڈے پکے کھڑے ہیں۔ پھر اماں بارش شروع ہو جاتی ہے...... میر اگھوڑا مجھے سوار کرائے بغیر سرپٹ ہو جاتا ہے۔

رابعہ: میں مر جاؤں...... کیا چندرا خواب ہے۔ اندر سو یا کر میرے پاس صدقے جاواں۔

سرفراز: نسری فصل بیٹھنے لگتی ہے اماں...... کپاہ کے دوڈے ٹوٹ ٹوٹ کر کھلر جاتے ہیں۔ کھڑی کھیتی یوں گرتی ہے اماں یوں گرتی ہے جیسے خود کاٹی گئی ہو...... بڑا مینہ...... بڑا الشکارا...... بڑی تباہی......

(اس وقت چاندی کے کٹورے میں شاداں پانی لاتی ہے۔ رابعہ سرفراز کے سر سے وار کر پانی پیتی ہے اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں)

(کٹ)

سین 9 ان ڈور

شام کا وقت (واڈو کی کھولی)

(جان محمد اپنے بیگ کو چھوٹا سا تالا لگا کر جیب میں چابی ڈالتا ہے۔ پھر پاسپورٹ کو دیکھ کر ہپ پاکٹ میں رکھتا ہے۔ پھر بال بناتا ہے۔ وہ بہت خوش نظر آتا ہے۔ اس وقت اس نے جینز اور شرٹ پہن رکھی ہے۔ اس کی چال ہلکی' چہرہ بشاش اور انداز میں خوش دلی ہے۔ چار پائی پر منظور (مزارع) بیٹھا ہے اس کے پاس چھوٹی سی گٹھڑی ہے اور وہ کچھ لکا چھپا کے انداز میں بات کر رہا ہے)

جان: پہلے جو ہمارے ہوائی جہاز نے رکنا ہے تو لندن میں نہیں رکنا' ہم کو رات بھر رکنا ہے فرانک فرٹ میں نام تو نہیں سنا ہو گا فرانک فرٹ کا بھا منظور۔
(منظور نفی میں سر ہلاتا ہے)

جان: بس رات کی رات وہاں رک کر سیدھے نیویارک......وہاں سے ورلڈ فیئر...... نیویارک۔

منظور: تیری تو بولی ہی بدل گئی وے جان محمد۔ پکا صاحب ہی بن گیا یہاں آ کر......

جان محمد: ابھی تو مجھے واپسی پر دیکھنا بھا منظور۔ جیبوں میں ڈالر...... گٹ پر گھڑی...... جیب میں پاسپورٹ گرین کارڈ......اوئے بھا منظور......چودھری جبار نے مجھے لیس سر یس سر کرتے پھرنا ہے...... بھا واڈو نے مجھے ترکیب بتائی ہے میں نے وہاں غائب ہو جانا ہے......امی گریشن لے لینی ہے تو دیکھتا جا......

منظور: یہ تو ٹھیک ہے پر......اک بات ہے۔

جان: بات شات اب کوئی نہیں منظور بھا......جب تک میں شالا کوٹ میں تھا تو بات تھی اب یہاں آ کر پتہ چلا جتنی محنت کرواتی کھٹی کرلو......جتنا گڑ ڈالو میٹھا کر لو......ہم شالا کوٹئے تو اویں وہموں کی لگام پکڑ کر ہی گھوڑے دوڑاتے رہے ہیں۔

منظور: تو نے مجھے پوچھا نہیں کہ میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟

جان: کیا میں جانتا نہیں تجھے میرا آسرا چاہئے۔ تو چودھری جبار کا ستایا آیا ہے۔ بھا منظور

کوئی ساز بجانا سیکھ لے کوئی ایسا کام سیکھ لے کہ باہر والے تیرا مان آدر کریں۔

منظور: یہ بات نہیں ہے......

جان: پھر جلدی بتا داؤو نیچے بازار سے چھوٹی جندری لینے گیا ہے۔ اپنے بیگ کے لیے بس ادھر وہ آیا ادھر ہم گئے (گھڑی دیکھ کر) پورے آٹھ بجے ہمیں آفس میں ہوتا ہے بھائی میرے۔

منظور: بات یہ ہے جان محمد! تیری اماں کا آخری ویلا آگیا ہے..... آج گئی بھانویں کل۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دے دیا ہے۔

(جانوں چترا جاتا ہے)

منظور: تیری بے بے نے میرے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا ہے لے کاکا منظور تو......اسی ویلے میرے جانوں کو لیکر آ...... میرے کون سے چار پتر ہیں وہی ایک اکیلا ہے...... اپنے موڈھے پر رکھ کر قبرستان تک پہنچا دے میں کون سا اسے ساری عمر کیلئے روکتی ہوں۔

(Bang)

(کٹ)

سین 10 — آؤٹ ڈور

شام کا وقت — (کھیتوں میں)

(چودھری سرفراز اپنے کالے گھوڑے پر سوار کھیتوں میں جا رہا ہے۔
گھوڑے کو ایڑ دے کر بھگاتا ہے بادل زور سے گرجتا ہے۔ بجلی کی کڑک)

(کٹ)

سین 11 — ان ڈور

شام — (داؤو کا کمرہ)

(جانوں نے اپنی جینز اور شرٹ اتار کر لاچا قمیص پہن لیا ہے۔

اس کا بیگ پلنگ پر پڑا ہے۔ منظور موجود نہیں اس وقت تیزی سے
داؤو آتا ہے)

داؤو: عجیب کم بختی ہے۔ ایک چھوٹی سی جندری نہیں ملی سارے بازار میں۔ جب کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے تو نہیں ملتی کبھی۔

جان: لے یہ جندری اور بیگ

داؤو: تو جانوں تو کیا کرے گا۔

جان: مجھے پہلے ہی یہ جندری تجھے دے دینی چاہئے تھی...... لیکن آدمی ہے ہی خود غرض کسی کو ایک معمولی جندری نہیں دے سکتا' جندڑی تو پھر بڑی بات ہے۔

داؤو: یہ تو نے کپڑے کیوں بدل لیے۔ انجم صاحب نے کہا تھا کسی نے لاچے شاچے میں نہیں جانا امریکہ...... جنگلی پینڈو بن کر۔

جان: بس یہی تو بات ہے جو امریکہ جا رہے ہیں۔ وہ پہنیں جینز قمیص ہم تو شا ہلا کوٹ جا رہے ہیں ڈھول سمیت۔ (دیوار پر لٹکا ڈھول اتار رہا ہے)

داؤو: کیا بک رہا ہے جان محمد۔

جان: میں بھی سوچتا تھا سات پیڑھی سے تو نصیب بدلا نہیں اب چانک اسے کیا خیال آگیا؟

داؤو: ہوش میں آ جان محمد ا۔

جان: یہ لے پاسپورٹ انجم صاحب کے پاس جمع کرا دینا کہنا کسی اور کو نہ دے دیں میں گاؤں سے آنے کی کوشش کروں گا...... وہ...... (ٹکٹ نکال کر) اس ٹکٹ کو بھی نہ دیں کسی کو...... کیا پتہ بے بے بچ جائے...... مجھے واپس آ لینے دے...... کیا پتہ بے بے مر جائے میں اسے دفنا کر بھاگ آؤں...... بس میری اڈیک رکھنا نیویارک میں...... اور انجم صاحب سے کہنا (ہاتھ جوڑ کر) نہ کسی کو پاسپورٹ دیں نہ ٹکٹ میں ضرور آؤں گا...... ضرور...... ضرور۔

(جانوں کے چہرے پر آنسو ہیں)

(کٹ)

سین 12 ان ڈور

شام کتانی صاحب کا دالان

(کھلا سا دالان جس میں ایک جانب بھینس بندھی ہے۔ ایک طرف عبدالرحمٰن جھاڑو پھیر رہا ہے۔ کتانی تخت پوش پر گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھا ہے۔ سامنے ماسٹر موسیٰ مونڈھے پر مؤدب موجود ہے۔ ماسٹر کے ہاتھ میں ایک پلیٹ ہے' جس میں کچھ چنے ہیں جنہیں ماسٹر موسیٰ کبھی کبھی کھاتا ہے)

کتانی: بات یہ ہے ماسٹر جی تربیت حاصل کیے بغیر آدمی تربیت دے نہیں سکتا۔ شاگرد رہے بغیر استاد بن نہیں سکتا۔ جو چیلا نہ ہو وہ گرو کیسا؟ جس نے خود زانوئے تلمذ تہہ نہ کیا وہ مرشد کیسے؟

موسیٰ: مشکل یہ ہے حضرت کہ شاگرد تو میں رہا ہوں' استاد بھی اسی لیے بن گیا لیکن رٹو طوطے کی طرح...... علم اگل تو سکتا ہوں پر...... یہ میرے قلب پر وارد نہیں ہوتا......

کتانی: اسی لیے تو کہتے ہیں علم حجاب اکبر ہے۔

موسیٰ: عجب مشکل ہے ماسٹر مستقیم سے کہتا ہوں تو وہ کہتے ہیں میں سارے سبجیکٹ پڑھا دوں گا۔ صرف دینیات سے مجھے معاف فرمائیں یہ میرے بس کی بات نہیں۔

کتانی: ماسٹر مستقیم عقلمند آدمی ہے...... دو اور دو چار پڑھانا آسان ہے' اس میں حقیقت اور خیال ایک ہیں۔ دینیات پڑھانا مشکل ہے۔ ماسٹر موسیٰ اس میں پردہ...... در پردہ...... حقیقت اور خیال موجود اور لاموجود کئی بار ایک ہو جاتے ہیں۔ کبھی کبھی نہیں ہوتے...... انسان زبان سے کچھ اعتراف کرتا ہے اور قلب پر اس کی ضرب کچھ اور پڑتی ہے۔

موسیٰ: پھر کیسے کیا جائے کتانی صاحب یا حضرت۔

کتانی: جب تک قول و فعل میں تضاد ہو گا...... تضاد ہی کی تعلیم دی جا سکتی ہے ناں۔ جب تک زبان کچھ کہتی ہے اور ہاتھ کچھ اور کرتے ہیں یک رخی پیدا ہو نہیں

سکتی موسیٰ جی...... علم سکھانے کے لیے خود بھی تضاد سے نکلنا پڑے گا ناں'
حوصلہ کر کے......ہمت کر کے کمر باندھ کے۔
(اٹھتے ہوئے بیزاری کے ساتھ)

موسیٰ: پھر تو مجھے کوئی اور پیشہ پکڑنا چاہیے حضرت۔ میں تو...... میں تو......
(جملہ مکمل نہیں ہوتا)

(کٹ)

سین 13	آؤٹ ڈور
دوپہر	کھلا میدان

(میدان میں کالے گھوڑے پر سرفراز چودھری سوار ہے۔ وہ نیزے سے کلے کو اٹھانے کی پریکٹس کر رہا ہے۔ایک دو مرتبہ اسے کلا اکھاڑتے دکھاتے ہیں)

(ڈزالو)

سین 14	ان ڈور
رات	حویلی

(نازو نے زرد کپڑے پہن رکھے ہیں وہ مریم چودھرائن کے ساتھ پلنگ پر بیٹھی ہے۔ رضیہ اس کے بالوں کی مینڈھیاں گوندھ رہی ہے۔ سامنے دالان میں کچھ لڑکیاں ڈھولک بجا رہی ہیں۔ کچھ گدا ڈالنے میں مشغول ہیں۔ جو گیت اس سین کے لیے لکھوایا جائے اس میں مکھڑا پنجابی اردو میں ایک انترہ سندھی ایک بلوچی ایک پشتو میں ہو۔ یہ الگ جاری رہتا ہے۔ کبھی نازو کو دکھاتے ہیں اور کبھی باقی۔ تین کٹ دکھائے جاتے ہیں)

(ڈزالو)

سین 15 آؤٹ ڈور

شام آؤٹ ڈور میدان

(بڑے میدان میں جہاں اردگرد چھتنارے درخت ہیں۔ درختوں میں سے جمیل جس کی عمر دس برس ہے' نکلتا ہے وہ جیسے سکول سے آرہا ہے۔ اس نے بستہ کندھے سے لٹکا رکھا ہے اور گھر جارہا ہے اس کے ہاتھ میں چھلی ہے۔ جسے وہ ساتھ ساتھ کھا رہا ہے......)

(کٹ)

سین 15 ان ڈور

شام دالان

(نازو کے اردگرد لڑکیاں گدا ڈالتی ہیں وہ شیشوں جڑی چوکی پر بیٹھی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ رضیہ گا رہی ہے)

(کٹ)

سین 15 آؤٹ ڈور

(کٹ 3) کھلا میدان

(چودھری سرفراز گھوڑے پر سوار بہت دور نیزا بازی کرتا نظر آتا ہے۔ جمیل کی پیٹھ کیمرے کی طرف ہے وہ دور بھاگتے گھوڑے کو دیکھتا ہے جو بالکل دھبہ سا نظر آتا ہے۔ گیت سوپر امپوز)

(کٹ)

سین 15 ان ڈور
کٹ 4 رات دالان

(ناچتی گاتی لڑکیاں۔ایک لڑکی نازو کولڈو کھلاتی ہے۔نازو تھوڑا سا لڈو کھلاتی ہے باقی سارا لڈو نازو کی سہیلیاں ہڑپ کر جاتی ہیں)

سین 15 آؤٹ ڈور
کٹ 4 کھلا میدان

(جمیل میدان میں کھڑا جھلی کھا رہا ہے۔ درختوں میں سے سلمان نکل کر آتا ہے اس نے بیگ اٹھا رکھا ہے۔وہ اپنے خیالوں میں گم ہے۔ گیت جاری رہتا ہے لیکن آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہوا چاہتا ہے۔ جب سلمان بچے کے قریب پہنچتا ہے تو گیت معدوم ہو جاتا ہے)

جمیل: سلام علیکم سلمان بھائی۔
سلمان: (رک کر) تم...... یہاں کیا کر رہے ہو جمیل۔
جمیل: میں جی...... میں تو ایویں کھڑا تھا۔
سلمان: تمہارا گھر بی بی نازو کی حویلی کے ساتھ نہیں۔
جمیل: جی ہم گوانڈی ہیں جی۔
سلمان: یہی تو میں پوچھتا ہوں یہاں کیا کر رہے ہو۔
جمیل: (ذرا ڈر کر) مجھے جی کسی نے بتایا تھا کہ یہاں انڈے ہیں گرگٹوں کے۔
سلمان: اچھا اچھا تجھے شوق ہے...... کیا کرے گا تو گرگٹ کے انڈوں سے۔
جمیل: کچھ نہیں جی (ڈر کر) میں نے کوئی توڑنے تو نہیں...... بس دیکھنے ہیں...... دیکھنا ہے گرگٹ کا بچہ کیسے نکلتا ہے انڈے سے۔
سلمان: اچھا ایک کام کر دے گا۔
جمیل: (کچھ سوچ کر) کر دوں گا جی۔
سلمان: پکا وعدہ کر......

جمیل: پکا وعدہ جی۔

(سلمان واسکٹ کے اندر والی جیب سے ایک خط نکالتا ہے)

سلمان: وہ میں شہر جا رہا تھا میری طبیعت ٹھیک نہیں۔

جمیل: تو آپ حکیم صاحب کے پاس چلیں۔ سلمان بھائی۔

سلمان: نہیں مجھے لگتا ہے کہ میری طبیعت اتنی آسانی سے ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

جمیل: اچھا جی۔

سلمان: یہ خط تو نے بڑی احتیاط سے ناز و باجی کو پکڑانا ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں نہیں دینا۔

جمیل: ٹھیک ہے جی کسی کو نہیں دوں گا......

سلمان: صرف ناز و کے ہاتھ میں......اور کہنا......

(جمیل خط لے کر بستے میں رکھتا ہے جس وقت وہ خط رکھنے میں مشغول ہے سلمان یکدم اس کا بستہ چھینتا ہے اور خط واپس لے لیتا ہے۔ پھر وہ خط واپس لے کر اسے پھاڑ کر پھینکتا ہے۔ لیکن زیادہ ٹکڑے نہیں کر سکتا اسے لہو کی قے آجاتی ہے اور وہ زمین پر گرتا ہے۔ جمیل پریشان ہو جاتا ہے اور سلمان کو ہلاتا ہے لیکن وہ بے ہوش ہے۔ جمیل دور گھوڑے پر سوار سرفراز کی طرف بھاگتا ہے)

(کٹ)

سین 16	آؤٹ ڈور
دن	سکول

(ماسٹر موسیٰ صاحب کلاس روم میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو کر کھڑکی میں جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جیسے کسی گہری سوچ میں ہوں۔

(کٹ)

سین 17 — آؤٹ ڈور

دن — چٹیل میدان

(چودھری سرفراز نے سلمان کو اپنے کالے گھوڑے پر اوندھا ڈال رکھا ہے سلمان بے ہوش ہے)

سرفراز: کاکا...... تو بھاگ کر ماسٹر موسیٰ کو بتا دے کہ میں سلمان کو شیخوپورہ ہسپتال لے جا رہا ہوں۔ دیر نہ کرنا اور کہیں رکنا نہیں۔

(سلمان کو تھامے چودھری سرفراز گھوڑا دوڑاتا ہوا چل نکلتا ہے۔ چند لمحے جمیل رکتا ہے اسے جاتا دیکھتا ہے پھر جھک کر وہ خط کے ٹکڑے اٹھاتا ہے اور انہیں بستے میں ڈالتا ہے۔ کھیتوں کی جانب سے جانوں ڈھول اٹھائے ہاتھ میں بیگ لیے دور سے وارد ہوتا دکھائی دیتا ہے)

(کٹ)

شاہلا کوٹ (8)

کردار

ماسٹر موسیٰ
سعد سلمان
سرفراز چودھری
عبدالجبار چودھری
منصور ملنگی
جانوں ڈھولیا
ماسٹر مستقیم
جمیل
جمیل کا والد
جانوں ڈھولیا (عمر دس بارہ سال)

چودھرائن مریم
چودھرائن رابعہ
نازو: (نوجوان)
نازو: (آٹھ دس برس کی لڑکی)
جمیل کی ماں:
ہاجراں: جانوں کی ماں
جمیلہ: جمیل کی بہن
رضیہ: جانوں کی بہن

سین 1 ان ڈور
ماسٹر موسیٰ کا گھر شام

(ماسٹر موسیٰ اپنے گھر کے چھوٹے سے برآمدے سے چل کر باورچی خانے میں آتا ہے۔ چولہے پر دال چڑھی ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پرات ہے جس میں وہ چاول چن رہا ہے۔ باورچی خانے سے وہ سکول بھی نظر آتا ہے جہاں ماسٹر موسیٰ پڑھاتا ہے۔ پاس ہی مونڈھے پر ماسٹر مستقیم بیٹھا ہے۔ یہ ماسٹر غبی بھی ہے اور چالاک بھی......)

مستقیم: ناں ماسٹر جی اتنا بھولپن بھی اچھا نہیں۔ ٹھیک ہے چودھری عبدالجبار اچھے آدمی ہیں۔ انہوں نے شاہاکوٹ والوں پر کوئی ظلم نہیں کیے ظاہراً...... لیکن انہیں بھی نیک نامی عزت شہرت کی ضرورت ہے...... اور ضرورت مند بھی سارے کا سارا نیک نہیں ہوتا۔

موسیٰ: مستقیم میاں...... آپ کا بھی عجیب مزاج ہے۔ آپ نیک آدمی کو تب تک پھرولتے چلے جاتے ہیں جب تک برائی کا کوئی دانہ ہاتھ نہیں آ جاتا۔

مستقیم: ٹھیک ہے جی مجھ میں تجزیے کی یہ خرابی ہے۔ میں مانتا ہوں لیکن چودھری جی نے یہ جو سکول کا ڈھنڈار پالا ہے اس کے پیچھے ایک طمع ہے......؟

موسیٰ: طمع...... سکول کے پیچھے؟ کیسی طمع۔

مستقیم: وہ بھی اپنی advertisement چاہتے ہیں۔ یہ سکول ان کی نیک نیتی' بھلائی دیہات دوستی کا اشتہار ہے۔

موسیٰ: چلئے...... اچھا طریقہ ہے شہرت کا۔ کاش ساری دنیا ہی اس طرح مشہور ہو جائے۔ کام تو نکلیں لوگوں کے...... آرام تو ملے دکھی انسان کو۔

مستقیم: (رازداری سے) اپنے گاؤں والے اور بات کر رہے ہیں۔

موسیٰ: کیا بات؟

مستقیم: کہتے ہیں کہ چودھری عبدالغفار کی زمینوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ ہے چودھری جبار کا...... ڈاکٹر شاداب کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

موسیٰ: اوئے نہیں۔

مستقیم: ڈاکٹر شاداب تو ادھر بیٹھا ہے۔ چھٹانک بھر نازو کو سرفراز چودھری نے ہڑپ کر جانا ہے اور وٹ وٹ کر کے مربعے ہضم کر جانے ہیں۔ چودھری جبار نے...... دیکھ لینا آپ۔

موسیٰ: چودھری بڑا خدا ترس' خدا خوفی والا آدمی ہے۔ ایویں چاند پر تھوکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

مستقیم: میں نہیں کہتا ماسٹر جی سارا گاؤں کہتا ہے۔ یہ جو نازو بی بی اور چودھری سرفراز کا نکاح ہو رہا ہے ناں...... اس کے پیچھے اور چال ہے...... اور کھیل...... نیک نامی کی نیک نامی...... جائیداد کی جائیداد......

(اس وقت بستہ لٹکائے ڈگمگاتا ہوا جمیل دور سے آتا دکھائی دیتا ہے)

مستقیم: یہ جو آپ ہر وقت چودھری کی فراخ دلی کا قصہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک دن بھید کھلے گا آپ پر...... آپ میرے ہم خیال ہو جائیں گے۔

(جمیل پاس آتا ہے)

جمیل: ماسٹر جی وہ سلمان بھائی ملے تھے مجھے جھنگی بالا شاہ کے پاس۔

(جمیل کو تیز بخار ہے اور وہ بے ہوش ہونے والا ہے)

مستقیم: اوئے تو کیا کر رہا تھا وہاں بالا شاہ کی جھنگی کے پاس۔

جمیل: میں جی گرگٹ کے انڈے تلاش کرنے گیا تھا جی۔

موسیٰ: اوئے کم بختو سکول سے سیدھے گھر جایا کرو۔

جمیل: وہ جی سلمان بھائی کو (گرنے والا ہے ماسٹر موسیٰ بھاگ کر پکڑتا ہے' جمیل ان کے ہاتھوں میں بے ہوش ہو جاتا ہے)

موسیٰ: اوئے یہ تو آگ ہے آگ۔ بے وقوف دھوپ میں پھرتے ہیں مرنے کو......

(پکڑ کر لٹاتا ہے بستہ اتار کر مستقیم کو پکڑاتا ہے)

جمیل: خون کی الٹی آئی تھی جی...... چودھری سرفراز ہسپتال لے گیا ہے...... شیخوپورہ ہسپتال۔

موسیٰ: اسے دائی صغراں کے گھر پہنچاوے مستقیم...... میں...... جا کر سلمان کو دیکھتا کو دیتا ہوں۔

(کٹ)

سین 2 ان ڈور
شام جانوں شہنائی نواز کا گھر

(منصور اور جانوں کی ماں بیٹھے ہیں۔ دونوں کھانا کھانے میں
مشغول ہیں)

ماں: دو جوڑے تو تاذو کی امی نے دینے کئے ہیں۔ دو جوڑے چودھرائن دے دے گی۔

منصور: واہ جان محمد کی ماں بال کڑ بڑے رہ گئے پر لالچ نہ گیا...... تو نے کیا کرنے ہیں
جوڑے پرانے۔

ماں: میں نے کیا کرنے ہیں لے...... جانوں کا بیاہ نہیں کرنا میں نے ' رضیہ کو نہیں
تورنا۔

منصور: رضیہ چودھرائن کی ہے آپے بیاہ دے گی...... شادی جوڑوں سے نہیں ہوتی
ہاجرہ۔

ماں: تو اور شہنائی سے ہوتا ہے بیاہ

منصور: بھلی لوک بیاہ تو شہنائی بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ سُر تو دولہا دلہن کے دل میں بیٹھ
جاتا ہے۔ وداع کرنے والے آنسوؤں میں بھیگ جاتے ہیں۔ ووٹی لے جانے
والوں کے دلوں میں خوف خدا بیٹھ جاتا ہے...... شہنائی کی ہوک بنا شادی کیسی۔

(اس وقت کندھے پر ڈھول اور ہاتھ میں بیگ اٹھائے جانوں ڈھولیا
آتا ہے۔ جب ماں کو دیکھتا ہے تو دم بخود رہ جاتا ہے)

جان: اماں...... تو بیمار نہیں؟

ماں: نہ سلام نہ دعا...... اے ماں تو بیمار تو نہیں۔

جان: تو...... تو ابا تم لوگوں نے مجھے واپس کیوں بلایا...... مجھے کیوں برباد کیا ماں......
میں اس وقت نیویارک میں ہوتا...... مجھے اپنے ہاتھوں برباد کر دیا...... اپنے
ہاتھوں۔

ماں: ہم بھی کیا کرتے جانیاں...... چودھرائن رابعہ نے زور ہی اتنا دے رکھا تھا۔

منصور: تو نے کبھی آنا تھا ہمارے حکم پر...... تیری ماں کی بیماری کا سندیسہ نہ بھیجتے تو کبھی

آتا اس شبھ گھڑی۔

ماں: جا سیدھا چودھری کے گھر چلا جا...... ٹھہر میرے ساتھ چل...... ان پانی وہیں منہ میں ڈالیں...... چل آ جا۔

جانوں: پر کیوں اماں کیوں؟

ماں: پتہ چل جائے گا ناں شگنوں والے دن ہیں کاکا...... تیرے بغیر کیا رونق...... تیرے بغیر چودھری کی حویلی میں کیسا ٹھکا...... چل اٹھ۔

(کٹ)

سین 3 آؤٹ ڈور

شام شیخوپورہ ہسپتال

(سلمان چھوٹے سے دیہاتی ہسپتال میں لیٹا ہوا ہے۔ اسے ڈرپ لگی ہوئی ہے۔ قریب ہی ایک خالی بیڈ پر چودھری سرفراز لیٹا ہے۔)

سرفراز: آپ فکر نہ کریں میرا بلڈ گروپ O ہے۔ سب کو لگ جائے گا۔

نرس: ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے۔ جی اگر آپ کو معلوم ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ سامپل کی ضرورت نہیں۔

سرفراز: شوق سے ٹیسٹ کریں گروپ O ہی نکلنا ہے۔

(نرس بلڈ سامپل نکالتی ہے)

(کٹ)

سین 4 آؤٹ ڈور

سہ پہر (حویلی کے باہر)

(چودھری بڑے تخت پوش پر بیٹھا ہے۔ سامنے ایک آدمی گھوڑے کا ناچ دکھا رہا ہے۔ چودھری کے پاس چند مہمان صورت

لوگ بیٹھے ہیں۔ ملازم چا کر پھر رہے ہیں۔ جانوں ڈھولیا اور والدہ آتے ہیں)

چودھری: شاباش شاباش بھئی...... بڑی دیر لگا دی بھئی۔ اڈیک کے آنکھیں پک گئیں۔ شاوا جوانا اب آنا تھا؟

ماں: اس کو تو ادھر سندیسہ ملا ہے ادھر یہ جھپاپٹ دوڑ پڑا ہے۔ اس چندرے منظور نے دیر لگا دی ہو گی۔ لہور جاتے جاتے۔

چودھری: چودھرائن سے مل لے اندر جا کر وہ سارے بندوبست کی افسر بنی بیٹھی ہے......

(ماں اور جانوں اندر جاتے ہیں۔ گھوڑوں کا ناچ جاری رہتا ہے۔ چودھری اور مہمان کھاتے پیتے ناچ دیکھتے ہیں۔ منظر ڈزالو کرتا ہے)

ڈزالو

سین 5 | آؤٹ ڈور
سہ پہر | حویلی کا دالان

(نازو کی پرانی حویلی کا کھلا دالان سائے لمبے ہو رہے ہیں۔ کام کرنے والیاں آ جا رہی ہیں۔ رضیہ بیساکھی لیے کام میں مشغول ہے۔ اس وقت نازو پیلے کپڑوں میں ملبوس چارپائی پر بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ جسے پڑھنے میں وہ مشغول ہے فاصلے پر جان محمد اس کی ماں اور چودھرائن مریم باتیں کر رہے ہیں۔ پھر ماں اور چودھرائن اندر کی طرف مڑتی ہیں۔ چند ثانیے جانوں کھڑا رہتا ہے پھر وہ نازو کی طرف بڑھتا ہے اسی دوران ڈھولک کے ساتھ گیت بہت مدھم مدھم سوپر امپوز کیجیے)

گیت: (آواز رضیہ) اساں چڑیاں دا چنبہ وے بابلا

اساں اڑ جاناں...... اساں اڑ جاناں

(جان محمد پاس آ کر کھڑا ہوتا ہے اس کے چہرے پر گھبراہٹ اور بیچارگی

ہے۔ موسیقی فیڈ آؤٹ)

جانوں: سلام بی بی جی ...... مبارکاں ...... مبارکاں۔

نازو: آؤ آؤ جان محمد۔ بڑا اچھا کیا آ گئے۔

جانوں: اچھا کیوں جی ...... میں تو ......

نازو: (سر کھجاتے ہوئے) بیٹھوناں ...... اچھا کیا آ گئے ...... شابلا کوٹ میں کوئی ایسا نہیں ہے جس سے دل کی بات کی جا سکے۔

جانوں: کیوں جی (پرامید ہو کر) آپ کی تو سات سو سہیلیاں ہیں گاؤں میں ...... آپ کو بات کرنے کی تھوڑ ہے کوئی۔

نازو: (خوش دلی سے) یہ جو چھوٹے چھوٹے گاؤں بڑے بڑے شہروں کے پیروں میں بسے ہوتے ہیں ناں جان محمد ...... یہ بھی عجیب ہوتے ہیں۔ یہاں کے لوگ عجیب قسم کے جناور ہوتے ہیں۔ نہ پورے پینڈو نہ پورے شہری ...... پینڈو سمجھتے ہیں کہ یہ مخلوق شہری ہے اور شہری کہتے ہیں پرے ہٹو تم پینڈو لوگ! سمجھ رہے ہوناں ......

جانوں: پوری طرح سے بی بی جی۔

نازو: جب میں یہاں کی لڑکیوں سے کچھ کہنا چاہتی ہوں تو وہ مجھے شہرن سمجھ کر میری بات کا مذاق اڑاتی ہیں ...... اور قسمت سے اگر کوئی شہری مل جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ ...... وہ سمجھتا ہے کہ میں اس کی بات ہی سمجھ نہیں سکتی میرا ...... تجربہ ہی نہیں علم ہی نہیں وہ ایسے ہی چلا جاتا ہے بغیر بات کئے۔

جانوں: آپ بھی پریشان ہیں بی بی جی ......؟ آپ کو تو پریشان ہونا نہیں چاہئے ...... آپ کی تو شادی ہو رہی ہے۔

نازو: اصلی پریشانی تو ہوتی ہی اس وقت ہے جب اس کی وجہ کوئی نہ ہو یا ہو تو سمجھ نہ آئے۔

جانوں: ہاں جی ...... میرا بھی یہی خیال ہے۔

نازو: تمہیں یاد ہے ...... تم اور میں بچپن میں ساتھ کھیلا کرتے تھے اسی آنگن میں ...... یہیں۔

(جانوں ابھی تک مؤدب کھڑا ہے)

بیٹھ جاؤناں جان محمد

(جانوں فرش پر بیٹھ جاتا ہے)

نازو: موڑھے پر بیٹھو جان محمد اوپر......

جانوں: ناں جی...... میں یہاں ٹھیک ہوں۔

نازو: تمہیں یاد ہے جب ہم دوسرے بچوں کے ساتھ یہاں اس آنگن میں آنکھ مچولی کھیلا کرتے تھے...... تم نے کبھی مجھے پکڑنے کی کوشش نہ کی۔ اگر میں ہاتھ بھر بھی دور ہوتی اور تمہاری مٹی ہوتی تو تم رک جاتے یاد ہے جان محمد۔

(جانوں ہوا میں گھور رہا ہے)

Flash back

(اب کیمرہ فلیش بیک میں جاتا ہے۔ دالان میں بنے ہوئے چولہے کے آگے جانوں کی ماں روٹیاں پکا رہی ہے۔ وہ سر اٹھا کر دالان کی طرف دیکھتی ہے۔ وہاں پانچ سات بچے ہیں۔ جن میں ایک نازو اور جانوں بھی ہیں۔ یہ سب لکن مٹی کھیل رہے ہیں۔ جانوں کے آگے آگے نازو بھاگ رہی ہے وہ جانوں سے اس قدر قریب ہے کہ وہ آسانی سے اسے پکڑ سکتا ہے۔ لیکن نہیں پکڑتا اور آگے نکل جاتا ہے۔ نازو درخت کے نیچے بنے ہوئے تھڑے پر بیٹھتی ہے۔ جیب سے نکال کر املی کھانے لگتی ہے۔ چند لمحوں بعد شور سا پڑتا ہے جیسے کوئی پکڑا گیا ہو۔ پھر جانوں نازو کے پاس آتا ہے)

(چھوٹی) نازو: تم نے مجھے کیوں نہیں پکڑا ابھی جانوں۔

(چھوٹا) جانوں: بس ایویں جی۔

نازو: جان محمد...... اگر تم امیر ہو جاؤ اتنے اتنے اتنے امیر (بازو کھول کر) پھر تم کیا کرو۔

جانوں: (سوپر امپوز) پھر میں تم کو پکڑ لوں...... (بہت آہستہ) ہمیشہ کے لیے۔

(Bang کے ساتھ فلیش ختم ہوتا ہے۔ جانوں حسب سابق ہوا میں گھور رہا ہے)

نازو: میں نے کچھ پوچھا تھا تم نے جواب نہیں دیا۔

جانوں: (گویا خیال سے واپس آتا ہے) میں سوچ رہا تھا...... ایویں

نازو: کیا......؟

جانوں: کوئی خاص بات نہیں۔

نازو: میں پوچھتی ہوں...... کہ اگر آدمی سچ بولے اور...... کسی کی جان پر بن جائے اور اگر سچ نہ بولے تو اپنی جان جائے؟...... تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جانوں: میں کیا عرض کروں جی آپ خود مجھ سے اچھا سوچ سکتی ہیں بی بی جی۔

نازو: نہیں نہیں جان محمد...... موسیقی والے لوگ گنی ہوتے ہیں۔ سنا ہے ان کا آئی کیو سب سے زیادہ ہوتا ہے...... جانتے ہو آئی کیو کیا ہوتا ہے۔

جانوں: ہم جاہلوں کو کیا پتہ ایسی چیزوں کا۔

نازو: بس سادی سی بات یہ جان لو...... جو آدمی موسیقی جانتا ہے اس کا ذہن عام ذہین آدمی سے بہت زیادہ ہوتا ہے...... جو چیز موجود ہی نہیں ہوتی اس کے ذہن میں اس کی چلت پھرت' شکل صورت' اتار چڑھاؤ سب موجود ہوتا ہے۔

جانوں: یہ آپ کو کس نے بتایا جی؟ ہمیں تو سارے لوگ بے وقوف ہی سمجھتے ہیں بی بی جی......

نازو: مجھے بھی بہت ساری باتوں کا کچھ ہی دیر ہوئی پتہ چلا' جان محمد...... میں بھی ایسے ہی شعر یاد کر کے بیت بازی میں جیت کر سمجھتی تھی کہ میں کوئی بڑی اونچی چیز ہوں۔

جانوں: آپ تو ہیں جی بڑی ہی اونچی چیز......

نازو: تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا...... جان محمد کبھی تمہاری زندگی میں یہ دوراہا آیا ہے کہ سچ بولو تو کسی اور کی زندگی جائے اور...... اور اگر سچ نہ بولو تو اپنی جان چلی جائے۔

جان: اچھا تو یہی ہے بی بی جی...... کہ...... میں آپ کی بات پوری طرح سمجھا تو نہیں...... پر کسی اور کی جان لینے سے تو بہتر ہے اپنی جان چلی جائے۔

نازو: تمہارا تو سارا وجود ہی سر اور تال ہے۔ تم کیسے بے سری بات کر سکتے ہو جان محمد......

جان: آپ ہمیں بڑا مان دیتی ہیں بی بی جی...... ہم اس مان کے قابل نہیں ہیں۔ ہم تو...... ہماری تو پیڑھیاں کی کمین رہی ہیں۔ ہم نے تو جب کھایا ہے خوشامد کے چھابے میں ڈال کر' جھوٹ کی برکی اٹھائی ہے۔ ہم نے تو سر اٹھا کر کبھی دنیا دیکھی ہی نہیں...... ہم کیا سُر میں ہوں گے نازو بی بی؟

نازو: جس طرح مجھے اپنے متعلق کچھ علم نہ تھا کیا ایسے ہی تم بھی اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

جان: کیا جی......؟

نازو: میں سمجھتی تھی...... میں اپنی اماں کی طرح ہوں...... لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ مجھ میں تو میرا ابا...... رہتا ہے...... جو وفادار تھا لیکن وفا کر نہیں سکا...... جو بیس مربعوں کا مالک تھا۔ لیکن مربعوں کی حفاظت نہ کر سکا...... جو اماں سے بڑی محبت کرتا تھا لیکن اس محبت کو نباہ نہ سکا......

جان: (بڑے بھولپن سے) چودھری جی کا کچھ پتہ چلا نازو بی بی......

نازو: کیا پتہ چلتا ہے ایسے لوگوں کا...... ہوا آندھی موسم...... ان سے برداشت نہیں ہوتے تو...... زندگی کا بوجھ یہ کب اٹھا سکتے ہیں...... اچھا یہ بتاؤ میں موجود ہوں...... یہاں شاہلا کوٹ میں؟

(دور سے جانوں کی ماں آواز دیتی ہے)

ماں: جانی...... وے جانیاں...... کاکا جان محمد۔

جانوں: اچھا بی بی......

نازو: بتاؤ جان محمد...... میں یہاں ہوں شاہلا کوٹ میں...... چودھرائن مریم کی بیٹی ہوں میں...... کہ چودھری عبدالغفار کی روح؟

(جانوں اسے محبت سے دیکھتا ہے اور پھر اٹھ کر اندر کی طرف چلتا ہے۔ رضیہ کا ڈھولک گیت پھر رواں ہوتا ہے۔ نازو کتاب اٹھاتی ہے پڑھنے لگتی ہے۔ جانوں واپس لوٹتا ہے گیت ہلکا ہوتا ہے)

جان: بی بی جی...... یہ کون سی کتاب ہے؟

نازو: ہے...... جان محمد کسی کی عنایت کی ہوئی۔ تاج محل کی تصویریں ہیں...... نقشے ہیں...... کہانی ہے...... کبھی سنا ہے تاج محل کا نام۔

(جان محمد ہلکا سا نفی میں سر ہلا کر ماں کی طرف جاتا ہے ڈھولک گیت اونچا ہوتا ہے)

(فیڈ آؤٹ)

سین 6 ان ڈور

دن ہسپتال

(ہسپتال میں سلمان کو بلڈ لگا ہے۔ پاس چودھری سرفراز بیٹھا ہے۔ اس کے بازو پر چھوٹی سی پٹی بندھی ہے۔ سرفراز خوش نظر آتا ہے)

سرفراز: لو سلمان بھائی اب میرا لہو تم میں شامل ہو گیا...... اب ہم دونوں پکے بھائی ہو گئے۔

سلمان: چودھری سرفراز...... یہ مجھے لہو دے کر آپ نے اچھا نہیں کیا۔

سرفراز: کیوں......؟

سلمان: مجھے وہیں کھیلے میں مر جانے دیتے۔ کیوں اٹھا کر یہاں ہسپتال لے آئے؟

سرفراز: اس لیے کہ چودھری سرفراز کا ایک بازو کم تھا۔ جس کا بھائی نہ ہو سلمان بھائی اس کا ایک بازو کم ہوتا ہے...... کسی سے چل کر پوچھ لیں۔

(سلمان اس اظہار محبت پر پریشان ہے وہ جیسے کچھ بتانا چاہتا ہے لیکن بتا نہیں پاتا)

سلمان: اتنی دیر ہم دونوں شاہلا کوٹ میں رہے اور...... اور ہم میں کوئی رشتہ نہ بن سکا۔ عداوت کا تعلق بھی پیدا نہ ہو سکا...... ہم دونوں ہمیشہ اجنبی رہے اب بھی اگر۔

سرفراز: پتہ ہے...... سلمان بھائی جب سے آپ لاہور سے لوٹے ہیں۔ میری بڑی خواہش تھی کہ میں آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤں لیکن آپ کو پتہ ہی ہے ہماری پرورش ہی ایسی ہے کہ ہم کبھی پہل نہیں کر سکتے دوستی میں ہم کبھی

کسی کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے ہماری بیٹی ہوتی ہے۔

سلمان: میری تعلیم نے مجھے بھی گوشہ نشین سا بنا دیا ہے چودھری سرفراز...... میں بھی کسی سے گھل مل نہیں سکتا۔ اظہار نہیں کر سکتا۔

سرفراز: ناں جی...... ناں سلمان بھائی اب چودھری شودھری کچھ نہیں...... سرفراز کہیں...... میں عمر، تعلیم...... عقل سب میں آپ سے چھوٹا ہوں۔

سلمان: (ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ کچھ کہنا چاہتا ہے پھر رک جاتا ہے...... پھر کہتا ہے) اللہ کرے میں...... بڑے بھائی کا حق ادا کر سکوں......

سرفراز: (آنکھ مار کر) ہمیں بھی چھوٹے بننے کی عادت نہیں سلمان بھائی...... خدا کرے میں آپ کے سامنے چھوٹا ہی رہوں...... ہم تو کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ (ترس آتی ہے) ہمیں تو عادت ہی نہیں۔

(کٹ)

سین 7 ان ڈور

دن کا وقت جمیل کا گھر

(ایک چھوٹا سا دیہاتی گھر۔ جمیل قریب بے ہوش ہے ماں سرہانے بیٹھی سر دبا رہی ہے۔ سولہ سترہ برس کی لڑکی پاؤں دبانے میں مشغول ہے)

جمیل: اماں۔

ماں: جی صدقے۔

جمیل: میرا بستہ...... بستہ کہاں ہے میرا؟

ماں: خبردار! جو بستے کا نام لیا پھر۔ کھوہ میں گیا بستہ۔

جمیلہ: اماں میں پوچھ آتی ہوں ماسٹر جی سے شاید ان کے پاس ہو بستہ؟

ماں: سوواری...... صدقے کیا...... وار کے پھینکا بستہ...... خصماں نوں کھائے بستہ، بستہ، بستہ، بستہ۔

(باہر سے باپ آتا ہے اس کے ہاتھ میں دم کیے ہوئے پانی کی بوتل ہے)

باپ: کیا حال ہے کاکے کا ہوش آیا۔

ماں: دھوپ میں مارا مارا پھرتا ہے سو بار ماسٹر جی کو کہہ کر آئی ہوں سکول سے سیدھا گھر بھیجا کر ان ویریوں کو......

باپ: (پاس بیٹھ کر) ماسٹر جی تو بھیجتے ہیں گھر اب ساروں کو پہنچا تو نہیں سکتے باری باری آنا تو ان کو خود ہی ہوتا ہے ناں......؟

جمیلہ: ابھی تو گھٹ دودھ پیا تھا ابا۔

باپ: چلو خیر ہو جائے گی...... یہ پانی بھی پلاتی رہ جمیلہ...... تھوڑا تھوڑا...... گھٹ گھٹ...... جناب سائیں یعقوب کتانی نے دم کر کے دیا ہے......

جمیل: میرا بستہ...... آپاں میرا بستہ کہاں ہے؟

ماں: وڈا پڑھا کو...... رہنے دے بستہ۔ کرگٹ کے انڈے جہاں ڈھونڈتا پھرتا تھا وہیں پھینک آیا ہوگا...... اس کو تو وحشی ہو جاتا ہے ہر بات کا...... پچھلے ہفتے چیل کے انڈے تھے، پھر خرگوش کے بچے۔ اب بستہ بستہ کہیں نہیں جاتا بستہ تیرا۔

(کٹ)

سین 8 ان ڈور

دن ہسپتال کا وارڈ

(چھوٹے سے وارڈ میں جہاں چھ سات بیڈ ہیں، جن پر دیہاتی سے لوگ لیٹے ہوئے ہیں۔ سلمان لیٹا ہے اس وقت اسے گلوکوز کی بوتل نرس لگا رہی ہے۔ پاس ہی سٹول پر ماسٹر موسیٰ بیٹھے ہوئے ہیں اور چھوٹے سے ٹفن دان میں جو یخنی وہ لائے ہیں کھول کر تپائی پر رکھتے ہیں)

نرس: بس جی ہم تو ماسٹر جی آپ کو زیادہ کچھ بتا نہیں سکتے لیکن یہ السر بھی دراصل فکروں کی بیماری ہے جو آدمی دیر تک زیادہ محنت کرتا رہے فکریں زیادہ ہوں...... اوپر سے حالات بھی خراب بس جی ماڑے بندے کو تو ہر بیماری دبا لیتی ہے۔ پر یہ بڑی کھوتی بماری ہے...... لمبے سال لٹکاتی ہے۔

سلمان: یہ برے نیولا میں درد ہو رہی ہے سسٹر......

نرس: لیس سات بوتلیں جس کو بلڈ کی لگیں اس کا برے نیولا درد نہیں کرنا......شام کو نئی جگہ prick کر کے نیا برے نیولا لگادیں گے۔

موسیٰ: اب جان کا خطرہ تو نہیں ہے......؟

نرس: فی الحال تو نہیں پر آپ دیکھیں ناں یہ چھوٹا سا ہسپتال ہے انہیں لاہور لے جا کر ناں وہاں ان کا پکا علاج کریں کبھی کبھی مریض کو ناں آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے؟

سلمان: میں شہر ہی جا رہا تھا۔ راستہ میں گڑ بڑ ہو گئی۔

نرس: کبھی Endoscopy کرائی ہے آپ نے۔

سلمان: نہیں جی...... پچھلی بار ڈاکٹر نے کہا تھا تو فائنل کے امتحان آ گئے۔

موسیٰ: امتحان نے کھائی کڑھی جان ہے تو جہان ہے۔

سلمان: ڈاکٹر فراست بھی یہی کہتی تھیں ابا...... وہ کہتی تھیں امتحان اگلی بار سہی اب جم کر علاج کرالو......

موسیٰ: سارا قصور میرا ہے سسٹر...... میں اسے پڑھنے کی ہی بلا شیریاں دیتا رہا۔ ایک دن مجھے خیال نہیں آیا کہ اتنی محنت کا...... کچھ تو اثر صحت پر بھی پڑتا ہے ناں...... پورے پانچ سال رہا ہے یہ لہور میں نے اسے بلایا ہی نہیں۔

نرس: یہ بات ہم کو کرنی نہیں چاہئے ماسٹر جی...... ہم ٹھہرے چھوٹا سٹاف...... پر آج کل شہروں میں برا حال ہے...... ہر تیسرا بچہ پڑھائی کے دباؤ میں آیا ہوا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بیمار رہنے لگے ہیں۔ بچوں کو السر ہونے لگے ہیں۔

موسیٰ: ہم بھی تو لاہور سے جڑے ہوئے ہیں بسسٹر۔ ہمارے بچے بھی اس دباؤ کا شکار ہو گئے ہیں۔

نرس: بچے نے منہ نہیں دھویا ہو تا چل سکول بچے کو ناشتہ نہیں ملا ہو تا چل سکول...... بچے نے نہا دھو کر نہیں دیکھا ہو تا چل سکول...... بمار ہو...... بخار چڑھا ہو...... ڈاکٹر کے نہیں لے جاتے...... چل سکول۔

سلمان: (مسکرا کر) میرا بھی یہی حال تھا۔ سسٹر جن دنوں میرے فائنل امتحان تھے ناں تب میری طبیعت کافی خراب تھی۔

موسیٰ: لیکن تو نے مجھے تو نہیں بتایا سلمان!

سلمان: بتا دیتا ابا تو آپ مجھے امتحان دینے دیتے؟

نرس: اتنی تکلیف تو نہ ہوتی امتحان اگلے سال ہو جاتا۔

سلمان: لیکن گولڈ میڈل نہ ملتا...... ابا میری بڑی آرزو ہے...... تو میری Convocation پر ضرور موجود ہو...... جب مجھے میری ڈگری ملے...... میں نے گاؤن پہنا ہو...... میں ڈائس کی طرف اٹھ کر جاؤں...... میرا گاؤن لہراتا ہوا ابا...... میں صاحب صدر کی طرف سیڑھیاں چڑھ کر جاؤں...... ہاتھ ملاؤں ابا ڈگری لوں...... وہ میرے گلے میں میرا گولڈ میڈل پہنائے...... تو بیٹھا ہو...... ڈاکٹر فراست ڈائس پر لوگوں میں اناؤنسمنٹ کریں...... آج ہمارے درمیان مسٹر سلمان کے والد بھی ہیں جو teaching کے پروفیشن سے وابستہ ہیں...... تو کھڑا ہو جائے ابا استاد مکرم ماسٹر موسیٰ...... ہال تالیوں سے بھر جائے......لوگوں کو پتہ چلے کہ چھوٹے شہر 'چھوٹے استاد بھی کبھی کتنے معرکے سر کرتے ہیں۔ ماسٹر موسیٰ زندہ باد...... تالیاں ہی تالیاں۔

(جب سلمان کہتا ہے میری بڑی آرزو ہے تو ہم ڈزالو کر کے NCA کی کونوکیشن میں چلے جاتے ہیں۔ سعد سلمان سامنے والی قطار میں ہے۔ ڈاکٹر فراست مائیکروفون کے آگے کھڑی ہے اور اناؤنسمنٹ کرتی ہے۔

ڈاکٹر: اب میں سعد سلمان کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ یہاں آکر عزت مآب فاروق عجمی منسٹر آف کلچر سے اپنی ڈگری وصول فرمائیں۔ اس سال کا گولڈ میڈل بھی سعد سلمان ہی کو جاتا ہے۔

(اس اناؤنسمنٹ کے بعد پھر سلمان کی آواز O.Lap کرتی ہے۔ سلمان ڈائس پر چڑھ کر گولڈ میڈل لیتا ہے...... ہال تالیوں سے گونجتا ہے۔

فراست: میں چاہتی ہوں کہ آپ سب استاد مکرم موسیٰ صاحب سے ملیں جن کی تربیت نے جن کی دن رات کی لگن اور محنت نے سلمان جیسا ہونہار طالب علم ہم سب کو دیا۔ اب پھر سلمان کی آواز O.Lap کرتی ہے۔ موسیٰ اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے تالیاں

اور پرجوش ہو جاتی ہیں۔ وفورِ جذبات سے ماسٹر موسیٰ کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔ وہ رومال نکال کر آنکھوں پر رکھتا ہے۔ یہ فینٹسی ڈزالو کرتی ہے اور ہم ہسپتال میں سلمان پر آتے ہیں)

(کٹ)

سین 9 ان ڈور

دن کا وقت حویلی

(ایسے کمرے میں جہاں خوبصورت کھڑکیاں' تخت پوش کلچر کی چیزیں مثلاً کھیس' چھابے' روغنی گھڑے' موتیوں والی پنکھیاں' سندھی رلیاں موجود ہیں۔ یہ کمرہ یا دالان کشادہ بھی ہے اور سجا سجایا بھی۔ ایک تخت پوش پر چودھری عبدالجبار اور اس کی بیوی رابعہ بیٹھے ہیں۔ دوسرے تخت پر چودھری سرفراز اور سلمان بیٹھے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ عورتیں مرد جو بہت سجے ہوئے ہیں اور گوٹے کناری سے لدے نظر آتے ہیں' بیٹھے ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ اونچے شملے والے ہیں اور رسومات میں شریک ہونے آئے ہیں۔ خوب گہما گہمی ہے۔ ایک جانب نیچی چوکی پر منصور ملنگی بیٹھا شہنائی بجا رہا ہے۔ ایک تخت پوش پر اکیلی مریم چودھرائن بیٹھی ہے۔ وہ اور اس کی رضیہ آگے بڑھتے ہیں۔ رضیہ کے ہاتھوں میں چاندی کی گڑوی اور چاندی کا کٹورہ ہے۔ رضیہ کے بعد جانوں کی ماں ہے جس کے تھال میں مٹھائی ہے اوپر سرخ گوٹے والا دوپٹہ ہے۔ سب ہنس بول رہے ہیں۔ لیکن آواز نہیں آتی اور شہنائی ہی غالب رہتی ہے۔ چودھرائن آگے بڑھتی ہے اور چودھری سرفراز کی کلائی میں چاندی کا کلیرا جس میں ناریل بھی پروئے ہوئے ہیں' باندھتی ہے۔ سلمان جھک کر سرفراز کو مبارک دیتا ہے۔ آواز نہیں آتی۔ سلمان کے چہرے پر کمال تذبذب' بیماری اور رنج کے آثار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی رضیہ کی ماں کٹورے میں دودھ ڈال کر دیتی ہے۔ مریم پہلے چودھری

سرفراز کو پلاتی ہے پھر اسی کٹورے میں سے دودھ پی کر تھال میں رکھتی ہے۔ اب مریم ایک لڈو اٹھا کر بڑی محبت سے سرفراز کو کھلاتی ہے۔ بعد میں باقی لڈو خود کھاتی ہے۔ سرفراز سلمان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مریم ایک لڈو سلمان کو بھی پکڑاتی ہے۔ کیمرہ آہستہ آہستہ سلمان کی طرف جاتا ہے۔ اس کا چہرہ پریشان ہے وہ لڈو کھانا نہیں چاہتا لیکن بادل نخواستہ ذرا سا کھاتا ہے یکدم ڈھول بجاتا جانوں داخل ہوتا ہے۔ عورتیں' بچے جواں ناچتے ہیں۔ رضیہ گانا گاتی ہے)

(کٹ)

سین 10 — نازو کی حویلی

رات — ان ڈور

(مریم اس وقت جان محمد کی ماں ہاجراں کے ساتھ مٹھائی کا بڑا تھال لیے داخل ہوتی ہے رضیہ بھی ساتھ ہے)

مریم: لے اٹھ منہ میٹھا کر لے...... تیرے سرفراز کے ہاتھ میں کلیرا باندھ آئی ہوں۔

نازو: تو کھا لے مٹھائی میرا دل نہیں چاہتا۔

مریم: ہو ہائے جی نہیں چاہتا...... یہ تو شگنوں کی مٹھائی ہے اس کا جی سے کیا واسطہ۔

نازو: بس اماں...... تیری سمجھ میں میری بات آ نہیں سکتی......

مریم: چل رضیہ سب کا منہ میٹھا کرا...... چل کر گنڈ پڑ گئی...... رب نے چاہا تو نکاح تک بنے خیراں۔

رضیہ: ہلا چودھرائن جی......

(جاتی ہے نازو کے منہ کی طرف لڈو بڑھا کر)

مریم: بسم اللہ...... کر نازو۔

نازو: کوئی وقت ہوتا ہے کھانے کو جی کرتا ہے کوئی وقت جی کرتا ہے اگلا بھی کھایا پیا نکال دیں پر تو کسی کا دل دیکھے بھی......

مریم: یہ بات کہتی تھی میں چودھری غفار کو ...... چودھری ان بچوں کو پڑھا کے تو نے کیا لینا ہے ...... سات پشتوں کی روزی موجود ہے ...... ضرور تو نے ان کو گستاخ بنانا ہے۔

نازو: گستاخ ...... میں نے تیری کون سی گستاخی کی اماں۔

مریم: (دکھ سے) ایک وہ جا کر بیٹھ گیا ہے ریاض میں۔ فون کیے خط لکھے اسے پرواہی نہیں کہ بھین کا نکاح ہے ...... ایک تو ادا سی بیٹھی ہے بات کیا ہے۔

نازو: (یکدم ہاتھ جوڑ کر) اماں خدا کے لیے ...... رب رسول کا واسطہ شاداب بھائی کو آ لینے دے ...... پھر میرا نکاح شادی ودا نگی سب کچھ کر لینا ...... میرا وعدہ اماں۔

مریم: یہ تجھے اچانک ہو کیا گیا ہے نازو ...... کہاں تو ڈنڈ ڈال رکھی تھی کہ ابھی ...... ابھی بھانویں نکاح ہی کر دو ...... لیکن کر دو اور اب ہر وقت اسے روکنے کا شور مچا رکھا ہے۔

نازو: ایک بار اماں یہ سب کچھ روک دے۔ بس تو ایک بار مجھے سرفراز سے مل آنے دے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک بار اماں آخری بار۔

مریم: جھلی ہوئی ہے پاگل ہو گئی ہے ...... تو چودھری جبار کی حویلی کیسے جائے گی؟

نازو: (ماں کی جانب سے منہ پھیر کر کیمرے میں n.c.u) ایک بار ...... میں اس بیمار کو دیکھ لوں پتہ نہیں زندہ بھی رہتا ہے کہ نہیں ......

مریم: کیا کہہ رہی ہے اپنے آپ سے؟

نازو: کچھ نہیں اماں ...... تو نے کبھی کچھ تلاش کیا ہو تو جانے؟ تو نے تو گاں مجھ کی زندگی بسر کی ہے ...... تجھے کیا پتہ چودھری عبدالغفار کو کیا ہو گیا تھا بیٹھے بیٹھے؟ میرے میں بھی اس کا ہی لہو ہے ...... کبھی میں کچھ ہوتی ہوں کبھی کچھ۔ مجھے تو خود اپنی سمجھ نہیں آتی میں تجھے کیا سمجھاؤں؟

مریم: دیکھ نازو ...... چودھری چھوڑ گیا ...... یہ غم رنڈپے کے غم سے بڑا ہے ...... جدائی الگ جگ ہنسائی جدا ...... پھر شاداب چھوڑ گیا ...... اب تیری باری ہے ...... بتا اپنوں کے ہاتھوں کتنی بار مروں؟ کس کس کے ہاتھوں میری موت لکھی ہے بتا نازو؟

نازو: لے تو پھر مٹھائی کیوں نہیں کھلاتی مجھے۔ رعب دے کر کہہ ناں ...... دیکھوں کیسے نہیں مانتی تیری نازو ...... میں اس انکار کرنے والی کو مار نہ دوں اماں۔

(مریم کی آنکھوں میں آنسو آتے ہیں وہ نازو کو لڈو کھلاتی ہے نازو اس کے ساتھ لپٹ جاتی ہے۔ کیمرہ نازو کو کلوزاپ میں لیتا ہے وہ لڈو کھاتی جاتی ہے آنسو اس کے چہرے پر گرتے ہیں)

(کٹ)

سین 11 ان ڈور

بہت تڑکے (صبح) منصور کا گھر

(جانوں سویا ہوا ہے اس کے چہرے پر کیمرہ آتا ہے منظر فیڈ آؤٹ ہوتا ہے۔ نظر آتا ہے کہ جان محمد چارپائی پر بیٹھا روٹی کھا رہا ہے نازو اسے پنکھا جھل رہی ہے۔ ہیر کے ایک یا دو مصرعے سوپر امپوز۔ پھر کھٹاک کر کے باجرا اس کی آواز آتی ہے)

ماں: جانی...... وے کاکا جان محمد اٹھ کھڑ...... سندیسہ آیا ہے چودھری کا...... پہنچ جا کھٹک کر کے۔

جان: (اٹھتے ہوئے) رات دو بجے تک ڈھول کھڑکاتا رہا ہوں...... اب سویرے ہی سندیسہ آگیا۔

ماں: چودھری کا سنیہڑا ہے کاکا کہ کوئی انگریز آئے ہیں حویلی میں خوشی میں شریک ہونے ان کو بھنگڑا دکھانا ہے۔

جان: (دکھ سے اٹھتے ہوئے) تو نے مروا دیا ماں نہ تو جھوٹ بولتی نہ میں گاؤں آتا اس وقت میں دنیا کا سب سے مشہور ڈھولی ہوتا۔ نیویارک میں...... بجے انگریز کھبے انگریز دنیا ہی اور ہوتی!

ماں: چل اٹھ جلدی سے منہ ہتھ دھولے اور جا حویلی کی طرف۔

جان: اب مجھے کہیں نہیں جاناں ماں...... نہ حویلی نہ کہیں اور۔

ماں: پاگل ہوا ہے...... ہماری چمڑی ادھیڑ دیگا چودھری۔ اس کے آگے بولا ہے کبھی کوئی۔

جان: کب تک تو چمڑی بچاتی رہے گی ماں کب تک...... ماٹھا آدمی تو ادھیڑ دے......

خود موت کو بلاتا ہے اسے کب کوئی مارتا ہے بے بے...... مرے ہوئے کو کون
مارتا ہے...... ایک بار مجھے ہر خوف سے نکل جانے دے ماں...... دیکھوں پھر کیا
بچتا ہے۔ جانوں بھی باقی رہتا ہے کہ نہیں۔
(ڈھول اتار کر اپنے گلے میں لٹکاتا ہے پھر چق اٹھا کر باہر نکلتا ہے۔
ماں چق اٹھا کر اونچی آواز میں کہتی ہے)

ماں: کاکا جان محمد سیدھا چوھدری کے پاس جائیں ادھر ادھر دیر نہ کریں...... جانیاں۔
(کیمرہ دور تک جانوں کو جاتا دکھاتا ہے)

ڈزالو

سین 12 ان ڈور
شام حویلی

(نازو کی حویلی۔ دالان میں ابھی ابھی بارش ہوئی ہے دور بجلی
گرجتی ہے جانوں ڈھولیا بھیگا ہوا کھڑا ہے۔ رضیہ دالان میں آتی ہے۔
بارش گو ختم ہو چکی ہے مگر فرش ابھی تک بھیگا ہوا ہے۔ کبھی کبھی کوئی
بوند گرتی ہے)

رضیہ: جی بھاجی۔
جانوں: میں نے تجھے پیغام بھیجا تھا پر تو آئی نہیں۔
رضیہ: جی۔
جانوں: میں لاہور جا رہا ہوں۔ شاید واپسی میں زیادہ دن لگ جائیں۔ کچھ پتہ نہیں ہوتا
بڑے شہروں کا۔
رضیہ: ہاں جی وہ تو ہے۔
جانوں: (رُک کر) تو بولتی کیوں نہیں۔ کھل کے بات کیوں نہیں کرتی۔ دل کی دل
میں کیوں رکھتی ہے۔
رضیہ: بڑی مشکل سے زبان کو ڈکا لگایا ہے جانوں بھا اب اس کو ایسے ہی رہنے دے۔

جانوں: اور اگر میں نہ آیا رضیہ۔

رضیہ: اچھاجی۔

جانوں: مجھے یاد کرے گی۔

رضیہ: پتہ نہیں جی۔

جانوں: بولی نہیں سکتی تو رو تو سکتی ہے رضیہ۔

رضیہ: (سر جھکا کر) اچھا جی۔

جانوں: اب میں جاؤں؟

رضیہ: (اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہتی ہے) اللہ وارث بھا۔
(جانوں اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ بجلی پھر گرجتی ہے)

(کٹ)

سین 13 آؤٹ ڈور
بالا شاہ کی جھنگی کچھ دیر بعد

(گھنے درختوں میں جان محمد چلتا ہوا آتا ہے۔ ایک کنویں کے پاس جا کر رکتا ہے پھر کندھے سے ڈھول اتار کر رکھتا ہے اور منڈیر کے اوپر بیٹھتا ہے)

جان: (کنویں کے اندر آواز دے کر) نازو......
(کنویں کے اندر سے نازو کی آواز Echo میں آتی ہے)...... جانی آجاؤں؟ (جان محمد کی آواز...... چند ثانیے بعد آجاؤ...... آجاؤ)
(جانوں سر سے صافہ اتارتا ہے پھر چپہ بچے سے پانی لے کر منہ ہاتھ دھوتا ہے۔ سارے جنگل سے ڈھول کی آواز آتی ہے وہ چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھتا ہے)

(کٹ)

سین 14　　　　ان ڈور
شام　　　　(سلمان کا گھر)

(ماسٹر موسیٰ بیٹھا نماز پڑھ رہا ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے)

جمیل کی ماں: میں آجاؤں جی؟

(ماسٹر آواز نہیں دیتا نماز پڑھتا ہے پھر سلام پھیرتا ہے)

ماں: میں آجاؤں ماسٹر جی؟

موسیٰ: آجاؤ آجاؤ بھئی۔

(ماں اندر آتی ہے ماسٹر ریڈیو بند کرتا ہے)

ماں: سلام علیکم ماسٹر جی۔

موسیٰ: کیا حال ہے جمیل کا۔

ماں: پہلے سے تو ٹھیک ہے بخار نیواں ہو گیا ہے۔

موسیٰ: میں دوبارہ آ نہیں سکا بیمار پرسی کے لیے۔

ماں: کوئی بات نہیں ماسٹر جی آپ کا کاکا بھی تو تگڑا نہیں۔

موسیٰ: وہ تو پہلے سے اچھا ہے۔ شکر ہے اللہ کا۔

ماں: اچھا ماسٹر جی وہ بستہ دیدیں جمیل کا...... جب چندرے کی آنکھ کھلتی ہے بستہ مانگتا ہے۔

موسیٰ: میں نے تو ہفتہ ہوا ماسٹر مستقیم کے ہاتھ بھجوا دیا تھا بستہ۔ پہنچا نہیں۔

ماں: کہتا ہے اس میں میری پرائیویٹ چیز ہے لا کے دو......

موسیٰ: پرائیویٹ چیز کیا ہوتی ہے ان بچوں کی بلبل کا گھونسلا، مور کا پر، کسی چڑیا کا انڈا......

ماں: جو کچھ بھی ماسٹر جی...... بچہ ہے ناں ہر کھ کرتا ہے بستے کا...... مستقیم کو پہنچانا چاہیے تھا بستہ۔

موسیٰ: ہے تو ذمہ دار...... پھر پتہ نہیں بستہ کیوں نہیں پہنچایا...... پوچھتا ہوں۔

ماں: پتہ نہیں کیا چیز تھی بستے میں چندری۔

موسیٰ: آپ فکر نہ کریں میں ابھی پتہ کرتا ہوں۔

(اٹھتا ہے ماں کچھ پریشان ہے)

(کٹ)

شاہلا کوٹ (9)

کردار

ماسٹر موسیٰ

سعد سلمان

چودھری سرفراز

جانوں ڈھولیا

چوکیدار

تھانے دار

جمیل

سپاہی دلاور۔ نوجوان

غفور] آٹھ دس

مولا بخش] برس کے بچے

مہندی میں شریک براتی

نازو

نرگس۔ سہیلی

ثریا۔ نازو کی سہیلی

ماں: جمیل کی ماں

رضیہ:

مزید

سہیلیاں

سین 1 آؤٹ ڈور
دن نہر کے کنارے

(سرفراز چودھری نہر میں تیر رہا ہے کیمرہ اس سے pan
کر کے اسی کے پوائنٹ آف ویو سے دکھاتا ہے کہ دو لڑکے آپس میں
گتھم گتھا لڑ رہے ہیں۔ سرفراز ان کو لڑتا دیکھ کر پانی سے نکلتا ہے۔ اسی
دوران ماسٹر موسیٰ بھی ان کیمرہ ہو کر ان دونوں بچوں کو لڑتا ہوا
چھڑاتا ہے)

موسیٰ: اوئے اوئے غفور...... چھوڑ دے مولا بخش چھوڑ غفور کو...... مرغا بنا دوں گا......
چھوڑو ایک دوسرے کو...... تم نے کون سی جائیداد بانٹنی ہے آپس میں...... بولو
کم بختو کون سا سانجھاوٹ بنتا ہے تمہارا۔ شارکوں کی طرح لڑی جاتے ہیں۔
لڑی جاتے ہیں۔ الو کے پٹھے۔
(نو دس برس کے یہ بچے شرمندہ ہو کر علیحدہ ہوتے ہیں۔ سرفراز گیلے
جسم کو قمیص سے لپیٹتا ادھر آتا ہے)

غفور: مجھے سے قسم لے لو ماسٹر جی میں نے لڑائی میں پہل نہیں کی۔

مولا بخش: میرے کیسے میں ہاتھ مار کر غلیل نہیں نکالی تو نے؟

غفور: میری تلاشی لے لو جی...... سارے کپڑوں کی میرے پاس کوئی غلیل ہے؟ ہے
غلیل؟

مولا بخش: ماسٹر جی...... وہ تو میں نے بڑی مشکل سے اس سے کھوئی ہے زبردستی۔

موسیٰ: چپ! خبردار جو کوئی اب بولا۔ اچھا یہ بتا غفور وہ جو بستہ ماسٹر مستقیم نے تمہیں دیا
تھا جمیل کا...... وہ کہاں ہے؟

غفور: ماسٹر جی...... میری بے بے کہتی تھی جی کہ جمیل کا گھر دور ہے بالا شاہ کی جھنگی
کے پاس اس نے بستہ جی...... میرے بھائی کو دیا کہ جا کر دے آ۔

موسیٰ: بھئی کون سا تیرا بھائی...... تیرے تو تین چار بڑے بھائی ہیں۔ کون سا بھائی؟

غفور: دلاور کو جی۔

موسیٰ: دلاور ہوا پولسیا...... وہ تلاشی لے رہا ہوگا بستے کی۔ تحقیق کر رہا ہوگا ہر چیز کی۔

غفور: نہیں جی اس نے کیوں تلاشی لینی ہے بس وقت ہی نہیں ملا دلاور بھائی کو۔ ورنہ پہنچا دیتا۔

(اب سرفراز پاس آتا ہے دونوں کو ایک ایک تھپڑ سر پر مارتا ہے جس میں تھوڑا سا پیار تھوڑا سا غصہ ہے)

سرفراز: اوئے چین سے نہیں بیٹھا جاتا۔ جہاں دیکھو وہاں جھگڑا...... جہاں دیکھو وہاں لڑائی...... ہر دم ڈانگو سوٹی...... بھاگو یہاں سے اپنے اندر کے جن کو بند رکھا کرو ورنہ پھر تول مچ جائے گی شاہلا کوٹ میں۔

(دونوں لڑکے سرپٹ بھاگ جاتے ہیں)

سرفراز: سلام علیکم ماسٹر جی!

ماسٹر: وعلیکم...... سلام وعلیکم سلام جیتے رہو۔ خوش رہو۔

(دونوں نہر کی پٹڑی پر ساتھ ساتھ باتیں کرتے چلتے جاتے ہیں)

خوش رہو......

سرفراز: جمیل اور غفور کی بھی عجب جوڑی ہے ہر وقت لڑتے ہیں اور کبھی جدا نہیں ہوتے۔

موسیٰ: حضرت یعقوب کتانی کہتے ہیں لڑائی کے بغیر پیار زندہ نہیں ہوتا...... مر جاتا ہے...... نفرت بنا محبت کا رسہ مضبوط نہیں ہوتا۔

سرفراز: عجب عجب باتیں کرتے ہیں حضرت کتانی بھی۔ آپ کدھر جا رہے تھے۔

موسیٰ: وہ جمیل کا بستہ لینے چلا تھا...... چھوٹے چودھری جی...... اب سلمان کو گھر آنے کی اجازت دے دیں۔

سرفراز: آپ بھی ہمارے پاس آجائیں سکول کے بعد خوب رونق ہے آج کل ہمارے ڈیرے پر۔

موسیٰ: (مسکرا کر) پتہ نہیں میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔ تم نے تو سچ مچ سلمان کو بھائی بنا لیا۔ اس کا وجود مکمل کر دیا اپنے پیار سے۔

سرفراز: کیا میں آپ کا بیٹا نہیں؟ پھر شکریہ کیسا؟

(کٹ)

سین 2 — آؤٹ ڈور

دن — (دلاور کا گھر)

(دلاور اس وقت سپاہی کی وردی پہنے ہوئے ہے وہ چھوٹی سی میز پر بیٹھا ہے اس کے سامنے تمیل کا بستہ ہے وہ چیزیں نکال کر دیکھتا ہے۔ سلمان کے خط کے ٹکڑے ملتے ہیں وہ انہیں جوڑتا ہے اور دیکھتا اور پڑھتا ہے۔ پھر ایک کاپی کا صفحہ پھاڑ کر گوندے ان ٹکڑوں کو صفحہ پر چسپاں کرتا ہے۔ اس دوران وہ بار بار اندر کی طرف چہرہ کر کے آوازیں دیتا ہے)

دلاور: بے بے...... میں نے روٹی مانگی تھی تو ٹنک لگانے بیٹھ گئی ہے...... (کچھ دیر بعد) چائے بنا دے بے بے...... روٹی کا کھیڑا چھوڑ......

(اندر سے آواز آتی ہے) بس آ رہی ہوں لا رہی ہوں ابھی...... روٹی سیک رہی ہوں......

دلاور: اماں چودھری جی نے بلایا ہے آج...... بڑا موج میلہ ہونا ہے چودھری جی کے دیگیں پک رہی ہیں خیرات کے لیے۔

اندر سے ماں کی آواز: کیوں نہیں...... چودھری جبار کے گھر کی پہلی خوشی...... کوئی کھیڈ تماشا موج میلہ ایسا نہیں جو چودھری نہ کرے...... سنا ہے چودھری نے ناچنے والی بھی بلائی۔

دلاور: بس اسی دن کے انتظام کے لیے بلایا ہے مرحبا آ رہی ہے بے بے بڑا طائفہ لے کر۔

ماں: (اندر سے) کون مر جینا۔

دلاور: تو روٹی لا اماں...... غم نہ کھا مرحبا کا۔

(اب ماسٹر موسیٰ آتا ہے)

موسیٰ: میں آ جاؤں دلاور؟

دلاور: آؤ آؤ بسم اللہ ماسٹر جی۔

(اب وہ جوڑے ہوئے صفحے کو تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہے)

موسیٰ: لو یہ پڑا ہے بستہ...... جمیل کی ماں ایسے ہی میری جان کھا رہی ہے جیسے میں نے بھیجا ہی نہ ہو۔

دلاور: آپ فکر نہ کریں میں ابھی پہنچا دوں گا ماسٹر جی۔

موسیٰ: ناں بھائی میں نے وعدہ کیا ہے میں خود پہنچا کر آؤں گا۔

(بستے میں ایک آدھ چیز جو باہر میز پر ہے اٹھا کر بیچ میں ڈالتا ہے)

دلاور: بیٹھو ناں ماسٹر جی بڑی بے وسائی ہے جمیل کی ماں۔

موسیٰ: نہیں اب میں چلتا ہوں۔ مجھے سلمان سے بھی ملنا ہے حویلی جا کر۔

دلاور: چائے پی جائیں ماسٹر جی...... بے بے لا رہی ہے۔

(آواز دے کر) بے بے دو کپ چاہ...... ماسٹر موسیٰ آئے ہیں۔

موسیٰ: نہیں مجھے تو جانے دے دلاور۔ بڑا اچھا لگ رہا ہے وردی میں...... واہ

دلاور: بس چھڑی وردی ہی وردی ہے سارے گاؤں میں ٹکا بھر کام نہیں...... گاؤں والوں میں جان ہی نہیں ماسٹر جی...... سپاہی کا یہاں کیا کام۔

موسیٰ: کیا مطلب تیرا دلاور۔

دلاور: مطلب یہ ماسٹر جی کہ کہیں کوئی دنگا فساد ہو دلاور جا کر صلح کرائے...... کہیں کوئی کڑی دوڑ جائے گھر سے ہم اغوا شدہ عورت برآمد کریں...... خون خرابہ ہو سرکارے دربارے پیشیاں ہوں...... سارا دن سکی حاضریاں پھوکے فائر لعنت ہے شاہلا کوٹ تو مُردوں کا شہر ہے ماسٹر جی مردوں کا نہیں۔ اوئے چاہ لیاوے بے بے نہیں تو دفعہ 312 میں اندر کر دوں گا...... فوراً...... چاہ لا...... مجھے رونڈ پر جانا ہے۔

(کٹ)

سین 3 ان ڈور

دن چڑھے سرفراز کا کمرہ

(چودھری سرفراز بہت خوش نظر آتا ہے۔ سلمان لیٹا ہوا ہے

لیکن چہرہ فکر مند ہے)

سرفراز: اب تو ہمارا الیو ل گیا ہے...... اب تیرے سے کوئی پردہ نہیں بھا سلمان......

سلمان: ہاں پردہ تو کوئی نہیں...... لیکن نازو کہیں مائنڈ نہ کرے کہ...... کہ آپ نے اپنی ساری باتیں...... یعنی دل کی اصلی اصلی باتیں۔

سرفراز: مائنڈ کرتی ہے تو کرے...... ہم جو گرائیں لوگ ہیں ناں وہ بڈھیوں کی خاطر بھائیوں کو نہیں چھوڑ دیتے۔

سلمان: (مسکرا کر) میں بھی آپ کے گاؤں کا آدمی ہوں چاہے بہت دیر باہر رہا۔ رسم و رواج جانتا ہوں سارے چودھری صاحب۔

سرفراز: پھر چودھری صرف سرفراز...... خالی چھڑا۔

سلمان: میں بھی شاہلا کوٹ کی بوٹی ہوں سرفراز۔

سرفراز: لیکن آپ کو شہر کی کلف لگ گئی ہے ناں کنھا چوسی آم ثمر بہشت بن گیا ہے۔ مٹھائی کے ڈبے میں بیکری کا کیک ہے۔

سلمان: تمہیں معلوم ہی نہیں کہ میں کس قدر شاہلا کوٹیا ہوں۔

سرفراز: سلمان بھائی ایک دن میں نے نازو سے کہا تجھے پتہ ہی نہیں چودھری سرفراز کو تجھ سے کتنا پیار ہے۔ کہنے لگی مجھے شاہلا کوٹ کی قسم میرے جتنا نہیں ہو سکتا...... میں نے کہا ٹھیک ہے تو بیت بازی میں مجھ سے جیت جاتی ہے...... لیکن محبت بازی میں آگے نہیں نکل سکتی۔

(ان باتوں سے سلمان کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ وہ پہلے لیٹا رہتا ہے پھر اٹھ کر بیٹھتا ہے پھر کھڑا ہو جاتا ہے)

سلمان: (گھبرا کر) جانے دے بھا سرفراز ساری باتیں نہ بتائی جا...... کچھ باتیں ڈھکی رہنے دے۔

سرفراز: کیوں نہ بتاؤں؟ کیسے نہ بتاؤں زندگی میں پہلی بار اکلوتی بار بھائی ملا ہے دل کا سجن ملا ہے۔ پتہ ہے نازو نے کیا کہا...... چوڑی توڑی اپنی کانچ کی...... اور بولی...... لے چودھری سرفراز اس کو توڑ باری باری...... اگر تیرا ذرہ چھوٹا نکلا تو تیرا پیار زیادہ اور اگر ٹوٹنے پر میرے کانچ کا ذرہ چھوٹا نکلا تو میرا پیار تجھ سے زیادہ یوں

میری طرف ہتھیلی بڑھادی (سلمان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے آگے کرتا ہے اور اس
پر چوڑی توڑنے کا ایکشن کرتا ہے)

سلمان: پھر...... پھر چوڑی ٹوٹنے پر کس کا پیار زیادہ نکلا۔

سرفراز: جب میں نے چوڑی توڑی...... اس کے ہاتھ پر تو پھر نازو جیت گئی...... وہ ہمیشہ
مجھ سے جیت جاتی ہے؟ ایسا کیوں ہے سلمان بھائی...... بظاہر لگتا ہے کہ یہ مرد کی
دنیا ہے بڑا ٹہکا ہے لیکن عورت ہر مرتبہ جیت کیوں جاتی ہے؟ بھائی سلمان۔

سلمان: بس ہے کچھ اللہ کی قدرت...... بظاہر عورت کمزور ہے لیکن جیت اسی کی ہوتی
ہے۔

سرفراز: میں اتنا بے بس کیوں ہوں نازو کے سامنے سچ سچ بتانا سلمان بھائی کبھی...... آپ
بھی کالج میں...... لاہور میں...... کبھی کسی عورت کے ہاتھوں بے بس ہوئے
ہیں۔ اپنے آپ کو آگ لگا دینے کو دل چاہا ہے آپ کا؟

سلمان: میں دراصل...... پڑھائی میں گم رہا ہوں اب فارغ ہوا ہوں تو دیکھئے...... میں بھی
آگ نہ لگا بیٹھوں۔

سرفراز: بچ ہی جائیں سلمان بھائی عجیب موذی مرض ہے السر سے بھی برا...... بچتا اس
سے کوئی نہیں۔

(اس وقت دلاور پولیس مین آتا ہے)

دلاور: اجازت ہے چودھری جی۔

سرفراز: بھائی اس وقت میں مصروف ہوں شام کو آجانا۔

دلاور: ایک بڑی ضروری بات کرنی تھی آپ سے...... پرائیویٹ۔

سرفراز: کچھ مالی مدد چاہئے اندر اماں سے مل لو۔

دلاور: نہیں جی نہیں...... مدد نہیں چاہئے۔

سرفراز: یار اس وقت نہیں...... اس وقت بڑا پرائیویٹ سیشن چل رہا ہے بھائیوں میں۔

دلاور: اچھا جی آپ کی مرضی، لیکن بات ضروری تھی۔

(کٹ)

سین 6 ان ڈور
شام کا وقت انجم کا دفتر

(انجم فون کر رہا ہے میز کی دوسری جانب جانوں ڈھولیا پریشان حال بیٹھا ہے۔ وہ انجم کی بات بھی غور سے سنتا جاتا ہے اور میز پر پڑا ہوا شیشے کا پیپر ویٹ بھی گول گول گھمائے جاتا ہے اس کی پریشانی آنکھوں سے صاف عیاں ہے)

انجم: واہ......واہ......شاباش امریکن پوسٹ میں تصویریں چھپی ہیں۔ اچھا اچھا...... تو پھر کس کس کا انٹرویو ہوا......ہاں......ہاں...... پشمینہ کا؟ اچھا ایمبیسڈر صاحب کے ڈنر میں کون کون تھا...... خوب...... ہم نے لوگ ہی ایسے select کر کے بھیجے تھے تہلکہ تو مچنا تھا...... داؤو کا ڈھول بہت پسند کیا گیا؟...... ہاں...... امریکن لوگ ناچنے لگے؟...... گھنٹہ بھر ناچتے رہے؟...... ہونا ہی تھا یہ لوگ آئیں گے ہماری Beat کی طرف...... کوئی بچ نہیں سکتا بھنگڑا کی تال سے...... اچھا...... اچھا...... مجھے گھر فون کر لینا پی آئی اے کے جنرل منیجر سے بات کر کے......بائی......خدا حافظ۔

(فون رکھتا ہے)

انجم: ہاں جی جان محمد صاحب...... کیا حال ہیں؟

You have missed a chance of your life time.

جانوں: سر (ہاتھ جوڑ کر) سر پلیز مجھے بھیج دیں...... داؤو سے تو اچھا ڈھول بجاتا ہوں میں۔

انجم: یقیناً...... یقیناً اسی لیے تو ہم نے تمھیں Select کیا تھا...... داؤو کو تو فلم کا کنٹریکٹ مل گیا ہے اسے تو ڈائریکٹر Howard Grey لے جا رہا ہے اپنے ساتھ ہالی وڈ

جانوں: اچھا جی (دکھ سے)

انجم: گرے کی فلم "Heart Beat" بن رہی ہے اس کا بیک گراؤنڈ میوزک صرف

تال پر مبنی ہوگا اور واؤ و ڈھول بجائے گا بیک گراؤنڈ موسیقی میں...... صرف ڈھول۔

جانوں: اگر آپ نے سہارا نہ دیا...... اگر آپ نے میری مدد نہ کی...... اگر آپ نے...... سر...... اگر آپ نے مجھے امریکہ نہ بھجوایا تو میرا مستقبل تباہ ہو جائے گا۔

انجم: سنو بھائی تمہارا پاسپورٹ، ٹکٹیں سب ایک اور آرٹسٹ کے کام آئیں...... وہ تو اس وقت ورلڈ فیئر میں شہنائی کی performance دے رہا ہے اور زبردست تصویریں چھپی ہیں اس کی امریکی رسالوں میں وہ شہنائی پر مرمٹے ہیں۔

جانوں: اچھاجی تو...... پھر تو آگے اندھیرا ہی اندھیرا ہے...... (اٹھتے ہوئے) انجم صاحب کچھ لوگ ہمیشہ موقع کیوں کھو دیتے ہیں...... وہ دریا پر پہنچ کر کیوں پیاسے لوٹتے ہیں؟

انجم: بھائی گھبرایا نہیں کرتے...... جب تک زندگی ہے ناں...... مواقع آتے ہی رہتے ہیں۔ تم امید ہاتھ سے نہ چھوڑو...... بس دیکھتے جاؤ......

(جانوں ڈھولیا بددل ہو کر اٹھتا ہے اور باہر جانے لگتا ہے...... پھر انجم اسے بلاتا ہے)

انجم: جان محمد

(جانوں پرامید ہو کر لوٹتا ہے)

جانوں: جی سر!

انجم: آج رات میرے ایک دوست کی مہندی ہے تم ساڑھے سات بجے میری کوٹھی پہنچ جانا موقع سے موقع نکلتا ہے...... (جیب سے کارڈ نکالتے ہوئے) ایکمن روڈ پر کوٹھی یاد ہے...... تم تو سارے گروپ کے ساتھ آئے ہوئے ہو وہاں...... میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا یہ کارڈ بھی رکھ لو شاباش۔

جانوں: شاباش؟ شکریہ سر...... شکریہ

(ڈزالو)

سین 7 آؤٹ ڈور
رات کا وقت رات

(شادی والا آؤٹ ڈور ماحول۔ کیمرہ پہلے گاڑیاں کھڑی دکھاتا ہے پھر مہندی کے تھال اٹھائے لڑکیاں دو رویہ بجلیاں لگی سڑک پر جا رہی ہیں۔ کچھ لڑکے جن کے کندھوں پر کیسری پیلے دوپٹے ہیں' جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ دو ڈھول والے ڈھول بجاتے چل رہے ہیں۔ ان میں ایک جانوں ڈھولیا بھی ہے اب وہ شامیانے کے آگے پہنچتے ہیں۔ لڑکی والیاں ان کا استقبال کرنے کے لیے شامیانے کے باہر دو رویہ کھڑی ہیں۔ وہ براتوں پر پھول کی پتیاں نچھاور کرتی ہیں اور ہار پہناتی ہیں۔ مہمانوں میں انجم بھی گزرتا ہے ڈھولئے خوب ہمت اور جذبے سے ڈھول بجاتے ہیں۔ جانوں پر بھی گلاب کی پتیاں گرتی ہیں)

(کٹ)

سین 8 ان ڈور
دوپہر حویلی

(نازو اپنی دو چار سہیلیوں کے جھرمٹ میں بیٹھی ہے۔ یہ بڑا ہی محبت والا سین ہے جس میں کوئی بیٹھی کیو ٹکس لگا رہی ہے' کوئی نازو کی گود میں سر رکھے لیٹی ہے۔ ایک لڑکی بھاری گوٹے لگے دوپٹے میں گوٹے کے پھول سی رہی ہے۔ ایک لڑکی ہاتھ میں کتاب لیے تحت اللفظ میں پڑھتی ہے۔ رضیہ بیٹھی ٹرنک میں جوڑے رکھ رہی ہے۔ ان کی باتوں کا رد عمل اس کے چہرے پر آتا ہے۔)

نرگس: آدھی رات چراغ جلا اجڑی ہوئی حویلی میں

پھر اک سایہ رونے لگا' اجڑی ہوئی حویلی میں
اس کے گلشن ہاتھوں میں پہنچا تو بس راکھ ہوا
میں نے جو خط لکھا تھا اجڑی ہوئی حویلی میں
دل جینے کے جنگل میں اجڑی ہوئی حویلی ہے
اس کی یاد ہے ایک دیا اجڑی ہوئی حویلی میں

(ان تین اشعار کے دوران لڑکیوں کے جھرمٹ میں مختلف لڑکیاں اور ان کا الگ الگ کام رجسٹر کرایا جاتا ہے پھر دو چار لڑکیاں یکدم چلا کر نرگس کو چپ کراتی ہیں۔ چپ چپ اور شیم شیم کا شور مچتا ہے دو ایک اوئے اوئے کا شور بھی مچاتی ہیں)

نرگس: یہ شور کیوں بھئی؟

سہیلی 1: ہم خوشی منانے آئے ہیں اور تم کو آنسو بہانے کی پڑی ہے شاباش......

نرگس: مجھے تو نازو نے کہا تھا کہ یہ غزل سنا دوں۔

سہیلی 2: جب اس کی رخصتی ہو گی ناں اس روز بھی یہ شاعری کی کتاب ڈولی میں لے جائے گی اور سڑی سڑی غزلیں پڑھے گی سہاگ رات۔

نرگس: دو شعر پڑھ دیئے تو کیا قیامت آ گئی۔

سہیلی 3: قیامت نہیں آئی پکڑ کے رلا دیا مجھے۔

نازو: بھئی خواہ مخواہ نرگس سے بھلا لڑ رہی ہو۔ میں نے اسے کہا تھا کہ یہ غزل سنا دو۔ اس نے سنا دی۔

سہیلی: ہم ناچنے گانے آئی تھیں۔ خوشی منانے آئی تھیں اور تم ہو...... اپنی بور غزل سنانا چاہتی ہو...... دفع دور (کیمرہ رضیہ پر آتا ہے)

نازو: اچھا بھئی جو جی چاہے کرو......

سہیلی 1: ہم تو آئے ہیں خوشی منانے۔

نازو: تو ناچو...... صرف مجھے جانے دو۔

نرگس: کمال ہے ہونے والی بی کے بغیر ناچیں۔

سہیلی 1: شاوا بھئی شاوا...... یہ ادا ہے کہ...... کوئی اور بات ہے...... ادا جیسی

سہیلی: ٹیپ ریکارڈ لگاؤ جلدی سے آج ساری حویلی ہلا دینی ہے ہم نے خالہ مریم کہتی ہے لڑکیوں کو کچھ آتا جاتا ہی نہیں...... آج خالہ کو ہاتھ جوڑنے پڑیں...... ریڈی ہو جاؤ ساریاں...... لہور نوں مات کرنا ہے۔

(ابرار الحق کا گیت مزا جنے گاتی ہیں)

(نازو اٹھتی ہے)

نرگس: تم کہاں جا رہی ہو لاڈاں پئی۔

نازو: میرے سر میں درد ہے نرگس جانے دے مجھے......

سہیلی 2: ہونے دو سر درد...... آج سر پھٹ بھی گیا تو بھی خیر ہے...... ہم نے کنداں کو مجھے ہلا دینے ہیں ایک بار۔

(اس وقت سب لڑکیاں کمر میں دوپٹے باندھ کر دائرے میں کھڑی ہیں اور موسیقی شروع ہوتی ہے۔ نازو اٹھنا چاہتی ہے لیکن نرگس بٹھاتی ہے لڑکیاں دائرے میں گدا یا بھنگڑا ڈالتی ہیں۔ رضیہ ٹیپ ریکارڈر کے ساتھ گاتی ہے)

فیڈ آؤٹ

سین 9 آؤٹ ڈور

رات (شامیانے کے نیچے)

(یہ ایسی مہندی ہے جو نہایت ماڈرن تعلیم یافتہ اور امیر کبیر لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسے چھاؤنی کا سروسز کلب ہو۔ پنڈال مہمانوں سے بھرا ہے۔ دلہن ایک آرائشی پیڑھی نما کرسی پر بیٹھی ہے نوجوان لڑکے اس کے گرداگرد بھنگڑا ڈال رہے ہیں۔ ایک جانب مہندی کے تھال پڑے ہیں۔ کیمرہ پہلے مہندی کے تھالوں پر جاتا ہے جن میں موم بتیاں جلی رہی ہیں۔ وہاں سے وہ بھنگڑا ڈالتے نوجوانوں پر سے پھر ہونے والی دلہن رہ جاتا ہے۔ دلہن کے ہاتھ پر پان کا پتہ رکھ کر ہونے

والی ساس مہندی رکھتی ہے پھر منہ میں مٹھائی دیتی ہے۔ کیمرہ جانوں ڈھولئے پر آتا ہے وہ دیکھتا ہے دلہن یکدم نازو میں تبدیل ہوتی ہے جانوں کا ہاتھ ڈھول پر ڈھیلا پڑتا ہے۔ وہ پھر چوکی کی طرف دیکھتا ہے اسے نازو بیٹھی نظر آتی ہے جانوں شامیانے سے باہر نکلتا ہے اسے لگتا ہے جیسے شامیانے کی چوکی سے اٹھ کر نازو اس کے تعاقب میں دوڑتی ہے۔

Echo میں نازو کی آواز آتی ہے جانوں آجاؤں؟)

ڈزالو

سین 9 | آؤٹ ڈور
گہری رات | ایکمن روڈ

(جانوں ڈھولیا سڑک پر جارہا ہے پیچھے نازو زرد لباس میں آواز دیتی دور سے بھاگی آرہی ہے)

نازو: جانوں...... مجھے پکڑلو جانوں آجاؤں؟

(اس آواز پر ڈھول کی آواز سوپر امپوز کیجئے جانوں پلٹ کر دیکھتا ہے لیکن پیچھے کچھ نہیں سڑک اندھیری اور سنسان ہے۔ سر جھکائے جان محمد پھر چلتا جاتا ہے۔ پھر اسے لگتا ہے کہ تعاقب میں نازو آرہی ہے۔ سوپر امپوز۔ نازو کی آواز مجھے پکڑلو آجاؤں جانوں! اب نظر آتا ہے کہ ایک کوٹھی میں بیٹھا چوکیدار جو بندوق سے لیس ہے جان محمد کو مشکوک جان کر اس کا تعاقب کرتا ہے۔ جان محمد کو جب شک گزرتا ہے کہ کوئی اسے Follow کررہا ہے تو پلٹ کر دیکھتا ہے چوکیدار جلدی سے کسی اوٹ میں ہوجاتا ہے۔ سنسان سڑک پر جان محمد کو نازو کا کھٹکا پڑتا ہے۔ لیکن جونہی وہ چلتا ہے چوکیدار جو فوجی لباس میں ہے پھر تعاقب کرتا ہے۔ سوپر امپوز ڈھول کی آواز نازو کی آواز اسی ایریا میں جہاں سرکاری افسروں کی رہائش ہے ایک

کوٹھی میں جان محمد کو گیٹ سے ذرا اندر نلکا نظر آتا ہے وہ ڈھول اتار کر نلکے تک جاتا ہے اور پانی پی کر منہ ہاتھ دھوتا ہے اس وقت ریٹائرڈ فوجی چوکیدار آکر اسے پیچھے سے پکڑتا ہے اور دو چار دھموکے لگا کر بندوق کے سہارے گرفتار کرتا ہے)

(کٹ)

سین 10 آؤٹ ڈور

دن اصطبل

(چودھری عبدالجبار کا اصطبل۔ اصطبل میں رنگ برنگے گھوڑے بندھے ان میں راستہ بناتا چودھری سرفراز اپنے سیاہ گھوڑے تک آتا ہے کھرلی میں سے جو کا پولا اٹھا کر اسے کھلاتا ہے۔ ایال پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اپنا چہرہ اس کے ساتھ ملا کر آہستہ آہستہ کہتا ہے)

سرفراز: یار...... جب میرا نکاح ہو گا ناں...... تو دو چار دن کی مصروفیت ہو گی...... میں شاید تمہاری طرف نہ آسکوں...... تم نے دل میلا نہیں کرنا کسی طور...... بس میرا انتظار کرنا ہے...... میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا...... پھر شاہلا کوٹ کی پٹڑی پٹڑی چلیں گے...... انشاء اللہ...... اچھا سن رہے ہو؟ اداس نہیں ہونا...... رونا نہیں...... (گھوڑا ہنہناتا ہے)

(گھوڑا اور سرفراز C.U)

(کٹ)

سین 11 ان ڈور

دن جمیل کا گھر

(جمیل بستر میں بیٹھا ہے اور ماں اسے دلیا کھلانے کی کوشش

میں ہے)

ماں: لے دو نوالے اور...... بخار نے اتر جانا ہے لے۔ طاقت کیسے آئے گی میرے لعل کو...... لے منہ کھول جمیل۔

جمیل: جی نہیں کرتا اماں...... قے آتی ہے۔

ماں: کوئی قے شے نہیں آتی...... میں توے پر نیبو سیک کر لائی ہوں اپنے کاکے کے لیے۔

جمیل: اماں بستہ نہیں ملا...... اس میں میری پرائیویٹ چیز تھی......

ماں: بستہ بستہ۔ تجھے خیر سے کسی بات کا شوق نہ ہو جائے بستے نے کھائی کڑھی۔

(دروازے پر دستک)

موسیٰ: میں آجاؤں جی......؟

ماں: کون؟

موسیٰ: میں جی ماسٹر موسیٰ۔

ماں: بسم اللہ بسم اللہ...... آیئے ماسٹر جی آیئے......

(موسیٰ اپنے کندھوں پر بستہ لٹکائے آتا ہے)

موسیٰ: سلام علیکم

ماں: وعلیکم وعلیکم

موسیٰ: لو بھئی جمیل بستہ برآمد کر لیا غفور کے بھائی دلاور سے۔

جمیل: شکریہ ماسٹر جی۔

ماں: آپ جمیل کے ابے کو بلا کر بھجوا دیتے۔

جمیل: (بستہ پکڑ کر) اچھا کیا ابے کو نہیں دیا ماسٹر جی...... اس نے کسی درخت سے لٹکا کر بھول آنا تھا جی۔

موسیٰ: بھائی اب بخار شخار چھوڑ دو...... سکول آؤ...... امتحان قریب ہیں۔ اگر پڑھو گے نہیں سکول نہیں آؤ گے تو سلمان بھائی کی طرح گولڈ میڈل کیسے لو گے۔

جمیل: سلمان بھائی میڈل لے آئے؟! انہوں نے تو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔

ماں: اوئیں ٹر ٹر نہ کیے جا...... پھر بخار تیز ہو جائے گا۔

موسیٰ: ہاں بھائی کیا وعدہ کیا تھا تیرے سلمان بھائی نے۔

جمیل: وہ کہتے تھے جب میں گولڈ میڈل لینے جاؤں گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔

موسیٰ: لو تو پھر تگڑے ہو جاؤ ناں...... تم کانوکیشن پر اس کے ساتھ جانا...... میں چلوں...... اور سنو اب اماں کا کہنا ماننا ہے ہر ایک اور تگڑے ہونا ہے جلدی جلدی اور پھر لہور جانا ہے سلمان بھائی کے ساتھ۔

ماں: انشاءاللہ انشاءاللہ

(ماسٹر سلام علیکم کہہ کر اٹھتا ہے اور باہر جاتا ہے۔ جمیل بستہ کھول کر دیکھتا ہے جیسے کسی چیز کی تلاش کر رہا ہے)

(کٹ)

سین 12 ان ڈور

گہری رات حویلی

(نازیہ اپنے پلنگ پر نیم دراز۔ نرگس اور سہیلی ثریا اس کے پاس ہیں۔ باقی سب قریباً سو چکی ہیں۔ صرف نازیہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور ہے۔ رضیہ فرش پر لیٹی ہے لگتا ہے سو رہی ہے لیکن وہ سوئی نہیں)

ثریا: تو فلمی لڑکی ہے نازیہ...... کبھی تو ملک سپلائی کرتی ہے، کبھی بیت بازی کرتی ہے، کبھی شعر پڑھتی ہے۔ شاہلا کوٹ میں ہے کوئی دوسری تیرے جیسی (قریباً نیند میں) اچھا اچھا...... خ خ...... خ سے

خزاں کی گود میں یا موسم بہار میں ہوں
یہ کیسا موڑ ہے میں کس کے انتظار میں ہوں

نرگس: ہوش میں آؤ ثریا...... کبھی کی بیت بازی ختم ہو گئی۔

ثریا: (اٹھتے ہوئے) اچھا۔

نرگس: تو تو نیند کے آگے ہتھیار ہی ڈال دیتی ہے سارے۔ جناب جب ساری ساری

رات کا کاصاحب جگائیں گے ناں تب ہم پوچھیں گے...... اب کیسے جاگی؟

ثریا: لے میں نے کوئی جاگنا ہے کاکے کے لیے...... میں نے تو پہلے دن ہی بے بے کی گود میں ڈال دینا ہے نچک کے...... بے بے جانے اور کاکا جانے۔

نازو: چلو کاکا تو اٹھا کے ڈال دے گی لیکن اگر کچھ یادیں ساتھ لے گئی اور انہوں نے جگایا ساری ساری رات تو......

نرگس: یہ ڈھیٹ ہے ڈھیٹ اسے کسی کی یاد نہیں ستاتی۔ گاجر مل گئی گاجر کھالی...... مولی مل گئی مولی کو منہ مار لیا۔ گنا نظر آیا تو اس کو پھوک کر کے رکھ دیا...... اس کو اللہ بھینس بناتا بناتا رہ گیا۔

نازو: مجھے تو بڑا ڈر لگ رہا ہے نرگس۔

ثریا: لو ڈر کیسا؟ آٹھ برس کی منگنی پھر بھی ڈر...... چاچے کا دیکھا بھالا پتر اور پھر بھی ڈر...... ڈرنا تو مجھے چاہئے...... شادی کے بعد...... سیدھا تاروے...... او سلو۔

نرگس: بچی ثریا...... تجھے ڈر نہیں لگتا...... نچٹی بھر بھی نہیں؟

ثریا: کیسا ڈر؟ کس کا ڈر...... بس وہاں ذرا چمڑی کا رنگ چٹا ہو گا باقی تو وہ بھی انسان ہی ہیں ناں۔

نازو: یہ شعر جو ابھی تو نے پڑھا ہے

خزاں کی گود میں یا موسم بہار میں ہوں
یہ کیسا موڑ ہے میں کس کے انتظار میں ہوں

یہ شعر...... تجھے سمجھ ہے اس کی ثریا۔

ثریا: لو میں نے شعروں کو سمجھ کے کیا لینا ہے...... کس کام آتے ہیں شعر سوائے بیت بازی کے۔

نازو: کتنی خوش نصیب ہے (اپنا دوپٹہ اتار کر) خدا کے لیے دوپٹہ بدل لے میرے ساتھ...... اور اگر ہو سکے تو دل بھی بدل لے...... کتنی سوکھی ہے تو ثریا...... تجھے نہ بہار ہاتھ لگائے نہ خزاں۔

ثریا: ہو ہوئے...... لیکن بہار خزاں کے کون سے ہاتھ ہوتے ہیں نازو...... یہ جو تو مردوں کے کام کرتی ہے ناں...... دودھ سپلائی کرنے والے...... انہوں نے

تیرا دماغ پٹ دیا ہے سارا...... مردوں جیسی سوچ ہو گئی ہے تیری۔

نازو: ہاں شاید۔

نرگس: اب سونے دے ثریا...... جتنا نازو سوئے گی اتنا روپ چڑھے گا...... اتنا سرفراز چودھری پاگل ہو گا دیکھ کر...... اوئے نرگس

نازو: کیا ہے؟

ثریا: کسی کو پاگل کر کے کیا لینا ہوتا ہے بھئی؟

نرگس: تیرا سر...... مزے کر...... آنند میں رہ...... تیرے جیسے کو کڑو کے تو ہر جگہ مزے ہیں۔ ہنڈیا کے اندر بھی اور باہر بوری میں بھی۔

نازو: جب تو ناروے جائے گی تو ہمیں بھول جائے گی؟ سچ؟

ثریا: کیا پتہ...... (سوچ کر) بھول ہی جاؤں گی۔

نرگس: بھائی تو یاد آئیں گے ناں؟

ثریا: کیا پتہ یاد آئیں؟ کون جانے نئے بھائی بن جائیں اچان چکے۔

نازو: لے بھائی نرگس یہاں کچھ اور طرح کا میٹر فٹ ہے۔

ثریا: اور طرح کا نہیں ٹھیک طرح کا میٹر فٹ ہے۔ سو فیصدی درست...... میں نے شاہلا کوٹ والا دل یہیں چھوڑ جانا ہے اور اوسلو پہنچتے ہی ناں ایئرپورٹ پر نواں نکور برٹش میڈھول فٹ کرا لینا ہے...... سکھی رہنے کے لیے۔

نازو: کاش کاش...... میں بھی ایسے کرا سکتی۔

ثریا: آسان طریقہ ہے...... بالکل آسان۔

نازو: وہ کیا۔

ثریا: صرف اپنے سے پیار پاؤ...... کسی اور کو پیار نہ کرو۔ پھر ستے خیراں...... نہ کسی کا انتظار نہ کسی کے طعنے......

نرگس: کیسے کیسے پیار نہ پاؤ کیسے...... (نازو ذرا سا کہنی کے بل ہو کر حیران ہو کر دیکھتی ہے۔)

نازو: پر ہمارا تو راہ چلتے پیار پڑ جاتا ہے بدو بدی۔

ثریا: اپنے سے کرو ناں پیار بس اپنے سے۔

نازو: کیسے؟

ثریا: ایسے جیسے میں کرتی ہوں۔
نرگس: فٹے منہ...... کیسے کرتی ہے تو......اپنے آپ کو وار نہیں دیتی پیار کرتے وقت؟
نازو: ہاں ثریا کیسے تو اپنے سے پیار کرتی ہے؟ کیسے؟

(کٹ)

سین 13 ان ڈور
گہری شام آؤٹ ڈور

(سرفراز سیاہ گھوڑے پر سوار ہے پیچھے سلمان کو بٹھا رکھا ہے۔
دونوں سرپٹ نہر کے ساتھ ساتھ گھوڑا دوڑا رہے ہیں)

(کٹ)

سین 13 ان ڈور
دن دن چڑھے

(جان محمد ڈھولیا اور چوکیدار دونوں تھانے میں۔ چوکیدار ریٹائرڈ
فوجی ہے اس لیے اس کے لب ولہجہ میں قطعیت ہے اور وہ اس طرح
بات کرتا ہے جیسے کہیں اس کے علاوہ کوئی اور رائے ہو ہی نہیں سکتی)

جان: (ہاتھ باندھ کر) سرکار میری اچانک طبیعت خراب ہو گئی تب میں مہندی سے
باہر نکلا......اور
چوکیدار: پوچھو اسے کس کی مہندی تھی...... کیا ایڈریس ہے مہندی والوں کا۔
تھانے دار: ہاں بھئی...... کون سی کوٹھی میں فنکشن تھا۔
جان: سرکار...... کوٹھی کا مجھے کیا پتہ میں تو شاہلا کوٹ سے آج ہی آیا ہوں تھانے دار
صاحب۔
تھانے دار: چلو ان صاحب کا نام بتاؤ جن کی شادی تھی۔

جان: کچھ قاسم قاسم کہہ رہے تھے۔

چوکیدار: دیکھا جی آپ نے بھائی یہ لہور ہے لہور یہاں ہر گلی میں چار قاسم رہتے ہیں۔

جان: میں ڈھول بجانے والا ہوں جان محمد ڈھولیا...... سر مجھے کیا پتہ لہور شہر کا۔

چوکیدار: ......رکو......رکو......رک جاؤ تم اتنے معصوم نہیں ہو سر...... یہ سڑک پر جارہا تھا...... مڑ مڑ کے دیکھتا تھا کہ کوئی پیچھے تو نہیں آرہا...... اسے ڈر تھا...... خوف تھا پھر یہ سیکرٹری فوڈ کے گھر میں گھسا...... ہم نے ساری عمر فوج کی نوکری کی سرکار...... ہمیں چور کی آنکھ کا پتہ ہے...... یہ گھسا ہے کوٹھی کے اندر اور بہانے کے ساتھ پانی پیتا ہے نکلنے سے اب قسم کھاؤ اپنا باپ کا...... تم مڑ مڑ کے دیکھتا تھا ناں...... دیکھتا تھا کہ نہیں...... ایک بات کہہ ہاں کہ نہیں؟

جانوں: ہاں دیکھتا تھا۔

چوکیدار: سن لو تھانیدار صاحب دیکھتا تھا...... ڈر تھا اسے کوئی دیکھتا نہ ہو۔

جانوں: تھانیدار صاحب آپ...... صرف انجم صاحب کو فون کر کے پوچھ سکتے ہیں۔ میں ان کا آدمی ہوں...... میری جیب میں ان کا کارڈ ہے...... وہ خود شادی پر آئے ہوئے ہیں...... آپ میرے ساتھ چلیں جی میں چور نہیں ہوں سر...... ڈھولیا ہوں منصور شہنائی نواز کا بیٹا۔

تھانیدار: نکالو کارڈ انجم صاحب کا...... سچ جھوٹ ابھی نتھر جائے گا۔

(جانو اپنی جامہ تلاشی لیتا ہے)

جانوں: وہ جی میں کرتا بدل آیا ہوں تھانے دار صاحب شادی والی کوٹھی دور نہیں ہے آپ کسی کو بھیج دیں میرے ساتھ......

تھانے دار: پہلے تو ہم تمہیں بھیجیں گے اپنی مرضی کی جگہ جہاں تم سے سچ اگلوایا جائے گا...... پھر دیکھی جائے گی...... انجم صاحب کی تفتیش۔

جانوں: تھانے دار جی...... میرا تو پاسپورٹ بنا ہوا جی۔

(ایک سپاہی دھکا دے کر باہر لے جاتا ہے)

(کٹ)

سین 14 ان ڈور

رات چودھری سرفراز کا کمرہ

(سرفراز اور سلمان ایک ہی پلنگ پر بیٹھے ہیں۔ سامنے کھانے کا طشت ہے جس میں سے وہ دونوں اکٹھے کھا رہے ہیں)

سلمان: پلیز سرفراز اب مجھے گھر جانے دو۔ ابا میری وجہ سے پریشان ہے۔

سرفراز: کوئی پریشان نہیں۔ میں صبح ملا تھا انہیں ماسٹر جی نے کہا ٹھیک ہے اگر تمہارا دل لگا ہوا ہے تو رکھو...... نکاح تک......

سلمان: کچھ عجیب سا لگتا ہے۔

سرفراز: کیا عجیب سا لگتا ہے؟

سلمان: میں کچھ وضاحت نہیں کر سکتا سرفراز...... کچھ چور سا کچھ احساس جرم میں جتلا...... کچھ میں اپنی اندر کی کیفیت سمجھا نہیں سکتا۔

سرفراز: بس بس یہی وجہ ہے سر جی کہ آپ لڑکیوں کے جھرمٹوں میں رہے اور آپ کسی کی طرف جھکے نہیں......

سلمان: (چور سا محسوس کرتے ہوئے) جھکنے کو تو جھکے...... لیکن...... پتہ نہیں کیا بات ہے اظہار نہیں کر سکے۔

سرفراز: سلمان بھائی آپ کو شکار کرنا چاہئے' گھڑسواری کرنی چاہئے..... وہ بھی کالے گھوڑے کی؟

سلمان: کالے گھوڑے کی کیوں؟

سرفراز: کالا گھوڑا نڈر ہوتا ہے...... غلط راستوں سے کبھی نہیں گھبراتا...... سفید گھوڑا پانی میں اترتے وقت سوچتا ہے ہنہناتا ہے لیکن کالا گھوڑا...... ایک بار میں ہی پانی میں اتر جاتا ہے...... پتہ نہیں کیا بات ہے کالے گھوڑے میں مرد کے عیب اپنے میں جذب کرنے کی طاقت ہوتی ہے...... اس کی مان لیں تو وہ غلط راہوں پر جانے نہیں دیتا اور نہ مانیں...... تو کالا گھوڑا آپ کو آپ کی بدی کے حوالے کر دیتا ہے...... روکتا نہیں......

سلمان: یہ باتیں تمہیں کیسے پتہ چلیں......؟

سرفراز: یعقوب کتانی صاحب کی جوتیاں سیدھی کرنے سے یہ علم ملا......وہ کہتے ہیں...... کالا گھوڑا سوار کو اس قدر بے خوف کرتا ہے اتنا نڈر کرتا ہے...... کہ وہ خود اپنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتا ہے اگر کبھی...... کسی لڑکی سے ملنے جانا ہو ناں...... تو میرا گھوڑا لے جانا سلمان بھائی......

سلمان: (ہنس کر) اور سوار کہاں سے لاؤں گا اس پر چڑھنے والا...... اپنی بدی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والا؟

(کٹ)

سین 15 آؤٹ ڈور

رات کا وقت (جمعرات) شاہ جمال

(جانوں ڈھولیا گلے میں ڈھول لٹکائے شاہ جمال کے بازار سے گزر رہا ہے۔ اس بازار کا رش دکھایا جائے جس میں راستہ بناتا جانوں جا رہا ہے)

(کٹ)

سین 16 آؤٹ ڈور

جمعرات (رات) شاہ جمال

(لوگ ہر طرف چھتوں سے ادھر ادھر سیڑھیوں پر آتے جاتے دکھائے جائیں۔ پتہ چلے کہ یہ بابا شاہ جمال کا مزار ہے۔ کبھی اوپر سے کبھی نیچے سے کیمرہ مزار کو رجسٹر کرائے)

(کٹ)

سین 17 آؤٹ ڈور
جمعرات (رات) شاہ جمال کا صحن

(ہر جمعرات کو بابا شاہ جمال کے صحن میں ڈھول کے ساتھ لوگ ناچتے ہیں۔ اب رات کا پچھلا پہر ہے جانوں ڈھولیا پنڈال کے درمیان آنکھیں بند کر کے ڈھول بجاتا ہے۔ لوگ ارد گرد ناچتے ہیں۔ کچھ اوپر سے دیکھتے ہیں۔ نوجوان بچے زور شور سے ناچ رہے ہیں۔ یہ ناچ کا منظر اور ڈھول بجانے کی رسم سپردگی کا نمونہ ہے۔ گویا تمام لوگ اپنے آپ کو ایک سرمدی طاقت کے سپرد کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ خلق خدا لمحہ قبولیت کے لیے بے قرار ہے۔ ڈھول بجاتے بجاتے جانوں ڈھولیا لڑکھڑا جاتا ہے۔ دو ایک نوجوان اسے سنبھالتے ہیں وہ لٹایا جاتا ہے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ ایک چھوٹی سی بچی آکر اس کے گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار ڈالتی ہے ایک اور ڈھولیا ڈھول بجانے لگتا ہے تواتر ٹوٹتا نہیں جانوں اپنی فنا کی منزل پر جا چکا ہے۔ کیمرہ آہستہ آہستہ ہار سے لدے ڈھولئے کے چہرے پر آتا ہے)

(میلپ آتے ہیں)

(ڈزالو)

شاہلاکوٹ(10)

کردار

چودھری عبدالجبار
چودھری سرفراز
سعد سلمان
ڈاکٹر شاداب
ماسٹر موسیٰ
حضرت ابویعقوب کتانی
دلاور
جمیل
شادی میں شریک مہمان

مریم چودھرائن
رابعہ چودھرائن
نازو
رضیہ
نازو کی سہیلیاں

سین 1 — آؤٹ ڈور

صبح تقریباً دس بجے — کھیتوں کے درمیان کا کچا راستہ

(چودھری عبدالغفار کا بیٹا شاداب ایک چھوٹے سے سٹیشن سے نکلتا ہے۔ دیہاتی قسم کا تانگہ یا یکہ لیتا ہے دو تین کٹ یوں رجسٹر کرائے جاتے ہیں کہ وہ یکے میں سوار شاہالا کوٹ کی طرف جا رہا ہے۔ آخر میں کھیتوں گئے دھنیاں یکہ جاتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ منصور ملنگی کی شہنائی ان دو تین خاموش منظروں پر سوپر امپوز کیجئے۔

(کٹ)

سین 2 — آؤٹ ڈور

صبح ہی کا وقت — (کھیتوں کے درمیان)

(چودھری سرفراز اور سلمان کھیتوں کے درمیان سیر کرتے جا رہے ہیں۔ سرفراز دانتوں پر داتن پھیر رہا ہے۔ سلمان کی چال ست ہے اور اس کا دھیان کہیں اور ہے)

سلمان: اگر تمہاری محبت نے مجھے جکڑ نہ لیا ہوتا ناں سرفراز تو...... پتہ نہیں اس وقت میں کہاں ہوتا...... کم از کم یہاں تو بالکل نہ ہوتا......

سرفراز: بات یہ ہے سلمان بھائی...... شاید تمہیں برا لگے، لیکن جن لوگوں کی ماں نہیں ہوتی...... انہیں رج رج کے پیار نہیں ملتا۔ انہیں دب دب کے کوئی کھلانے والا نہیں ہوتا...... ان کا بھانڈا خالی رہتا ہے۔ پیار سے...... پھر جس کے پاس دینے کو کچھ نہ ہو وہ تو خود منگتا ہوا ناں...... آپ کی ماں جلدی چلی گئی۔

سلمان: تم یقیناً بہت خوش نصیب ہو چودھری۔ خاص کر محبت کے معاملے میں۔

سرفراز: پھر چودھری...... پھر چودھری خالی سرفراز میں آپ سے چھوٹا ہوں ہر طرح......

سلمان: میں بھول جاتا ہوں۔

سرفراز: ماسٹر صاحب آئے تھے شام میں...... کہنے لگے اب تو سلمان تگڑا ہو گیا ہے' اب تو اسے اجازت دو میرے پاس آنے کی...... میں نے کہا ماسٹر جی جب ہم قبضہ' غاصبانہ کر لیتے ہیں تو پھر لوگ ساری عمر مقدمے لڑتے ہیں' زمین واپس نہیں کرتے...... تین تین پشتیں مقدمہ لڑی جاتی ہیں۔ لیکن ان کا کچھ نہیں بنتا۔

سلمان: میں...... تم سے بڑی منت سے اجازت مانگنے والا تھا...... چلو ماسٹر جی کے پاس نہ سہی...... لاہور ہی جانے دو...... میری کونوکیشن قریب ہے۔

سرفراز: بس یہ نکاح کا منٹا گزر جانے دو' اکٹھے چلیں گے آپ' سلمان بھائی اور میں...... بھائی بھائی۔

(سلمان کے چہرے پر تردد کے آثار)

سلمان: تمہاری مہربانیوں کا میں کیسے شکریہ ادا کروں...... اگر تمہیں (رک کر) میری جان کی بھی ضرورت ہوتی' تو میں دریغ نہ کرتا...... خوشی سے وار دیتا۔

سرفراز: یہی تو مشکل ہے...... سلمان بھائی مجھے تمہاری ضرورت ہے' جان کی نہیں...... میری بانہہ نہیں ہے...... اگر بھائیوں کی جوڑی نہ ہو...... تو کام نہیں بنتا...... چودھری مضبوط نہیں ہوتا' اصل میں اسے کسی پر اعتماد نہیں ہوتا......

سلمان: میں اس اعتماد کے قابل نہیں سرفراز۔ میں اس اعتماد پر پورا نہیں اتر سکتا......

سرفراز: ایسے ہی چاچا عبدالغفار کہا کرتا تھا ابے سے...... پر...... جب چاچا غفار لاپتہ ہو گیا تو...... تو میرا ابا کبھی کھل کر ہنسا نہیں...... ہنسے تو رونے لگتا ہے یکدم...... بھائی کہاں بھولتا ہے چودھری کو؟

ڈزالو

سین 3 — آؤٹ ڈور

کچھ لمحے بعد — کھیتوں کے درمیان

(دیہاتی قسم کے تانگے یا یکہ میں ڈاکٹر شاداب چلا آرہا ہے۔
اب اس کے پوائنٹ آف ویو سے نظر آتا ہے کہ سلمان اور سرفراز بھی

دوسری طرف سے آ رہے ہیں۔ گو ان دونوں نے تانگے میں آنے
والے کو نہیں دیکھا۔ شاداب تانگہ رکواتا ہے' اترتا ہے ...... اور
چودھری سرفراز کی طرف بھاگتا ہے ...... دونوں آپس میں بغل گیر
ہوتے ہیں۔ سلمان ذرا سا حیران ہو کر دیکھتا ہے۔
(کٹ)

سین 4 ان ڈور
شام (یعقوب کی کتانی کا ڈیرا)

(فاصلے پر چند مرید بیٹھے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ ایک عورت
چھاج میں گندم پھٹک رہی ہے۔ چودھری عبدالجبار اور ایک دو مہمان
صورت حواری بیٹھے ہیں۔)

کتانی: بس چودھری جی بیٹری چارج کرنے جا رہے ہیں۔

جبار: کیا مطلب حضرت......

کتانی: جب بہت عرصہ علم دیتے رہتے ہیں' لوگوں کو روشنی دے کر جب اندر کا اندھیرا
بہت بڑھ جاتا ہے تو عمرہ کرنے کے لیے جانا پڑتا ہے...... انسان کی یہ مشکل ہے
وہ دولت کے بغیر سخی ہو نہیں سکتا۔ محبت کروائے بغیر محبت نہیں کر سکتا۔ علم
حاصل کیے بغیر علم بانٹ نہیں سکتا۔

جبار: میں عرض کرنے آیا تھا کہ آپ کے سرفراز کا عقد ہے آپ اس میں تو شریک ہو
جائیں' دعا برکت کے لیے۔

کتانی: یہاں سے وہاں بہتر دعا ہو گی چودھری۔ عبدالجبار...... ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں
گے چودھری سرفراز کے لیے۔

جبار: ایک بار ہی نمٹا ختم ہو جاتا تو اچھا تھا لیکن اس کی ماں کو تو چاچڑ حا ہے۔ کبھی منگنی' کبھی
نکاح...... کبھی رخصتی...... سختی ہی نہیں کسی کی...... نازو کا بھائی آ جاتا کہیں تو......

کتانی: آپ فکر کیوں کرتے ہیں چودھری جی...... راستے کی مشکلات سے نہ گھبرایا

کریں۔ نکاح بھی ہو جائے گا اور رخصتی بھی ہو جائے گی۔

جبار: وہ ڈاکٹر کا بچہ شاداب ابھی تک آیا نہیں۔ اس کو کھٹی کمائیوں کی پڑی ہے...... باپ کی زمینوں میں فکر نے سر نکال لیا ہے...... وہ ڈاکٹری کرتا پھرتا ہے۔

کتانی: آجائے گا آجائے گا...... بھائی بھی آجائے گا' آپ فکر کیوں کرتے ہیں......

جبار: فکر یہ ہے حضرت صاحب' جناب والا' نکاح کے بعد بات کچھ بس میں نہیں رہتی۔ رشتوں کا کچھ ٹھیک نہیں رہتا۔ میں شاید سمجھا نہیں سکا۔ دیر تک نکاح رہے تو کہیں سے آکر پھپھوندی لگ جاتی ہے۔

کتانی: سمجھ گیا' سمجھ گیا چودھری صاحب بالکل سمجھ گیا...... جہاں جہاں محبت ہوتی ہے جناب والا' وہاں تیسرا ضرور ہوتا ہے...... یہ تیسرا محبت میں Catalyst کا کام دیتا ہے...... پارس پتھر ہوا کرتا ہے' داماد بہو میں ساس' عاشق محبوب میں رقیب...... بھائیوں میں بھاوجہ...... آپ سمجھتے ہیں ناں......

جبار: جی...... شاید وہ عنصر جس سے رد عمل کو تیزی بخشی جائے...... دسویں تک سائنس پڑھی ہے میں نے......

کتانی: خوب خوب...... بس محبت کے جھوٹ سچ پرکھنے کے لیے نقطہ' برداشت تک پہنچنے کے لیے...... اپنی بساط کو سمجھ سکنے کے بعد...... کہیں سے تیسرا...... آٹپکتا ہے...... اللہ میاں کے کام ہیں...... ہم تو دوئی کا بوجھ برداشت نہیں کرپاتے' وہ مالک ہمیں تثلیث میں داخل کر دیتا ہے...... ہم ابلیس اور اللہ کے درمیان تیسرے کون؟ اس کی مرضی ہم کون میاں؟

(کٹ)

سین 5	ان ڈور + آؤٹ ڈور
عصر کا وقت	ماسٹر موسیٰ کا کمرہ (احاطہ سکول)

(ماسٹر موسیٰ نماز پڑھ رہا ہے۔ دروازے کے قریب کتارا کی رونے کی آوازیں نکال رہا ہے جیسے بھوکا ہو۔ موسیٰ اٹھتا ہے اور راکی

راکی (Rocky) کہتا ہوا پاس جا کر پیار کرتا ہے۔ پھر باورچی خانے میں جا کر راتب ڈال کر راکی کو بلاتا ہے وہ ویسے ہی چونس کرتا رہتا ہے' موسیٰ پاس جا کر زنجیر کھولتا ہے اور راتب کی پلیٹ کے پاس راکی کو بلاتا ہے۔ وہ راتب کی طرف آنے کے بجائے باہر بھاگتا ہے۔ موسیٰ اس کے پیچھے جاتا ہے اور آوازیں دیتا ہے۔

(کٹ)

سین 6 ان ڈور

دن (چودھری جبار کی حویلی)

(چودھری جبار اور شاداب ایک تخت پوش پر بیٹھے ہیں۔ قریب ہی موڑھوں پر چودھری سرفراز' سلمان اور چودھرائن رابعہ بیٹھے ہیں۔)

سرفراز: میں نے فیکس بھی دلائی تھی لاہور سے۔

رابعہ: بس اللہ سائیں کا شکر ہے ڈاکٹر تو آ گیا...... اب رج کج کے ویاہ ہوگا ناں۔

شاداب: بس ایک بات کا افسوس ہے تایا جی......

جبار: کس بات کا؟

شاداب: مجھے کیوں بلا رہے تھے آپ۔ مجھے تو آپ کے سارے فیصلے ہمیشہ منظور رہے ہیں۔ میرے بغیر رخصتی بھلا ہوتی تھی......؟ آپ خود اپنی بھتیجی کو رخصت کرتے ہماری طرف سے کھڑے ہو کر۔

رابعہ: سنا آپ نے سنا...... میں نے ان سے سو واری کہا چودھری شاداب بڑوں کے آگے بول نہیں سکتا...... جو آپ کی مرضی' وہ شاداب کی مرضی...... آپ نازو کے تائے ہیں کوئی غیر تو نہیں۔

سرفراز: پھر بھی اچھا کیا...... آ گئے یار۔

جبار: بالکل...... بہت اچھا کیا آ گئے...... اوئے کاکا میں تو اس وقت خوشی میں ہوں۔

میرے تو گھر کا جی بڑھ رہا ہے...... میں پیکے گھر کے دکھ کو کیسے سمجھ سکتا ہوں...... ؟ بس موج ہو گئی نازو کو اپنے ہاتھوں ڈولی میں بٹھاتا...... اپنے ہاتھوں اس کے آنسو پونچھتا...... خود بھی روتا ہمیں بھی رلاتا (کیمرہ سلمان پر جاتا ہے)

سرفراز: لو ابا جی الٹی بات نازو کیوں روئے گی۔

جبار: پرندہ بھی اپنے پنجرے کو یاد کرتا ہے مورکھ...... پورے اکی بائی سال جس کند' دروازے کو پیار کی نظر سے دیکھا ہو...... وہ بھولتی ہے کبھی...... پوچھو اپنی ماں سے (سلمان پر کیمرہ جاتا ہے 'وہ بھاگنا چاہتا ہے)

رابعہ: لے چودھری جی بتاؤں ابھی تک مجھے دیے کا وہ طاق نہیں بھولا...... باورچی خانہ ہمارا باہر تھا کاکا۔ شاداب ویہڑے میں ...... بس باورچی خانے سے سجے ہاتھ ناں کوڑی نیم کے نیچے ایک طاق تھا...... اس میں کبھی کسی نے دیا جلا کر نہ رکھا...... میرا ابا بولتا ہی رہتا تھا' پر کبھی کسی نے اس اندھیری گٹھ میں چراغ نہ دیا جلایا...... اس میں چڑیاں گھونسلا بنا کر رہتی تھیں۔

چودھری: بس کر رابعہ ...... تجھے بھی جگوں وکھری باتیں یاد رہتی ہیں۔ بھول جا اب تو (سلمان n.cu)

شاداب: کرنے دیں چاچا جی...... کرنے دیں...... وہ ہم سے پچھلی باتیں نہیں کریں گی تو پھر کس سے کریں گی؟

جبار: اپنی ڈاکٹری کی سنا' ریاض کے ہسپتال کی بتا۔

شاداب: بس ٹھیک ہے چاچا...... نوکری بھی اچھی ہسپتال بی کسی جرمن ہسپتال سے کم نہیں' لیکن چھٹی نہیں ملتی۔

سرفراز: ٹور ہے جی ٹور...... بڑے لوگ ہیں ریاض کے......

شاداب: جی...... اب سب کچھ طے ہے چاچا جی۔

رابعہ: بالکل...... تو اٹھ سرفراز ہم کچھ باتیں طے کر لیں وداعگی کی۔ (سرفراز سلمان کا بازو پکڑتا ہے)
(سرفراز قدرے شرما کر اٹھتا ہے)

شاداب: (بازو سے کھینچ کر پاس بٹھاتا ہے) رہنے دیں چاچی...... نئی صدی شروع ہو گئی

ہے آپ کس زمانے کی بات کر رہی ہیں۔

جبار: کوئی پانی وھانی...... روٹی لسی۔

رابعہ: لو ایک تو ساریوں کو چاؤ چڑھے ہوئے ہیں سنتی ہی نہیں کوئی...... شاداں' جنتے نصیباں (آواز دیتی جاتی ہے)

(کٹ)

سین 7	ان ڈور
رات کا وقت	(حویلی...... نازو)

(مریم پلنگ پر نیم دراز ہے۔ شاداب اسے بلڈ پریشر کا آلہ لگا کر دیکھ رہا ہے۔ نازو ماں کو پنکھا جھلنے کے عمل میں ہے۔ رضیہ صفائی کر رہی ہے؟)

شاداب: لے اب تو بستر چھوڑ ماں...... میں آ گیا ہوں...... ساری میری ذمہ داری...... اندر باہر...... اپنا فکر اتار پھینک۔

مریم: شکر اللہ کا...... مجھے تو فکروں نے کھا لیا کا...... بلے بلے۔

شاداب: کیوں فکر کیسا؟...... میں اس کیلئے فوڈ فیکٹری لایا ہوں...... کمبل لایا ہوں...... ٹوسٹر لایا ہوں...... آپ سامان کو کھول کر دیکھیں تو؟

نازو: یہ سب کچھ کیوں......؟

شاداب: سر جی یہ الیکٹرک گڈز کی تو شو ہوتی ہے ساری...... بس اماں معمولی سا ہائی ہے بلڈ پریشر' انھیں آپ اور سر سے پٹی اتاریں......

نازو: اماں نے تو ڈرا دیا تھا' شاداب بھائی......

شاداب: ہم سب ایک دوسرے کو ڈرانے کے لیے آئے ہیں اس دنیا میں...... ڈرائے بغیر ہمارا رعب ہی نہیں پڑتا...... ہماری اہمیت ہی قائم نہیں ہوتی...... انھیں اماں...... اب خالی نکاح نہیں ہوگا' اس چندری بھیڑ کا...... ہم اس کو سجا بنا کر

چاچاجی کے گھر دھکا دینے والے ہیں۔ ہمیشہ کے لیے...... جا بھی اپنے گھر۔
(ماں اٹھ کر بیٹھتی ہے نازو کا چہرہ فق رہ جاتا ہے)

نازو: کیا کیا کیا؟

شاداب: سب کچھ طے کر کے آیا ہوں...... چاچاجی کے ساتھ...... کیوں لڈو پھوٹ رہے ہیں ناں...... پھلجھڑیاں چل رہی ہیں ناں۔
(نازو کو بازوؤں سے پکڑ کر گھماتا ہے' ساتھ گاتا ہے' آساں دی جانا اے بلو دے گھر...... کیمرہ نازو کا چہرہ کلوز میں لیتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو جمع ہوتے ہیں۔)

ڈزالو

سین 8 ان ڈور
کچھ دیر بعد (حویلی)

(سرفراز نے خوشی کے ساتھ سلمان کو بازوؤں سے پکڑ رکھا ہے بالکل جس طرح پچھلے سین میں شاداب نے نازو کو پکڑ رکھا تھا۔ سرفراز اسے جھلاتے ہوئے گاتا ہے۔ کنے کنے جانا اے بلو دے گھر...... پھر وہ سلمان کو چھوڑ کر اس کے گرد گرد بھنگڑا ڈالتا ہوا ناچتا ہے)

سلمان: بس بس بس ابا کہا کرتا ہے اپنے شاگردوں کو زیادہ مت ہنسو...... ورنہ اتنا ہی رونا پڑے گا۔

سرفراز: اب سرفراز کے رونے کی باری نہیں ہے۔ اب سرفراز چودھری کے دشمن روئیں گے۔ اگر کوئی ہے تو؟

سلمان: ہوا کیا ہے؟

سرفراز: دعائیں قبول ہوئی ہیں...... یار بڑی خبر ہے...... فرنٹ پیج والی......

سلمان: پر سر ہوا کیا ہے؟ لاٹری نکلی ہے کوئی؟

سرفراز: ہاں...... ساری عمر کی لاٹری۔

سلمان: پاگل کر دیا ہے بتاؤ بھی ہوا کیا ہے؟

سرفراز: (ناچتے ہوئے) کٹے کٹے جاناں اے بلو دے گھر؟

سلمان: (آرام سے ایک جگہ بیٹھ کر اخبار پڑھنے لگتا ہے)

سرفراز: مجھے یقین نہیں آ رہا ہے سب کچھ اتنی آسانی سے اتنی جلدی طے ہو جائے گا...... سب حضرت کتانی کی دعا ہے۔

سلمان: (اخبار پڑھتے ہوئے) کراچی میں دہشت گردی کا ایک اور واقعہ...... پولیس مقابلہ میں ایک پولیس مین اور ڈی ایس پی ہلاک۔

(سرفراز ہاتھ سے اخبار لیتا ہے اور اسے پھاڑتا ہے)

سرفراز: یہ خبر نہیں...... چودھری سرفراز کی سرخی۔ نازو میرے گھر آ رہی ہے...... رخصتی طے ہو گئی۔ ڈاکٹر شاداب کی پرزور تقریر...... بڑوں کا متفقہ فیصلہ' رخصتی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔

(سلمان پر جیسے بجلی گر جاتی ہے' لیکن وہ فوراً سنبھل جاتا ہے)

سرفراز: میں اس معجزے کا انتظار کر رہا تھا۔

سلمان: میں بھی کسی معجزے کے انتظار میں تھا۔

(یہ بات زیر لب کہی جاتی ہے سرفراز سن نہیں سکتا۔)

سرفراز: تمہیں خوشی نہیں ہوئی سلمان؟

سلمان: اتنی خوشی ہوئی ہے کہ...... کہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کہوں۔

سرفراز: اللہ نے ایک ساتھ میری دو خواہشیں پوری کر دیں...... بھائی بھی ملا دیا...... اور نازو بھی......

سلمان: سنو سرفراز اب مجھے گھر جانے دو' تم اب مکمل ہو جاؤ گے......

سرفراز: اور مجھے کھارے کون چڑھائے گا۔

سلمان: (نظریں جھکا کر) میں......

سرفراز: اور مجھے کلیرے کون باندھے گا؟

سلمان: میں......

سرفراز: اور مجھے گھوڑی پر کون سوار کرائے گا؟

سلمان: میں......

سرفراز: اور مجھے سہرا کون باندھے گا؟

سلمان: میں......

سرفراز: اور باگ پکڑ کر کون چلے گا' ساتھ ساتھ کون؟

سلمان: میں...... میں...... میں......

(سلمان چکر کھا کر گرنے والا ہے۔ سرفراز اسے بازوؤں سے پکڑ کر گاتا ہے کنے کنے جاناں اے بلووے گھر......)

(کٹ)

سین 9 ان ڈور

رات حویلی

(پچھلے گانے کو بہت ساری لڑکیاں ڈھولک کے ساتھ مل کر گا رہی ہیں۔ نازو پیلے کپڑوں میں ملبوس ہے اور گم سم ان سب میں بیٹھی ہے)

(کٹ)

سین 10 آؤٹ ڈور

شام (شاہلا کوٹ والا نہری راستہ)

(ماسٹر موسیٰ...... کتے کو ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ ایک دو کٹ کھیتوں میں ماسٹر کے دکھاتے ہیں۔ وہ راکی راکی کہتا خالی کھال میں' کھیتوں میں ادھر ادھر آوازیں دیتا ہے۔ پھر وہ نہر کے ساتھ ساتھ چلنے والے راستے پر راکی راکی کہتا جاتا ہے۔ شاہلا کوٹ کے سنگ میل سے کچھ ادھر اسے راکی بیٹھا نظر آتا ہے۔ وہ دبے پاؤں اس کے پاس جا کر پٹے میں زنجیر ڈالتا ہے اور راکی کو لے کر واپس لوٹتا ہے۔ اس

تلاش والے دو تین چھوٹے سینوں کے دوران منصور ملنگی کی شہنائی
سوپر امپور کیجئے۔ لیکن بہت آہستہ۔
(کٹ)

سین 11 ان ڈور
رات (منصور کا گھر)

(جانوں کی ماں انتظار کی تصویر بنی جھگی کے ستون کے ساتھ
لگی بیٹھی ہے۔ منصور نیچی پیڑھی پر بیٹھا شہنائی بجا رہا ہے۔ منظور آتا
ہے۔ منصور شہنائی بند کرتا ہے۔ ماں پر امید ہو کر منظور کی طرف
دیکھتی ہے۔)

منظور: سلام تائی' سلام تایا۔
منصور: جیتا رہ' خوش رہ۔
ماں: کچھ پتہ چلا جان محمد کا......
منظور: پتا تو نہیں ملا تائی...... پر میں بہت سارے لوگوں کو کہہ آیا ہوں۔ جب پتہ لگے گا مجھے خط پتر لکھ دیں گے۔
منصور: تو نے انجم صاحب کا پوچھا تھا ناں وہ...... ان کے پاس تھا۔
منظور: ان کے پاس بھی گیا تھا تایا...... وہ کہنے لگے...... بس بتایا ناں پتہ لگ جائے گا تو فکر نہ کر۔ انجم صاحب اسے لبھ لیں گے' وعدہ کیا ہے انہوں نے......
منصور: بڑا کرودھی شہر ہے جو جائے گھاؤ گھپ' جو اس بڑے دریا میں گھس گیا...... اسی کا پانی ہو گیا...... میں نے تو جان محمد سے کہا تھا...... جب اس نے پانچویں جماعت چھوڑی ناں. تو میں نے کہا تھا جانوں ڈھول نہ بجایا کر...... یہ چندرا ڈھول پیٹ کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ اس کا سارا اصلاح مشورہ پیٹ سے ہوتا ہے۔ شہنائی سیکھ ہر سُر سانس قلب سے نکلتا ہے...... ڈھول تجھے لالچی بنا دے گا۔ شہنائی رب سے ملا دے گی......

ماں: بس بس تو کبھی بولا نہیں منصور...... چپ رہ...... مجھے ڈر لگتا ہے......

منظور: تائی انجم صاحب بتا رہے تھے کہ وہ خود جان محمد کو ایک مہندی پر لے کر گئے تھے وہ ڈھول بجایا جانوں نے 'وہ ویلیں اکٹھی ہوئیں......

ماں: جنیدا رہے انجم صاب...... جوانیاں ہنڈائے وہ تو امریکہ بھیجنے لگا تھا میرے جان محمد کو۔

منصور: بتانا تھا ناں انجم صاحب کو ہم کی کمین ہی بھلے بابا...... وہ جان محمد کو شاہلا کوٹ بھیج دیں...... ہم بھی کیا بدنصیب ہیں۔ رضیہ گاؤں میں رہ کر پاس نہیں۔ ایسی مریم بی بی کے گئی ادھر کا راستہ ہی بھول گئی۔

منظور: بھیج دیں گے 'بھیج دیں گے' ایویں نہ مری جا تایا...... آجائے گا' آجائے گا...... لہور کی وکھریاں شاناں تایا...... کچھ دن گواچا رہے گا...... پھر آجائے گا خیر ہے...... موج میلا دیکھ لینے دیں جی بھر کر......

ماں: بہت ہو گیا موج میلا...... چودھرائن نے الگ ستار کھا ہے۔ پتا نہیں کیا ہو گیا ہے جان محمد کو' ایک نہیں سنتا میری......

منصور: کوئی خواب رچ بس گیا ہو گا اندر تجھے کیا پتا...... سُر اور سانپ کا کیا رشتہ ہے؟ سانپ کوئی کھڈ میں نہیں ہوتا...... وہ سُر کے اندر ہوتا ہے...... ہر ساز بجانے والا سانپ کو باہر نکالنا چاہتا ہے......

منظور: کیسا سانپ تایا؟

منصور: ......سازندہ بین بجائے یا شہنائی...... ستار بجائے کہ سرمنڈل...... کا کا سُر اس کے اندر اس وقت جاگتا ہے جب کوئی خواب سانپ بن کر اس کے اندر کنڈلی مار کر بیٹھ جاتا ہے...... پھر اس خواب کو اندر سے نکالنے کے مارے وہ ایک ہی ہتھیار استعمال کرتا ہے وہ ہے سُر...... پر جوں جوں سُر نکھرتا ہے...... سانپ بانبی سے نکلنے کے بجائے اندر گم ہوتا جاتا ہے۔

ماں: نہ بولی جا منصور نہ بولی جا...... مجھے ڈر لگتا ہے۔

منصور: جس بانبی کو چیونٹیاں چھوڑ جائیں تاں ان میں کبھی کبھی سانپ جا بستا ہے منظور...... ایسی بانبی کو سانپ کبھی چھوڑتا نہیں۔

ماں: ہیں ناں کھلا ہوا ہے...... بولی جا...... بولی جا...... خدا کا خوف نہ کریں۔

منظور: بس تو ذرا نہ تائی...... انجم صاحب کہتے تھے اگر کہیں تھانے مانے میں بھی ہوا...... کسی چوکی پولیس کا معاملہ ہوا تو بھی وہ تلاش کر لیں گے تو فکر نہ کر آیا کھڑا تیرا جان محمد......

ماں: در فٹے منہ...... کیا منہ سے نکالا ہے تو نے چوکی پولیس...... میرا جان محمد ڈھولیا ہے کوئی چور تو نہیں...... مر پرے۔

(کٹ)

سین 12 ان ڈور

رات (حویلی کا دالان)

(بہت ساری دیہاتی عورتیں جمع ہیں۔ لڑکیاں ڈھولک بجا رہی ہیں۔ سرفراز پیلے کپڑوں میں ملبوس بیٹھا ہے۔ دو چار قریبی رشتہ دار سرفراز کے ارد گرد ہیں۔ لڑکیاں گاتی ہیں۔ سلمان باہر سے آ کر سرفراز کو گیندے کا ہار پہناتا ہے۔ لڑکیاں گاتی ہیں مہندی تاں سجدی جد نچے منڈے دی ماں...... دو عورتیں چودھرائن کو پکڑ کر سامنے لاتی ہیں' گیت میں زور و شور آتا ہے۔ چودھرائن رابعہ ناچتی ہے۔ چودھری عبدالجبار مسکراتا ہے۔)

(کٹ)

سین 13 ان ڈور

رات (حویلی نازو)

(بالکل پچھلے سین کی طرح' لڑکیاں ڈھولک بجا رہی ہیں۔ شاداب بہن کے گرد بازو حمائل کر کے بیٹھا ہے۔ بہن کو اپنے ہاتھ سے

مٹھائی کھلاتا ہے۔ رضیہ ڈھولک کے ساتھ گاتی ہے......

لڑکیاں...... مہندی تاں سجدی ...... جدوں نچے کڑی دی ماں......

مہندی تاں سجدی...... لڑکیاں مریم کو گھیر کرلاتی ہیں۔ وہ ناچتی ہے۔)

(کٹ)

سین 14 آؤٹ ڈور

شام (پنڈال)

(سرفراز دولہا بنا بیٹھا ہے۔ کچھ مہمان آجا رہے ہیں۔ دودھ کے لیے گلاس اور مٹھائی سرو کی جا رہی ہے۔ لوگ بدھائی کے پیسے دے رہے ہیں۔ چودھری غفار ایک طرف سے سہرا خود پکڑتا ہے۔ دوسرا سرا سلمان پکڑتا ہے۔ سہرا باندھتے ہیں۔ مبارک مبارک کا شور بلند ہوتا ہے۔)

غفار: کاکا سلمان گھوڑا لے آ بیٹا' دیر ہوتی ہے' خیر سے اپنے بھتیجے چڑھا بھائی کو......

(کٹ)

سین 15 ان ڈور

وہی وقت (اصطبل......)

(سلمان پہلے گھوڑے کے گلے میں نوٹوں کا ہار ڈالتا ہے۔ پھر اسے باہر لاتا ہے۔ اس کے چہرے پر اداسی ہے۔ اصطبل کے باہر ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس پڑا ہے۔ وہ گھوڑے کو ایک کھونٹے کے پاس لاتا ہے۔ اسی کے پاس سوٹ کیس رکھا ہے۔ سلمان گھوڑے کو پیار کرتا ہے۔ ساتھ ساتھ بہت دھیمی آواز میں کہتا ہے۔)

سلمان: اگر میں تجھے بتا سکوں کہ میرے دل میں کیسی آگ لگی ہے تو...... تو یہیں کھڑا کھڑا بھسم ہو جائے...... پہاڑ بھی میرے دکھ کو سن کر ریزہ ریزہ ہو جائیں...... میں تو اسے بھی بتا نہیں سکا...... بتاتا بھی تو کیا بھلا...... ؟ سن میری بات سن رہا ہے ناں...... میرے بھائی سرفراز کو بتا دینا میری جان کہ سلمان چلا گیا ہے۔ آستین کا سانپ...... لیکن اب میں یہاں سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہوں...... سرفراز کو بتا دینا میں اس کا سوتیلا بھائی تھا...... ہم دونوں ہابیل قابیل کا نیا روپ ہیں...... کسی کے حق پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے بھائی نہیں ہوتے...... دیکھ تو مجھے معاف کر دے...... سرفراز کی طرف سے' اپنی مالکن کی طرف سے...... میں ان کی محبت کا جواب کس محبت سے دوں میرے پاس تو کچھ بھی نہیں...... ؟ خدا حافظ کہہ دے گا اسے ؟ (جلدی سے آستین پر آنسو پونچھتا ہے' پھر گھوڑے کو کھونٹے سے باندھتا ہے۔ سوٹ کیس اٹھاتا ہے اور چلنے لگتا ہے۔ گھوڑا ہنہناتا ہے۔ اب کیمرہ گھوڑے کے پوائنٹ آف ویو سے سلمان کو جاتا ہوا دکھاتا ہے۔ سلمان دور افق پر ایک نقطہ سا نظر آتا ہے۔ پھر کہیں سے اس کا ڈوگی راکی اس کے پاس آ جاتا ہے۔ وہ جھک کر اسے پیار کرتا ہے۔ دونوں چلنے لگتے ہیں۔ شہنائی کی آواز سوپر امپوز کیجئے۔

(کٹ)

سین 16 ان ڈور

رات (نازو اور اس کی سہیلیاں جن میں نرگس اور ثریا نمایاں ہیں)

(نازو کو تمام لڑکیاں دلہن بنانے میں مشغول ہیں۔ رضیہ شیشہ پکڑے کھڑی ہے۔)

نرگس: آج تو چودھری سرفراز کا کباڑا ہو جانا ہے۔

ثریا: ایکٹرس کو نیل جیسی نہیں لگ رہی ہماری نازو۔

سہیلی: ابھی تو جھومر ٹیکہ لگانا ہے' انگھی بچ جانی ہے۔

(مریم آتی ہے پاس آ کر نازو کا سر چومتی ہے)

مریم: کڑیو شاداب کہہ رہا ہے جلدی کرو...... سندیسہ آ گیا ہے' بارات وہاں سے چلنے ہی والی ہے۔

نرگس: ہم بھی خالہ جی تیار ہیں پوری...... دیکھی آپ نے نازو۔

مریم: نظر نہ لگے...... میری بیٹی تو لگتی ہی نہیں اکا چودھری عبدالغفار جیسا چن چڑھا ہے آج' اچھا بھئی جھیتی جھیتی کرو......

(اس وقت جمیل اپنا بستہ لٹکائے آ رہا ہے)

ثریا: کوئی منڈا شنڈا نہیں آ سکتا اندر...... باہر...... لفٹ رائٹ...... اباؤٹ ٹرن......

جمیل: میں نے جی...... ایک بات کرنی تھی باجی نازو سے۔

نرگس: ساری باتیں کل ہوں گی...... ساری باتیں چودھری سرفراز کی اجازت سے......

نازو: ادھر آ جاؤ جمیل کیا بات ہے......؟

جمیل: (پاس آ کر) وہ جی بات ہے اکیلے میں کرنی ہے میں نے...... جب سلمان بھائی ہسپتال میں تھے ناں...... تو سرفراز چودھری نے انہیں بھرا بتایا تھا ناں......

نازو: یہ کیا بات ہوئی......؟

جمیل: میں جی...... (چپ ہو جاتا ہے)

نازو: اڑیو...... ذری کی ذری باہر ہو جاؤ۔ میں اس کی بات سن لوں بے چارہ لمبے بخار سے اٹھا ہے۔

نرگس: بخار اس کے دماغ کو چڑھ گیا ہے۔

(سب بولتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔)

جمیل: جس روز مجھے سرسام ہوا ہے ناں باجی نازو' جب سلمان بھائی ٹکڑے ہو کر لاہور جانے لگے تھے۔

نازو: یہ تو بہت پرانی بات ہے جمیل۔

جمیل: انہوں نے مجھے خط دیا تھا۔

(گھبرا کر)

جمیل: وہ جی پھر انہوں نے وہ خط پھاڑ کر پھینک دیا......

نازو: (دکھ سے) یہ تم نے کیا کیا سلمان......

جمیل: پھر جی وہ ٹکڑے میں نے اٹھا لیے جی ایک پر لکھا تھا...... میں قیامت تک تمہارا انتظار کروں گا...... ابھی...... ابھی مجھے سلمان بھائی شاہالا کوٹ والی سڑک پر ملے تھے...... شہر جاتے ہوئے۔

نازو: نہر والی سڑک پر......؟

جمیل: ہاں جی...... کہنے لگے جمیل...... تو شادی پر ضرور جانا۔

(اب تصویر سے آواز غائب ہو جاتی ہے اور یہ دونوں باتیں کرتے ہیں۔ جمیل جیسے کچھ انکار کر رہا ہے کہ اسے معلوم نہیں......اور نازو پوچھتی ہے کہاں......؟ کہاں......؟)

(کٹ)

سین 17 آؤٹ ڈور

رات (شادی کا پنڈال)

(سرفراز سہرہ لگائے بیٹھا ہے' باراتی گویا چلنے کو تیار کھڑے ہیں۔)

جبار: اوئے یہ سلمان کہاں گیا...... گھوڑا نہیں لایا ابھی تک...... بر آمد کرو...... پہلے ہی بڑی دیر ہو گئی ہے۔

(سرفراز اٹھتا ہے اور اندر کی طرف چلتا ہے۔)

جبار: اوئے سرفراز......کاکا کدھر؟ تو بیٹھ...... کسی کو بھیجو بھئی...... بیٹھ جا سرفراز......

(کٹ)

سین 18 — آؤٹ ڈور
رات — (شاہلا کوٹ کی نہر کا راستہ)

(اس وقت سلمان اور کتا جا رہے ہیں۔ سامنے سے دلاور آ رہا ہے۔ وہ روک کر سلمان سے کچھ کہتا ہے۔ سلمان حیرانی سے اسے دیکھتا ہے۔ پھر دلاور جیب سے ایک خط نکال کر دکھاتا ہے۔)

دلاور: یہی خط ہے ناں ...... یہ مت سمجھو چودھری کی حویلی میں رہنے لگے ہو تو چودھری ہی بن گئے کا کاجی ...... ہمیں دیکھو اور سلام نہ کرو ...... ہم نے وڈے وڈے کی ککھر اتار دی ......

سلمان: میرا خط مجھے دے دو ......

دلاور: کیسا خط ...... ؟ کس کا خط' پہلے سلام کرو ...... ہونا ماسٹر کا منڈا اور کرنی چوذھراہٹیں۔

(سلمان آگے بڑھ کر خط چھیننا چاہتا ہے۔ دلاور اس کے منہ پر مکا مارتا ہے۔ سلمان گرتا ہے۔ دلاور کو کتا بھونکتا ہے۔ وہ اسے ٹھڈا مارتا ہے۔

(کٹ)

سین 19 — ان ڈور
رات — (سرفراز کا کمرہ)

(کمرہ خالی ہے۔ سرفراز سہرے کو اٹھاتا داخل ہوتا ہے۔ آوازیں دیتا ہے۔ سلمان ...... ؟ سلمان بھائی! اب اس کی نظر دلاور پر پڑتی ہے۔ وہ معتبر کرسی پر بیٹھا ہے)

دلاور: وہ تمہارا سلمان تو بھاگ گیا۔

سرفراز: بھاگ گیا...... کیا مطلب؟

دلاور: چور میں دلیری نہیں ہوتی چودھری...... ذرا سا ریکارو...... تو بھاگ جاتا ہے وقوعہ سے......

سرفراز: سلمان...... اور چور......

دلاور: میں آپ کے پاس چودھری جی پہلے بھی آیا تھا' ہم خبردار کر دیتے ہیں' پر آپ نے بات نہ سنی میری...... ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے...... پر آپ سمجھے شاید دلاور کا کوئی اپنا لوبھ ہے۔

سرفراز: کیا بک رہے ہو......؟

دلاور: آکڑ اتنی مجھے سلام ہی نہیں کیا شہدے نیں...... لے دے کے ماسٹر کا پتر...... جب آپ کی پگڑی اچھالنی تھی ناں شاہالا کوٹ میں...... تب بلے بلے ہوئی تھی......

سرفراز: تم سیدھی بات کرو دلاور......

دلاور: میں نے ان دونوں کو حویلی میں بھی اکٹھے دیکھا تھا...... دیواریں' کھڑکیاں ناچے پھرتے تھے' شغل میلہ لگا رکھا تھا بڑا......

سرفراز: کس کو...... کس کو دیکھا تھا؟

دلاور: نازو بی بی اور سلمان کو...... اور کس کو؟

(دلاور کو زور سے تھپڑ مارتا ہے۔ دلاور جلدی سے جیب سے خط نکال کر اسے پیش کرتا ہے۔)

دلاور: تھپڑ کی کوئی بات نہیں چودھری جی...... ہمارا پیشہ ہی ایسا ہے کبھی مار لیا کبھی مار کھالی...... پر تمہارا اور طرح کا ویار ہے اونچے شملے پر ذرا سی مٹی لگ جائے تو عزت باقی نہیں رہتی......

(سرفراز خط پڑھتا ہے' کیمرہ اسے کلوز میں لیتا ہے۔)

(کٹ)

سین 20 ان ڈور

رات (نہر کے ساتھ والی پٹڑی)

(سلمان اور کتا جا رہے ہیں۔ دور سے نازو کی آواز فیڈ ان ہوتی ہے سلمان...... سلمان پھر Echo میں سلمان کی آواز آتی ہے...... سلمان رکتا ہے اور سننے کی کوشش کرتا ہے...... پھر دور سے نازو بھاگتی نظر آتی ہے...... گھوڑے کے سرپٹ بھاگنے کی آواز آتی ہے......اب یہ تینوں شاہلا کوٹ کی پٹڑی پر ہیں...... آگے سلمان' پھر نازو بھاگتی ہوئی وہ سلمان' سلمان پکار رہی ہے' پھر سرفراز سر پر سہرہ لگائے گھوڑا سرپٹ دوڑاتا آتا ہے۔ وہ سلمان کو کچھ فاصلے سے Range میں لے کر شوٹ کرتا ہے۔ سلمان ڈھیر ہوتا ہے۔ نازو دم بخود کھڑی ہے لمبی چیخ مارتی ہے۔ سرفراز اسے دھبا بھر کر گھوڑے پر اٹھاتا ہے اور لوٹتا ہے۔ کتا سلمان کی لاش کے پاس منڈلاتا ہے۔ کیمرہ ان دونوں کو کلوز میں رکھ کر سامنے جاتا ہے۔ سنگ میل پر لکھا ہے شاہلا کوٹ...... گھوڑے کے بھاگنے کی آواز...... نازو کی چیخیں سنائی دیتی ہیں...... آخر میں کتا لاش کے پاس دکھاتے ہیں۔)

(کٹ)

شاہلاکوٹ (11)

کردار

چودھری عبدالجبار
چودھری سرفراز
تھانیدار
دلاور
ماسٹر موسیٰ
ڈاکیہ
ابویعقوب کتانی
عبدالرحمٰن
2 مرد
ایک بوڑھا
ایک ادھیڑ عمر
ماسٹر مستقیم
افسوس کرنے والے مرد
کچھ بچے

نازو
چودھرائن مریم
چودھرائن رابعہ
عورت

سین 1 | آؤٹ ڈور
رات کا وقت | (شادی کا پنڈال)

(پنڈال میں مہمان جمع ہیں۔ خوب ڈھول تاشے بج رہے ہیں۔ "ویر میرا گھوڑی چڑھیا" دھن بج رہی ہے۔ چودھری گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑا ہے...... اندر سے نازو دلہن بنی شاداب کے سہارے آتی ہے۔ مہمان باراتی سرفراز کو گھوڑے پر سوار کراتے ہیں۔ عورتیں نازو کو ڈولی میں سوار کراتی ہیں۔ شاداب اور مریم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ سرفراز چودھری گھوڑے پر آگے روانہ ہوتا ہے۔ پیچھے ڈولی جاتی ہے۔ پنڈال کے خالی ہونے پر حویلی کی دہلیز کی طرف کیمرہ بڑھتا ہے۔ منصور منگی بیٹھا شہنائی بجاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 2 | آؤٹ ڈور
دن چڑھے | (سکول کا احاطہ)

(سکول کے احاطے میں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ درمیان میں مردے کو دفنانے والی چارپائی خالی پڑی ہے۔ اس پر کچھ باقی ماندہ پھول اور ایک کالی چادر بھی کچھا کچھا پڑی ہے۔ پتہ چلے کہ سلمان کو دفنا کر آچکے ہیں۔ ماسٹر موسیٰ بلیک بورڈ والے درخت کے تنے سے سر لگائے گم سم بیٹھا ہے۔ کچھ فاصلے پر سکول کے بچے بیٹھے قرآن پڑھنے میں مشغول ہیں۔ ایک طرف معزز دیہاتی بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے گٹھلیاں ہیں' کچھ پڑھنے میں مشغول ہیں۔ کچھ ایسے ہی افسردہ صورت لاتعلق بیٹھے ہیں۔ کیمرہ فاصلے سے دکھاتا ہے کہ تین چار دیہاتی جن میں دو جوان ہیں ایک ادھیڑ عمر اور چوتھا بوڑھا چلتے ہوئے آتے ہیں۔ سارا منظر ان

کے آنے سے رجسٹر کرایا جاتا ہے۔ جب ماسٹر موسیٰ کوئی دس بارہ قدم
دور رہ جاتا ہے تو ادھیڑ عمر کا آدمی اونچی آواز میں کہتا ہے۔)

ادھیڑ عمر: حق ہو یا......
(باقی تینوں بھی کہتے ہیں)

تینوں: حق ہو یا......
(ماسٹر موسیٰ کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں...... لیکن وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے)

موسیٰ: (روتے ہوئے) حق ہو یا...... مولا حق ہو یا......
(جس وقت موسیٰ ہاتھ اٹھاتا ہے' وہ اوپر دیکھتا ہے' کیمرہ آسمان کی جانب جاتا ہے' آسمان میں اکیلی چیل اڑ رہی ہے۔)

ڈزالو

سین 3 ان ڈور
دن (سرفراز کا کمرہ)

(اس وقت نازو نے گوٹے کناری سے لدے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ پاس ہی رابعہ پلنگ پر بیٹھی ہے۔ درمیان میں کھانے کا طشت ہے۔ سرفراز بھی نازو کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ دونوں گم سم ہیں۔ ماں پہلے ایک نوالہ نازو کے منہ میں ڈالتی ہے پھر سرفراز کے منہ میں اس کا چہرہ کھلا ہوا ہے۔)

(کٹ)

سین 4 ان ڈور
دن (چودھری جبار کا کمرہ)

(ایک جانب دیوار پر بندوقیں سجائی ہوئی ہیں۔ کیمرہ آہستہ

آہستہ ان ہتھیاروں کو دکھاتا ہوا بیک کرتا ہے۔ کمرے میں چودھری
جبار اور سرفراز کے علاوہ کوئی نہیں۔ سرفراز اسی لباس میں ہے' جس
میں اس کی شادی ہوئی تھی' جس میں اس نے قتل کیا تھا اور جس میں
وہ ڈولی لایا تھا۔)

جبار: آج تک...... پچھلے پندرہ سال میں ایسی کوئی واردات نہیں ہوئی...... سارے
فیصلے ہمارے گھرنے کیے ہیں سرفراز ہمیشہ۔ شابلا کوٹ ہمارا ہے۔

سرفراز: مجھے معلوم ہے ابا...... میں جانتا ہوں۔

چودھری: جب تیرا چاچا لاپتہ ہوا' سرفراز تو لوگوں نے مجھے بڑا اکسایا کہ میں پولیس کی مدد
لوں' سرکار کے دربارے چڑھ کر اس کے لیے انصاف مانگوں...... لیکن میں نے
سب میں یہی مشہور کیا کہ وہ ایک ناچنے والی کے ساتھ چلا گیا...... میں انصاف
مانگنے کہیں نہیں گیا سرفراز۔

سرفراز: تو...... تو کیا ایسا نہیں تھا ابا۔

چودھری: نہیں...... ایسا نہیں تھا...... ایسا نہیں تھا...... ایسا نہیں تھا......

سرفراز: تو پھر کیا تھا ابا؟

چودھری: لاہور میں جب سٹیڈیم میں نیزہ بازی کا مقابلہ ہوا' کچھ کھپ پڑ گئی تھی' کھلاڑیوں
میں...... ایک کھلاڑی کی لاگت بازی ہو گئی تھی' تیرے چاچے عبدالغفار کے
ساتھ......

سرفراز: پھر......؟

جبار: وہیں...... بالکل اسی جگہ جہاں سلمان گیا' وہیں تیرے چاچے کو آدھی رات کے
وقت ایک اجنبی نیزہ باز نے قتل کر دیا...... وہ جگہ خون مانگتی ہے سرفراز......

سرفراز: پھر ابا پھر......؟

جبار: پھر تیرے چاچے کو چوری چوری میں نے دفنا دیا۔ اور کہانی پھیلا دی گاؤں
میں......

سرفراز: کیوں ابا کیوں......؟ تو نے سچ کو کیوں چھپایا...... تو نے سچی گواہی کیوں نہ دی
تھانے میں جا کر...... تو نے قتل چھپایا' ابا اپنے بھائی کا!

جبار: بس میرے لیے مشکل ہو گیا تھا کاکا...... نیزے باز کا بوڑھا باپ دوسرے دن میرے پاس آ گیا۔ اس نے رسول کا واسطہ دے کر مجھ سے معافی مانگی تھی...... میں بھلا کیسے انکار کر سکتا تھا...... واسطہ ہی ایسا تھا!

سرفراز: لیکن میں...... تیری باتوں میں نہیں آ سکتا۔ میں ابھی تھانے جا کر اپنا آپ قانون کے حوالے کروں گا ابا...... میں اس اذیت سے نکلنا چاہتا ہوں۔

جبار: تیرا کیا خیال ہے وہ واپس آ جائے گا ماسٹر کا بیٹا...... اگر ماسٹر کے گھر کا چراغ گل ہو گیا ہے تو کیا ضروری ہے کہ تاجو کا سہاگ بھی اجڑ جائے...... تیری ماں بھی بے موت مر جائے...... میں اپنی باقی حیاتی موت کے انتظار میں کاٹ دوں...... ؟ بتا......

سرفراز: ابا سچی گواہی چھپانا گناہ ہے۔

جبار: اور کسی معصوم کو مار ڈالنا...... اس وقت کیوں دماغ سے کام نہ لیا سوہنے سرفراز......

سرفراز: تو نے چاچے کے قتل کو چھپا کر اچھا نہیں کیا ابا...... تو نے رحمدلی تو ضرور دکھائی لیکن انصاف کا راستہ روک لیا...... یہ ٹھیک نہیں ہے ابا...... انصاف افضل ہے رحمدلی سے......

چودھری: تو ٹھیک کہتا ہے سرفراز لیکن میں اتنا طاقتور اور بہادر نہیں ہوں جتنا تو سمجھتا ہے' انصاف بہادر لوگوں کا وتیرہ ہے...... ایسے لوگ انصاف کر سکتے ہیں جو اپنے پیار کو صندوق میں بند کر سکتے ہوں...... مجھ جیسے کمزور بے چارے لوگوں کو انصاف سے کیا لینا...... میں رحمدل ہی اچھا......

سرفراز: مجھے...... اجازت دے ابا عبدالجبار میں تیرے ہاتھ جوڑتا ہوں...... میں اس احساس جرم میں ویسے بھی زندہ نہ بچوں گا۔ مجھے چلا چلا کر کہنے دے ابا۔ میں سلمان کا قاتل ہوں...... گاؤں والوں سے...... تھانے والوں سے...... میں نے سلمان کو رات کے وقت (دیوار کی طرف اشارہ کر کے) اس پستول سے مارا تھا...... میں نے۔

(چودھری یکدم اس کے پیروں پر گر جاتا ہے)

چودھری: تجھے واسطہ تیری ماں کا...... تیرے دادا کا...... چودھری عبدالغفار کا واسطہ...... آج کے بعد تیرے منہ سے کچھ نہ نکلے...... تجھے واسطہ اپنے باپ کا...... اس راز

کو اپنے تک رکھ...... میرے پاس کوئی دوسرا سرفراز نہیں ہے۔

(کٹ)

سین 5 ان ڈور
دن کا وقت (تھانہ)

(تھانے میں تھانیدار بیٹھا ہے۔ قریب ہی دلاور کھڑا ہے۔
چودھری عبدالجبار کرسی پر یاس کی تصویر بنا بیٹھا ہے۔)

تھانیدار: چودھری جی...... آپ فکر نہ کریں بالکل لئو جی ملک محمود بٹر کے ہوتے ہوئے تفتیش مکمل نہ ہو...... ہم نے موچنے سے سانپ کی بانبی میں سے ملزم کو پکڑ لانا ہے۔ ہیں جی...... شاہلا کوٹ میں قتل کی وادات! شاہلا کوٹ میں بندہ مارا گیا وہ بھی نہر کنارے آپ دیکھتے جائیں ہم کس کس کو تونی لگاتے ہیں سرکار۔

چودھری: ناں ناں ملک محمود بٹر...... کسی کو تونی نہیں لگانی...... کسی کی مشکیں نہیں کسنی...... کسی کو لمبے ڈال کر چھترول نہیں کرنی۔

تھانیدار: لیس جی چودھری عبدالجبار کے علاقے میں ایسی واردات' میں نے تو لہو پی جانا ہے قاتل کا...... سمجھا کیا ہے اس نے......

چودھری: بس تو نے کسی کا لہو نہیں پینا...... ہم نے...... تجھے اچھی طرح پتہ ہے شاہلا کوٹ کا قانون چودھری عبدالغفار کا قانون ہے۔

تھانیدار: وہ تو ہے جی...... پر چودھری جی......

چودھری: ہم قاتل ڈھونڈ کر دیں گے' ہم تفتیش کریں گے...... ہم قانون کے ہاتھ میں ملزم دیں گے...... ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں...... تم ایویں ٹانگ پھنسانے نہ بیٹھ جانا کہیں...... کچھ کرنا ہوگا تو چودھری عبدالغفار کرے گا۔

تھانیدار: لیکن چودھری جی...... ہمارا فرض ہے عوام کی جان و مال کی حفاظت کرنا...... ہم کو سرکار اسی بات کی تنخواہ دیتی ہے۔ یہ ہماری ڈیوٹی ہے عالی جاہ......

دلاور: بالکل جی...... ورنہ ہمارا کیا کام تھانے میں......

چودھری: تم چپ کرو دلاور...... شابلا کوٹ کی ساری زمین یا تو بھائی عبدالغفار کی ہے یا میری...... یہاں جو کچھ ہوتا ہے' اس کے ضامن ہم ہیں۔ مالک ہیں ہم......

تھانے: وہ تو آپ ہیں جی...... لیکن......

چودھری: شاداب ملک سپلائی کے Carrier کی چوری ہوئی' ہم نے کھوج لگائی۔ جتنے کے گھر سیندھ لگا کر چور آئے' ہم نے گلابی شاہ کو پکڑوایا...... جلال دین کی بیٹی اغوا ہوئی' ہم نے بیٹی واپس دلائی' ہم اس کا کبھی کھرا ناپتے تھے' کبھی نوہ میں رقم خرچ کرتے تھے' جب آج تک انصاف کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا' تو پھر اب ہم کہاں چھوڑیں گے' صرف ملک محمود بٹر تم کارروائیاں نہ کرنے لگ جانا......

تھانے: نہیں چودھری جی' آپ جانیں آپ کا کام جانے...... ویسے بھی عینی شہادت ابھی تک کوئی نہیں ملی۔

چودھری: میں پھر آؤں گا...... لیکن تم......

(چودھری اٹھتا ہے...... پھر جیب سے نوٹوں کی پوٹلی نکال کر میز پر رکھتا ہے۔)

چودھری: کاکے سرفراز کی خوشی میں...... مٹھائی وٹھائی سب کو...... شتابیاں نہ کرنے لگ جانا ملک محمود بٹر...... میری اجازت کے بغیر کچھ نہیں......

تھانے: آپ بے فکر رہیں جی......

(چودھری جاتا ہے...... دلاور جھک کر تھانے دار کے کان میں کچھ کہتا ہے۔)

(کٹ)

سین 6 ان ڈور

رات (سرفراز کا کمرہ)

(سرفراز پلنگ پر دراز ہے۔ اندر سے نازو آتی ہے۔ وہ بہت

چپ چاپ نظر آتی ہے۔ سرفراز کے پاس آکر بیٹھتی ہے۔ وہ یکدم اٹھ کر صوفے پر جا بیٹھتا ہے۔)

نازو: کیا میری محبت پر اعتبار نہیں آیا؟

سرفراز: آیا ہے......

نازو: پھر آپ اٹھ کیوں گئے؟

سرفراز: بس ایسے ہی...... کوئی خاص وجہ نہیں۔

(نازو پاس آکر صوفے پر بیٹھتی ہے۔)

سرفراز: (ذرا سا پرے ہو کر) بس ہم ساتھ ساتھ رہیں گے...... شور نہیں مچائیں گے لیکن......

نازو: تمہارا دل میری طرف سے صاف نہیں ہوا؟

سرفراز: صاف ہی صاف ہے نازو...... میں تمہارے ہاتھوں اتنا مجبور رہا ہوں کہ مجھے یہ سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملی کہ میرا دل صاف ہے کہ نہیں...... میرے سامنے لوگاؤں کی ساری ضیاریں ہاتھ پر دل رکھ کر پھرتی تھیں...... یہ مت سمجھنا نازو کہ ایک تم ہی ایسی تھیں...... ہاں صرف تم ہی تھیں جو مجھے برباد کر سکتی تھیں......

(سر کو ہاتھوں میں پکڑتا ہے۔ نازو محبت سے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتی ہے۔ سرفراز ذرا سا پرے ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔)

نازو: ٹھیک کہتے ہو...... میں دنیا میں صرف توڑنے، برباد کرنے کے لیے آئی ہوں...... جس چیز کو چھولوں وہ جل جائے...... سرفراز سچ مجھے معلوم نہیں میں کیا ہوں...... مجھ میں میرے باپ کی روح ہے۔ کچھ ڈھونڈتی رہتی ہے آوارہ...... لمحے میں فیصلہ کرنے والی پھر پلٹ جانے والی...... (ہاتھ جوڑ کر......) مجھے معاف کر دو سرفراز......

سرفراز: معاف تو تم مجھے کرو...... جس نے تمہاری ساری خوشی برباد کر دی...... تم سے وہ سب کچھ چھین لیا، جس کی تمہاری روح کو تلاش تھی۔

نازو: یہ سچ نہیں ہے سرفراز...... میرے باپ کو میری ماں سے محبت تھی...... پھر بھی...... پھر بھی وہ چلا گیا...... اس وقت میں نے تمہاری خوشی کا خیال نہ

کیا...... صرف مجھے اپنا خیال رہا۔

(نازو اس کے پیچھے آ کر اپنا چہرہ اس کی پشت سے لگاتی ہے' اس کے آنسو رواں ہیں۔)

نازو: مجھے معاف کر دو' چودھری مجھے معاف کر دو......

سرفراز: (اس کی آنکھوں میں بھی آنسو ہیں۔)

سرفراز: کس سے معافی مانگ رہی ہو نازو...... میں جو قانون کی نگاہ میں اتنا بڑا ملزم ہوں...... میں جو تمہارے اندر والی نازو کا اتنا بڑا دشمن ہوں...... کس سے معافی......؟ اپنی خوشیوں کے قاتل سے؟

(اسے الگ کر کے جلدی سے باہر جاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 7	آؤٹ ڈور
دن کا وقت	(سکول کا احاطہ)

(سکول کا احاطہ کافی بڑا ہے۔ دور کچھ لڑکے ماسٹر مقیم سے پڑھتے نظر آتے ہیں۔ وہ ٹسکوں پر بیٹھے ہیں اور ماسٹر مستقیم بلیک بورڈ پر حساب کے سوال حل کرتا ہے' لیکن یہ پس منظر اتنا دور ہے کہ بالکل ڈسٹرب نہیں کرتا۔ صرف ماحول کو قائم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ پیش منظر میں ماسٹر موسیٰ ایک چارپائی پر بیٹھا ہے۔ وہ شکستگی کی تصویر ہے۔ اس کے سامنے چارپائی پر دو مرد اور ایک سیانی عورت بیٹھے ہیں۔ سب اسی حادثے کے باعث افسردہ ہیں۔)

عورت: چاچاجی...... ہمیں تو اطلاع ہی دیر سے ملی...... جنازے میں ہم ضرور شامل ہوتے جی......

موسیٰ: بے ناکملی...... میرا اسلمان کے بغیر کون سا سگا تھا جو اطلاعیں دیتا پھرتا' مجھے تو اپنی

ہوش نہ تب تھی نہ اب ہے......

مرد1: پہلی بس پکڑی ہے ملتان سے اور حاضر ہو گئے ہیں ماما جی......

موسیٰ: اچھا کیا' اچھا کیا...... اچھا کیا' حاضر نہ ہوتے تو کیا میں گرفتار کر لیتا' کچھ نہ کر سکتا کچھ نہ کرتا' اچھا کیا' اچھا کیا......

موسیٰ: ادھر چودھری سرفراز نے گھوڑی چڑھنا تھا...... ادھر پتہ نہیں کیوں سلمان کا کتا راکی بار بار مجھے کھینچ کر باہر لے جاتا تھا۔

عورت: وہ جو بندھا ہوا ہے یہ کتا چاچا جی......

موسیٰ: ہاں جی...... یہی...... بس اس کو تلاش کرنے نہر کی پٹڑی پر گیا...... اب جو......
میں وہاں پہنچا تو گھپ اندھیرا...... پھر میرے کانوں میں فائر کی آواز آئی......
میں آواز کی طرف بھاگا...... اس وقت شادی کی خوشی میں آتش بازیاں شروع ہوئیں تو چانن ہو گیا......

عورت: امیر لوگوں کی شادی تھی چاچا جی' آتش بازی تو چلنی ہی تھی......

مرد2: چپ نہیں رہ سکتی دو گھڑی......؟

عورت: لو میں کوئی بولی ہوں...... مجھے تو آپی بڑا صدمہ ہے' بھرا سلمان کا...... مجھ سے کوئی بولا جاتا ہے...... اویں......

مرد2: ہاں تو پھر ماما جی......؟ پھر......

موسیٰ: لو بچڑا پھر کیا...... ادھر آسمان میں آتش بازی چلی ہے' آسمان لالو لال ہوا' ادھر میرے سلمان کے گولی لگی میرا اندر خونو خون ہو گیا...... کتنا دور تک بھاگتا گیا' گھڑ سوار کے پیچھے' پر کیا کر سکتا تھا قاتل کا...... واپس آ کر سلمان کے سرہانے رونے لگا......

مرد2: آپ نے سیان لیا...... قاتل کو۔

عورت: جی چاچا جی......

موسیٰ: ہاں سیان لیا' پہچان لیا......

مرد1: پھر تھانے میں رپورٹ کی......

موسیٰ: نہیں نہیں تھانے رپورٹ نہیں کی کر دوں گا تو کیا سلمان واپس آ جائے گا۔

کچھ نہیں ہوتا رپورٹوں سے ہو بھی نہیں سکتا۔ رپورٹ کاغذی ہوتی ہے ہمارا
اصلی ہوتا ہے کاغذ ڈوبے ہوئے کو تار نہیں سکتا۔

(کٹ)

سین — ان ڈور

دن — (سرفراز کی حویلی)

(شاداب اور بجو بیٹھے ہوئے۔ شاداب بہت خوش اور
Matter of fact ہے۔)

شاداب: اڑا کے رکھ دیا ہے ہسپتال والوں نے ۔۔۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ چھٹی کچھ لمبی ہو جائے ۔۔۔ لیکن وہ لوگ مانتے تھوڑی ہیں۔

بجو: شاداب بھائی آپ ۔۔۔ مجھے کچھ دیر کے لیے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے، ہاں؟

شاداب: (ہنس کر) تیری ذہنیت سے ایک رنگ وکھری کی ساتھ لے جاؤں ۔۔۔ وہاں جا کر بھی سوں سوں کرتا ہے بے وقوف ۔۔۔

بجو: نہیں جی ۔۔۔ میں سوچتی تھی ۔۔۔ شاداب تک ہسپتال کا بڑا بوجھ رہا ہے مجھ پر، کچھ دیر کے لیے آپ کے ساتھ چلی جاتی ۔۔۔

شاداب: Break لینا چاہتی ہے ۔۔۔ ؟ ہیں ۔۔۔ سفید لوگوں کی طرح ۔۔۔ ؟
پاگل ہے تو ۔۔۔ ہمیشہ الگ رہتے ۔۔۔ الگ بات ۔۔۔ لڑکیوں کو تو اس وقت سجنے سجانے سے فرصت نہیں ہوتی ۔۔۔ جیسوں وکھری لڑکی ؟ ہے جی۔
(سرفراز آتا ہے تو وہ بھی غائب حاضر ہے۔ بجو اٹھتی ہے جیسے گھبرا گئی ہو۔)

سرفراز: (خوش دلی استعمال کرتے ہوئے) آپ کب آئے بھائی شاداب ۔۔۔ مجھے کسی نے کچھ بتایا نہیں ۔۔۔

شاداب: ہمارا کیا آنا اور کیا جانا ۔۔۔ ؟ خدا حافظ کہنے آیا تھا۔

سرفراز: کوئی چائے پانی ۔۔۔ بجو بھی کیا سوچتا ہے ۔۔۔ شاداب بھائی کی خاطر تواضع ؟

بجو: ابھی لائی جی ۔۔۔

(جلدی سے جاتی ہے)

شاداب: سارے کام ہسپتال کے ٹھیک ہیں صرف ڈسپلن زیادہ ہے..... ذرا زیادہ..... بس میں سب کچھ سیکھ سکتا ہوں' گھڑی نہیں بن سکتا' ہر وقت کر سید ھی نہیں رکھ سکتا۔

سرفراز: واپس آجاؤ شاداب بھائی..... اتنی زمین ہے..... شاداب ملک سپلائی انتظار کر رہی ہے..... اب چاچی جی کو بھی رونق کی ضرورت ہوگی.....

شاداب: ذرا شادی کا شوق اتر جانے دو' آپی نازو سنبھالے گی.....

سرفراز: وہ تو اب تک اتر ہی گیا ہوگا' شاداب بھائی آجائیں واپس..... آجائیں' یہاں بڑا سا ہسپتال بنائیں' اپنے شاہلا کوٹ میں۔

شاداب: یہاں کیا آؤں گا میں..... اتنا لائق فائق انجینئر مارا گیا..... ابھی تک رپورٹ نہیں ہوئی تھانے میں..... پتہ نہیں قاتل کون ہے..... ایسی لاقانونیت میں کون لوٹے گا' اپنی خوشی سے یہ کوئی ملک ہے..... کوئی جگہ ہے رہنے کی۔

(نازو بڑے سے ٹرے میں پھل' دودھ' مٹھائی لاتی ہے۔)

شاداب: یہ بے وقوف مجھے کہہ رہی تھی کہ کچھ دیر کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔

(سرفراز کے چہرے پر سختی آتی ہے۔)

سرفراز: تو لے جائیں ناں شاداب بھائی..... میری طرف سے پوری اجازت ہے..... یہ اب آزاد رہ کر ہی خوش رہ سکتی ہے۔

(کٹ)

سین 9	ان ڈور
رات (گہری)	ماسٹر موسیٰ کا کمرہ

(ماسٹر موسیٰ جائے نماز پر بیٹھا ہے۔ اس کا چہرہ غم سے نیم پاگل نظر آتا ہے۔ سامنے چودھری عبدالجبار ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہے۔ راجہ چودھرائن فرش پر بیٹھی ہے اور اس نے دوپٹہ ہاتھوں میں پھیلا رکھا ہے۔)

موسیٰ: آپ دونوں مجھے شرمندہ نہ کریں۔ چودھری جی...... میں بے بس ہوں۔

عبدالجبار: ہم دونوں آپ کے پاؤں پڑتے ہیں' ہم غلام ہیں آپ کے' جو سزا آپ ہم دونوں کو دیں' ہمیں قبول ہے ماسٹر جی...... قبول ہے......

رابعہ: بالکل قبول ہے۔

جبار: میں اپنی ساری زمینیں آپ کے نام لکھ دوں گا ماسٹر جی...... ہم سرفراز کو لے کر کہیں نکل جائیں گے...... میں مزدوری کر لوں گا ماسٹر جی۔

رابعہ: میرا سارا زیور حاضر ہے ماسٹر جی......

موسیٰ: جو وعدہ میں نے آپ سے کیا ہے چودھری جی میں اس پر قائم رہوں گا...... میں کسی تھانے میں...... کسی سرکارے دربارے کوئی رپٹ درج نہیں کرواؤں گا...... کوئی ایف آئی آر...... نہیں لکھواؤں گا' آپ کے بیٹے کے خلاف کسی سے ذکر نہیں کروں گا لیکن......

جبار: لیکن......

موسیٰ: جس طرح تو میرے پاس آیا ہے چودھری بھیک مانگنے...... ایسے ہی میں بھی اوپر والے کی طرف تکتا رہوں گا...... میں بھی باپ ہوں چودھری جبار میں بھی مجبور ہوں...... میں بدلہ نہیں لے سکتا...... لیکن اوپر والے کو اطلاع تو دے سکتا ہوں...... ایف آئی آر تو لکھوا سکتا ہوں اوپر......

جبار: یا میرے مولا...... تجھے رب رسول کا واسطہ......

موسیٰ: رک جا چودھری...... چپ ہو جا' مجھے بلیک میل نہ کر' بڑے ناموں کے ساتھ...... مجھے گستاخی پر نہ اکسا...... تیرے ساتھ تیری دولت ہے تیرا بیٹا ہے' رب رسولؐ کو تو میری طرف داری کرنے دے...... کوئی طاقت تو میرا کس بل بھی بنے ناں...... تو چاہتا ہے یہاں وہاں سب تیرا ہی ہو اوپر نیچے تو ہی راج کرے۔

جبار: تو جانتا نہیں میں کتنا مجبور ہوں؟

موسیٰ: اور کیا تو جانتا ہے کہ میں کتنا مجبور ہوں؟

(کٹ)

سین 10 ان ڈور

دن کا وقت (یعقوب کتانی کا حجرہ)

(یعقوب کتانی کے سامنے ایک چینی اور ایک امریکن سائنس دان بیٹھے ہیں۔ ایک مقامی سائنس دان جو پروفیسر صورت ہے اور ان کی Interpretation کر رہا ہے' بیٹھا ہے کتانی صاحب کا عبدالرحمٰن ایک دری میں بستر باندھ رہا ہے۔)

پروفیسر: ہمیں معلوم ہے حضرت کہ ہم لوگ بے وقت آئے ہیں۔ آپ کو سفر پر جانا ہے' لیکن ان دونوں کو آپ سے بہت ضروری ملنا ہے۔

یعقوب: ارشاد؟

پروفیسر: یہ دونوں سائنس دان کلوننگ پر کام کر رہے ہیں یا حضرت اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ جب سائنس دان اتنا بااختیار ہو گا کہ ایک انسان جیسا دوسرا Indentical انسان بنا سکے تو کیا...... ان دونوں انسانوں میں بدی اور نیکی کا ایک سا معیار ہو گا' کیا جڑواں بچوں کی طرح ان کے ردعمل ایک سے ہوں گے۔

یعقوب: بھائی میں نہ تو عالم ہوں نہ ہی جینٹک انجینئر...... کچھ ادھر ادھر سے علم والوں کی باتیں کان میں پڑ گئی ہیں...... میرا خیال ہے کہ انسان مادے سے مادہ تخلیق کر سکتا ہے' لیکن جاندار جب بھی بنائے گا ایک جان بے روح ہو گی' جب سائنس دان ایک سے دو بچے بنا سکیں گے تو اصلی فتنہ تب بیدار ہو گا۔ ایک بچے میں امرِ الٰہی سے روح آئے گی اور دوسرا بے روحی کے سفرِ زندگی پر رواں ہو جائے گا۔ اس میں جان ہو گی لیکن روح نہیں ہو گی۔

چینی: لیکن مولوی صاحب یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کوئی پروف......

(چودھری جبار اندر آتا ہے۔)

چودھری: یا حضرت آپ سے ایک گزارش کرنی تھی' سلام علیکم۔

(سب سلام علیکم کہتے ہیں' یعقوب بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہے۔)

کتانی: میرے پاس اپنی بات کے ثبوت میں کوئی دلائل بھی نہیں ہیں' لیکن جب کبھی بدی کا موقع آئے گا تو وہ انسان سائنس دان کا تخلیق کردہ جڑانواں انسان جس میں روح نہیں ہے' قتل کرنے کے بعد چوری چکاری کر کے ظلم کر کے احساس جرم کا شکار نہیں ہوگا...... بدی کے چنگل میں پھنس کر صرف روح ہی تلملا سکتی ہے اور جو انسان آپ کی جینیٹک انجینئرنگ نے بنایا ہوگا' اس میں جان ضرور ہوگی امر الٰہی نہ ہوگا...... اور اس طرح بدی بڑھے گی...... بڑھتی چلی جائے گی۔

چودھری: میں...... حاضر ہوا تھا...... مجھے آپ سے تخلیئے میں کچھ عرض کرنا تھا......

کتانی: پروفیسر صاحب آپ ان کو ذرا باہر لے چلیں میں ابھی بلاتا ہوں......

پروفیسر: حضرت یہ لوگ ولایت سے آئے ہیں۔

کتانی: واہ' واہ...... واہ' واہ...... ولی ہمیشہ ولایت ہی سے آتا ہے۔

پروفیسر: کہنے کا مطلب یہ تھا حضرت...... کہ ان کے پاس وقت کم ہے' انہیں لاہور پہنچنا ہے......

کتانی: مجھے بھی عمرہ کی سعادت حاصل کرنے جانا ہے۔ پروفیسر صاحب اور میری بھی چھوٹی منزل لاہور ہی ہے۔ وقت میرے پاس بھی کم ہے' بہت سے امور حل طلب ہیں...... بس چودھری سرفراز مجھے لینے آتا ہی ہوگا۔

(پروفیسر' امریکن اور چینی باہر جاتے ہیں)

چودھری: میں آپ کے پاس ایک عرض لے کر آیا تھا...... پہلے میں چاہتا تھا کہ آپ سرفراز کا عقد پڑھائیں' آپ نے انکار کر دیا۔

کتانی: تب اچانک پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ ہوائی جہاز کی ٹکٹیں نہ مل سکیں وقت پر۔

چودھری: میں اب اس لیے حاضر ہوا تھا آقا کہ آپ اس بار سرفراز کی جان بخشی کرا دیں......

کتانی: بمعنی؟

چودھری: (کتانی کو غور سے دیکھ کر) آپ کو اندازہ ہے؟ ماسٹر موسیٰ کے بیٹے کو کس نے قتل کیا ہے؟

کتانی: احتمال ہے۔

چودھری: میرے ساتھ چلیں۔

کتانی: کہاں؟

چودھری: ماسٹر موسیٰ کے گھر...... اسے سمجھائیں وہ...... معافی دیتا نہیں۔

کتانی: دے گا بھی نہیں...... بس آپ ایسے کریں......

(اب ڈائیلاگ کے بغیر دونوں باتیں کرتے ہیں۔ کتانی اشاروں میں گفتگو میں سمجھاتا ہے کہ تم لڑکیوں کا ڈھویا لے جاؤ...... اور کچھ نہ کرنا)

(کٹ)

سین 11 ان ڈور

رات (چودھری جبار کا کمرہ)

عبدالجبار: (چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر) یہ تو نے کیا کیا میرے بیٹے...... میرے سوہنے سرفراز' یہ کیا کیا تو نے اگر کوئی تیرے جیسا میرے پاس اور ہوتا تو...... میں صبر کر لیتا لیکن اب میں کیا کروں......؟ تو کیا جانے...... میرے اندر کیسی آگ لگی ہے......

سرفراز: اور میں تجھے کیا بتاؤں ابا کس آگ نے مجھے یہ کرنے پر مجبور کیا...... تو کیا جانے کہ میرے اندر کیسا لہو ہے...... جو اپنی عاقبت کو اپنی بہتری کو بھلائی کو نہیں جانتا......

عبدالجبار: میں گیا تھا ماسٹر موسیٰ کے پاس میں نے جھولی پھیلائی تھی اس کے سامنے۔

سرفراز: اپنے آپ کو روکنا تھا ابا......

عبدالجبار: تو بھی باپ بنا نہیں سرفراز......

سرفراز: تو کیا کہا ماسٹر موسیٰ نے...... کیا کہا؟

عبدالجبار: کہنے لگا...... تیری باتیں سن کر چودھری...... میں اتنا موم تو ہو گیا ہوں کہ بدلہ

نہ لوں...... لیکن میں تجھے معاف نہیں کر سکتا......

سرفراز: ہر آدمی اپنی طرز کا بدلہ لیتا ہے ابا کمزور' مجبور بے کس انسان اسی طرح سزا دیتا ہے جیسے ماسٹر موسیٰ تجھے دے رہا ہے۔

عبدالجبار: کیا مطلب؟

سرفراز: اگر وہ بدلہ لینے پر تل جائے ابا تو پھر تجھ میں جھپٹنے کی مارنے مرنے کی قوت جنم لے گی' تو بدلے سے مقابلہ کرے گا۔ ابا بڑے سے بڑا وکیل کرے گا' لاکھوں لگائے گا...... لیکن اب اس نے تجھے اپنے صبر کے حوالے کر دیا ہے' اب تو نہ زندہ رہے گا نہ مر سکے گا...... مجبور اور بے کس کے بدلے سے ڈر ابا...... یہ وہ چیونٹی ہے جو ہاتھی کو مار دیتی ہے۔

عبدالجبار: یہ تو نے کیا کیا سرفراز؟ کیا کیا تو نے......؟

سرفراز: میں نے بھی وہی کیا ابا جو ہر طاقت ور شخص کرتا ہے...... پہلے طاقت اور انصاف اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور پھر پچھتاتا ہے...... دیکھتا نہیں ابا ساری دنیا کا یہی چلن ہے۔ تمام چودھری' سردار' نمبردار' پہلے مزارع کی بیٹی کو بے آبرو کرتے ہیں۔ پھر اسی مزارع کو جہیز بنا کر دیتے ہیں کہ بیٹی کا ڈولا گھر سے نکالے...... پہلے مزارع کے بیٹے سے قتل کرواتے ہیں پھر ان ہی بے آسرا لوگوں کے گھر دانے بھیجتے رہتے ہیں...... سکول کھولتے ہیں مقتولوں کے بچوں کے لیے...... بڑا ڈاکٹر بلاتے ہیں زخم سینے کے لیے......

عبد: وجہ کیا تھی سلمان کو مارنے کی وہ تو خود گاؤں سے جا رہا تھا سرفراز......

سرفراز: سن ابا...... غور سے سن۔ میں نے بھی بی اے پاس کیا ہے۔ کچی پکی شاعری کی کتابیں میری نظروں سے بھی گزری ہیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے میں نے بھی سوچا ہے۔ طاقت میں ایک خاص وصف ہے...... دیکھتا نہیں ساری سفید قومیں...... ساری طاقت ور قومیں...... پہلے بم گراتی ہیں' شہر تباہ کرتی ہیں...... بلبلاتی کمزور آبادی کو بے گھر کرتی ہیں...... جب سب کچھ برباد ہو جاتا ہے پھر ان کے اندر احساس جرم جاگتا ہے...... پھر ان کی ریڈ کراس آتی ہے...... امدادی گاڑیاں پہنچتی ہیں...... ہسپتال بنتے ہیں...... رفاہ کا کام ہوتا

ہے...... اور اجڑنے والے ایک بار پھر ہارتے ہیں...... ایک دفعہ جنگ میں ابا اور دوسری بار جھولی پھیلا کر...... ایک بار ان کا جسم زخم سہتا ہے اور دوسری بار ان کی روح چھلنی ہوتی ہے۔

جبار: تو مجھے بتا سکتا ہے کہ تیرا سلمان سے کیا جھگڑا تھا؟

سرفراز: ابا...... طاقت ور کو اس کی طاقت تنگ کرتی ہے...... جھگڑا اس کے اندر ہوتا ہے...... تجھے یاد ہے ایک دفعہ تیرے کماد کو آگ لگ گئی تھی۔

جبار: ہاں...... اور ماسٹر موسیٰ نے تجھے بچایا تھا۔

سرفراز: وہ آگ میں نے لگائی تھی۔

جبار: لیکن کیوں' تجھے کیا ضرورت تھی۔

سرفراز: بس ابا بس کر تو وجہ دریافت کرنا چاہتا ہے' کبھی کبھی وجہ چھوٹی اور عمل بڑا ہوتا ہے تب...... تب ابا میں تجھ سے ناراض تھا۔ اپنے آپ سے ناراض تھا تو شاداب کو واپس نہیں لا سکتا تھا ریاض سے...... میں چاچی مریم کی ہٹ بھی توڑ نہیں سکتا تھا...... پھر میرے جی میں آئی کہ میں اپنا آپ جلا کر چاچی سے بدلا لوں...... لیکن...... میرا جسم سوہل تھا ابا اس نے جھلسنا قبول نہ کیا...... میں نے آگ میں بھسم ہونے کے بجائے اسے بجھانا شروع کر دیا...... ابا...... ایک بات بتا...... طاقت ور ایسے فیصلے کیوں کرتا ہے جس میں دو راستے ہوتے ہیں' یا پھر کسی کسی طاقتور میں روح نہیں ہوتی ابا......

جبار: یہ ساری باتیں پھر کسی دن کے لیے رہنے دے' مجھے صرف اتنا بتا سرفراز...... تو نے سلمان کو کیوں قتل کیا...... تو نے تو اسے بھائی بنا لیا تھا؟

سرفراز: بس...... میں خود نہیں جانتا ابا یہ سارا کچھ اتنی جلدی...... کیوں اور کیسے ہوا...... ایک فوارہ میرے اندر پھوٹا اور بس...... ابا کبھی تو نے کسی سے محبت کی ہے...... کسی کو اپنا خدا سمجھا ہے دھرتی پر......

(کٹ)

سین 12　　　ان ڈور

دن　　　(شام گئے)

(ماسٹر موسیٰ ایک خط پڑھنے میں مصروف ہے 'پھر لالٹین اونچی
کر کے اس کی روشنی میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔اب دروازے پر
دلاور آتا ہے اور دستک دیتا ہے۔)

موسیٰ: آجائیں...... آجاؤ بھئی......اب کون سا سلمان پڑا سوتا ہے کہ جاگ جائے گا......

(دلاور اندر آتے ہوئے)

دلاور: سلام علیکم ماسٹر جی۔

موسیٰ: وعلیکم سلام......وعلیکم سلام......

دلاور: بڑا بُرا ہوا ماسٹر جی......

موسیٰ: حق ہوا دلاور...... جو ہوتا ہے حق ہوتا ہے۔ اللہ علیم مطلق ہے۔

دلاور: یہ تو آپ کی ہمت ہے ماسٹر جی ورنہ کوئی اور باپ ہوتا تو سودائی ہو کر پھرتا گلیوں میں۔

موسیٰ: میں بھی پھر رہا ہوں دلاور لیکن میری گلیاں اندر ہیں 'اندر کی اندر۔

دلاور: ماسٹر جی ایک بات تھی۔

موسیٰ: (خاموشی سے منہ تکتا ہے)

دلاور: وہ...... میں جانتا ہوں کہ آپ کا زخم تازہ ہے اور ابھی آپ سے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔

موسیٰ: کیسی بات......

دلاور: (ذرا دلیری سے) وہ آپ کو شک تو ضرور ہوگا...... کسی پر......

موسیٰ: شک نہیں کاکا دلاور میں تو جانتا ہوں کہ...... قاتل کون ہے......

دلاور: تو چلیں پھر......ایف آئی آر لکھائیں چل کر...... ہم بھی کوئی بھوکے ننگے نہیں ہیں ماسٹر جی ہمیں بھی کئی پشتوں کے بدلے لینے ہیں...... آپ آگے لگیں وہ ماسٹر جی قانون آپ کی پشت پناہی کرے گا۔

موسیٰ: (یکدم بھانپ کر) اوئے دلاورا...... تو میرے دل میں کینے کا بدلے کا بیج بونے آیا ہے۔ مجھے بھڑکانے آیا ہے...... (اوپر نگاہیں کر کے) اوپر والے کو اپنے کام کرنے دے......

دلاور: اگر ساری دنیا آپ کی طرح سوچنے لگے ماسٹر جی...... اگر جہاں والے بیٹے گنوا کر اوپر والے کی طرف نظریں جوڑ لیں تو...... معاشرے کا کیا بنے گا' انصاف کدھر جائے گا......

موسیٰ: دیکھ دلاورا...... تیری مہربانی ہے...... کہ تو میرے پاس ہمدردی کرنے آیا...... لیکن......

دلاور: میں تھانے دار صاحب کو یہاں لے آؤں گا...... آپ مجھے ایف آئی آر لکھوا دیں...... آپ کو کہیں جانا نہیں پڑے گا' ماسٹر جی...... بس آپ شک ظاہر کر دیں......

موسیٰ: لے اب تو اٹھ جا...... شاباش...... ٹھنڈے ٹھنڈے چلا جا' کہیں میں کمزور پڑ جاؤں' کہیں چکنی چپڑی باتوں میں آ کر میری زبان کھل جائے...... جا بچہ' میں نے رپورٹ کر دی ہے...... میں ایف آئی آر لکھوا چکا ہوں...... میں وہاں مقدمہ ہار ہی نہیں سکتا...... جا شاواجا......

(کٹ)

سین 13	ان ڈور
حویلی	دن کا وقت

(نازو بیٹھی دھی بلو رہی ہے' پیچھے مریم کھڑی ہے۔)

مریم: سرفراز کس وقت مکلاوہ لینے آئے گا......؟

نازو: پتہ نہیں اماں......

مریم: یہ تیرا کیا مطلب ہے' مکھن نکالنے سے اس وقت...... اٹھ چل کر کپڑے بدل' میں نے جوڑا لگا دیا ہے۔

نازو: یہی ٹھیک ہے اماں......

مریم: یہ اتار کر رضیہ کو دے دے......ان کپڑوں میں سسرال جائے گی......

نازو: ان کپڑوں کو کیا ہے اماں......

مریم: نازو...... تو نے تو مجھے کھپا مارا ہے...... پتہ نہیں تیرے اندر عورت کی روح ہے کہ مرد کی...... پتہ نہیں تو چودھری عبدالغفار ہے کہ مریم بی...... بی کبھی ابرق کی طرح چمکتی ہے کبھی کوئلے جیسی کالی سیاہ۔

نازو: ابرق بھی اماں کوئلے سے ہی بنتا ہے......

مریم: اچھا اچھا چل اٹھ میری ساری غلطی ہے نہ میں تجھے کتابیں پڑھنے دیتی نہ مجھے تیرے ان چالوں سے واسطہ پڑتا...... دیکھو ناں ذرا...... یہ نئی دلہن لگتی ہے کوئی...... اجڑی پجڑی نو سال کی بیاہی ہوئی لگتی ہے۔

(نازو لمبا سانس لیتی ہے۔ رضیہ آتی ہے۔)

(کٹ)

سین 14	ان ڈور
دن	(احاطہ سکول کا)

(سکول خالی ہے۔ ماسٹر اپنی کرسی پر بیٹھا ہے۔ سامنے ڈسک خالی ہیں۔ اس کے ہاتھ میں خط ہے۔ وہ اسے پڑھنے میں مشغول ہے۔ اس وقت ڈاکیہ چھن چھن بانس بجاتا آتا ہے۔)

ڈاکیہ: سلام ماسٹر جی۔

موسیٰ: وعلیکم سلام۔

ڈاکیہ: خط تھا آپ کا...... سلمان کا......

موسیٰ: (ہاتھ نہ بڑھاتے ہوئے) یہ خط بند نہیں ہو سکتے فریدا......

ڈاکیہ: ہاں جی بند تو ہونے چاہئیں پر نہیں ہوتے۔ لوگ لکھی جاتے ہیں۔

(ایک خط پکڑاتا ہے۔)

موسیٰ: لا دے دے ...... (کھول کر چند لمحے پڑھتا ہے) کونو کیشن ہے سلمان کی ...... گولڈ میڈل ملے گا اسے ......

ڈاکیہ: ماسٹر جی آپ کسی کام دھندے میں دل لگائیں جی ......

موسیٰ: (اٹھتے ہوئے) ٹھیک کہتا ہے تو ...... میں سلمان کا گولڈ میڈل لاؤں گا فریدیا پھر ...... اس کی قبر پر لٹکاؤں گا اسے ...... (منہ آسمان کی طرف کر کے) تو بھی انسان کی تجویز کی دھجیاں دھجیاں کر دیتا ہے ...... انسان ...... جو کچھ سوچتا ہے' اس اوپر پانی پھیر کر کتنی خوشی ملتی ہے تجھے ...... آدمی کی بھی کچھ چل لینے دیا کر ...... گھڑی دو پل ...... بیچارہ وخت مارا۔

(کٹ)

سین 15 آؤٹ ڈور

دوپہر (نہر کا راستہ)

(راکی کتا وہیں بیٹھا ہے جہاں سلمان کا قتل ہوا تھا۔ کچھ فاصلے سے ایک جیپ آتی ہے' اسے سرفراز چودھری چلا رہا ہے۔ اس کے ساتھ یعقوب کتانی بیٹھے ہیں۔ پیچھے عبدالرحمٰن ہے جس نے بیگ لٹکا رکھا ہے۔ یعقوب کتانی کی گود میں بھی ایک بیگ ہے۔ لگتا ہے وہ عمرہ کے لیے روانہ ہو گیا ہے۔ جب جیپ قریب آتی ہے کتا بھاگ جاتا ہے۔ جیپ کے گزر جانے کے بعد راکی پھر وہیں آکر بیٹھ جاتا ہے۔)

(کٹ)

شاہلاکوٹ (12)

کردار

ماسٹر موسیٰ
چودھری سرفراز
منصور ملنگی
پرنسپل
تین بوڑھے
چند بچے
دکاندار
اور
کونوکیشن میں شریک لوگ

تازو
رضیہ
ہاجراں: جانوں کی ماں
ڈاکٹر فراست
اور
چند عورتیں

سین 1 ان ڈور

شام (نازو کا کمرہ)

(نازو اوندھی لیٹی ہوئی ہے۔ رضیہ اس کی ٹانگیں دبا رہی ہے۔
کیمرہ نازو کا چہرہ دکھاتا ہے' جو گہرے تذبذب میں ڈوبا ہے' اسے احساس
ہی نہیں کہ رضیہ اسے دبانے میں مشغول ہے۔ رضیہ کا چہرہ تھکا ہوا ہے'
وہ دو ایک بار اپنے ہاتھوں کو دباتی ہے' لیکن پھر دبانا جاری رکھتی ہے۔)

(کٹ)

سین آؤٹ ڈور

دن کا وقت (شاہلا کوٹ)

(ماسٹر موسیٰ نے سر پر کالی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ یوں لگے وہ
گھر سے پہلی بار باہر نکلا ہے۔ ایک دکان سے صابن خریدتا ہے۔ دکان
دار پیسے لینے سے انکار کرتا ہے۔)

دکاندار: بس مجھے پیسے نہیں لینے ماسٹر جی......

موسیٰ: بھائی دو صابن' ایک اگربتی کا پیکٹ...... ایک چوہے مار گولیوں کی ڈبیا...... یہ بنے
تیس روپے......

دکاندار: لوں گا...... ضرور لوں گا لیکن ابھی نہیں ماسٹر جی۔

موسیٰ: اچھا...... (پھر آہستہ سے) اچھا جی...... ٹھیک ہے...... اچھا......
(چلتا جاتا ہے کیمرہ دکان دار کے چہرے پر آتا ہے۔ وہ اداس ہو کر ماسٹر کو دیکھتا
ہے۔)

(کٹ)

سین 3 آؤٹ ڈور
دوپہر (شاہلاکوٹ)

(موسیٰ جوہڑ کے قریب سے گزرتا ہے۔ دو تین عورتیں جوہڑ کے قریب بیٹھی چھاج میں اناج پھٹک رہی ہیں۔ ایک عورت کپڑے دھونے میں مشغول ہے۔ ایک لڑکی دور سے سر پر بوجھا اٹھائے چلی آتی ہے۔ موسیٰ ان سب کے قریب سے گزرتا ہے۔ عورتیں اپنا اپنا کام چھوڑ کر موسیٰ کی طرف ٹھٹک کر دیکھتی ہیں۔ چھاج رک جاتے ہیں۔ کپڑے دھونے والی تھاپا چھوڑ دیتی ہے۔ بوجھا اٹھانے والی لڑکی جو تیز چلی رہی تھی' رک جاتی ہے' موسیٰ جو کالی چادر میں قریب قریب لپٹا ہوا ہے۔ ان سے بے نیاز چلتا ہوا دور نکل جاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 4 آؤٹ ڈور
شام (شاہلاکوٹ)

(ایک خوبصورت مقام پر چند بچے کنچے کھیل رہے ہیں۔ ماسٹر موسیٰ اسی چادر میں لپٹا اچانک کسی گھر کے پیچھے سے نکلتا ہے۔ بچے جلدی سے کنچے چھپاتے ہیں۔ موسیٰ نے انہیں کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے خیالوں میں کھویا ہوا چلا جا رہا ہے۔ پھر بچے قریب قریب یک زبان ہو کر کہتے ہیں۔)

بچے: ماسٹر جی سلام......

(موسیٰ سلام کا جواب منہ سے نہیں دیتا' ہاتھ اٹھا کر اشارے سے سلام کر دیتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آنسوؤں سے اس کی آواز کہیں اندر ہی اندر گلوگیر ہو کر

بند ہو گئی ہے۔)

(کٹ)

سین 5 | آؤٹ ڈور
صبح | (شابلا کوٹ)

(دو بوڑھے چارپائیوں پر بیٹھے حقہ پی رہے ہیں۔ رہٹ چل رہا ہے۔ ایک بابا قریب کھڑا دا تن کرتا نظر آتا ہے۔ یہ تینوں آپس میں لڑ رہے ہیں۔ کسی واقعے کی یاد دہانی' تصدیق اور انکار کا مسئلہ ہے' تینوں بہت گرما گرمی میں مبتلا ہیں۔ پھر ماسٹر موسیٰ سر پر چادر اوڑھے چہ بچہ کے پاس آتا ہے' اس کے چہرے پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ چہ بچے سے پانی لے کر منہ دھوتا ہے اور چادر سے پونچھتا ہے۔ اس کے بعد وہ بابوں کے قریب سے گزرتا ہے۔ بابے بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ ماسٹر موسیٰ ہاتھ اٹھا کر سلام کرتا ہے' جس کے جواب میں وہ بہت اونچی آواز میں کہتے ہیں۔)

بابے: وعلیکم سلام پترا......

(موسیٰ چلتا جاتا ہے بابوں کے حساب سے کیمرہ رکھا جائے' سب کے چہرے پر گہرا ملال ہے۔)

ڈزالو

سین 6 | ان ڈور
رات | رات

(تاڑو نیچے دری پر لیٹی ہوئی ہے۔ اس کا لباس وہ نہیں جو پہلے سین میں تھا۔ رضیہ اس کے ہاتھ دبا رہی ہے' ساتھ کڑا کے بھی

نکالتی ہے۔ کچھ دیر بعد۔)

رضیہ: بی بی جی......

نازو: ہوں......

(وقفہ)

رضیہ: بی بی جی...... بابا کتانی صاحب کو لاہور چھوڑ آئے چودھری جی؟

نازو: چھوڑ آئے ہوں گے۔

رضیہ: چودھری جی اندر نہیں آئے مردانے سے کئی دن ہو گئے میں بلا لاؤں......

نازو: آجائیں گے آرام سے بیٹھ...... ان کی مرضی ہے......

(وقفہ)

(رضیہ پھر دبانے لگتی ہے۔ نازو لمبی سانس بھرتی ہے پھر اپنے خیالوں میں ڈوب جاتی ہے۔)

رضیہ: ایک عرض کرنی تھی بی بی...... میں آج تک بولی نہیں کبھی پر...... اب لگتا ہے آپ میری بولی سمجھ جائیں گی۔

(نازو کچھ متاثر ہو کر Involved ہوتی ہے)

نازو: کیا مطلب؟

رضیہ: جب کوئی خوش ہوتا ہے۔ بی بی جی تو وہ خوشی کی بولی سمجھتا ہے۔ جب کوئی دکھ میں ہوناں تو اسے آنسوؤں کے مطلب سمجھ آجاتے ہیں آپی آپ...... سمجھانا نہیں پڑتا۔

نازو: (حیرانی سے) میں نے تو آج تک کبھی تجھے بولتے نہیں دیکھا...... کیا بات ہے...... تو بھی بول پڑی......

رضیہ: آپ کو یاد ہے جب اماں ہاجراں مجھے حویلی لائی تھی آپ لوگوں کی سیوا کرنے کے لیے...... میری عمر آٹھ سال کی تھی...... میں ماں سے بچھڑنا نہیں چاہتی تھی...... میرے پاؤں الٹے گھر کو پڑتے تھے...... مجھے اپنا ویڑا اپا...... جانوں بھائی یاد آتا تھا...... لیکن میں کبھی روئی نہیں بولی نہیں...... اماں نے کہا تھا اگر...... میرے کام سے حویلی والے خوش نہ ہوئے...... تو دانے نہیں ہوں گے کھانے

کو...... ہمارے گھر......

نازو: رضیہ...... تو نے مجھے تو بتانا تھا...... مجھ سے تو بات کرنی تھی۔

رضیہ: ماں نے اماں ہاجراں نے منع کیا تھا۔ بی بی جی وہ کہتی تھی کی کمینوں کا کوئی کام نہیں بولنے چالنے کا ان کے ہاتھ بولنے چاہئیں...... لیٹ جائیں جی...... کمر دبا دوں......

نازو: درد تو میرے انگ انگ میں بس گیا کہاں تک دبائے گی...... کب تک دبائے گی......؟

رضیہ: میں کنک بکھیرنے کوٹھے پر گئی تھی۔ دس بارہ سال پہلے کی بات ہے پھر میں نے ایک کبوتر دیکھا وہ بنیرے پر بیٹھا گٹک رہا تھا۔ وہ...... میری بے بجی تھی رضیہ کی...... بی بی جی...... میں اسے پکڑنے کے لیے بنیرے پر چڑھ گئی...... کبوتر تو ہاتھ نہ آیا۔ میں ویہڑے میں گر گئی۔

نازو: ہاں مجھے یاد ہے حاجی جراح آیا کرتا تھا پٹی کرنے......

رضیہ: تب میں...... گھر جانا چاہتی تھا اماں کے پاس...... مجھے ابا بڑا یاد آتا تھا۔

نازو: تو پھر تجھے ہاجرہ ساتھ کیوں نہ لے گئی۔

رضیہ: اماں کہنے لگی...... یہیں ٹکی رہ ہم کہاں سے حاجی جراح کے پیسے دیں گے۔ اچھی خوراک مل رہی ہے۔ وہاں کب ٹھیک ہوتا ہے زخم...... ٹکی رہ......

نازو: (یکدم تملا کر) ہم اتنے ظالم ہیں رضیہ؟ اتنے ظالم...... تو نے مجھے آج تک بتایا کیوں نہیں؟ تو ہمارے خلاف بولی کیوں نہیں؟

رضیہ: ناں جی آپ ظالم نہیں ہیں۔ اختیار والے ہیں۔ جو جتنا اختیار رکھتا ہے اُتنا ہی زور آور ہوتا ہے اور جو زور آور ہوتا ہے وہ ظالم نہیں ہوتا۔ بس اپنا زور آزماتا رہتا ہے۔

نازو: تو اتنی باتیں کیسے سیکھ گئی رضیہ۔

رضیہ: سن سن کے جی...... آپ کی بولی...... میرے کانوں میں پڑتی رہی ہے...... آپ کی باتیں اندر گرتی رہی ہیں دھار بن کر۔

نازو: میں بھی...... اختیار والی تھی...... میں بھی رضیہ......؟

رضیہ: بہت جی...... جن کی چوکھٹ پر اختیار پیڑھی در پیڑھی پہرہ دیتا رہا ہو' وہاں تو وہ

دن کا بچہ بھی اختیار والا ہوتا ہے...... چوسنی منہ سے نکل جائے تو سارا گھر بھاگتا ہے۔ چوسنی اٹھا کر دینے کو۔

نازو: بس اس گھڑی (ہاتھ جوڑ کر) اس گھڑی مجھے اس ظلم کی معافی دے دے رضیہ جو میں کرتی آئی ہوں اور جس کا مجھے پتہ نہیں چلا۔

رضیہ: آپ کو واسطہ جی چودھری سرفراز کا...... مجھے چھٹی دے دیں...... میں اپنے بھائی سے ملنا چاہتی ہوں جانوں سے......

نازو: لیکن وہ تو شہر میں ہے...... تو جانتی ہے وہ کہاں ہے۔

(رضیہ نفی میں سر ہلاتی ہے)

نازو: پھر...... کیسے ملے گی اسے......؟ کیسے بھلا......؟

رضیہ: میں اسے تلاش کر لوں گی جی...... بھا منظور نے بتایا ہے...... بھا داؤد کا پتا...... ہم غریب لوگوں کے پاس پتانہ بھی ہو تو ہم تلاش کر لیتے ہیں......

نازو: اتنا بڑا شہر لاہور ہے...... تو گم ہو جائے گی رضیہ......

رضیہ: بس آپ اجازت دے دیں...... میں کبھی بولی نہیں جی...... اس خاموشی کے صدقے آپ مجھے جانے دیں...... آپ اختیار والے ہیں میرے چلے جانے کے بعد ...... میرے ابے کے دانے بند نہ کر دینا بی بی جی...... واسطہ...... رب رسولؐ کا......

نازو: (یکدم اس کے آنسو بہتے ہیں) تو ٹھیک کہتی ہے۔ اختیار والے کے اندر ظلم بند ہوتا ہے۔ ختم نہیں ہوتا تلوار چاہے نیام میں رہے پر رہتی تلوار ہی ہے...... جا چلی جا...... اسی وقت ابھی چلی جا...... (پھر یکدم رضیہ کو گلے لگاتی ہے۔)

(کٹ)

سین 7 — ان ڈور

دن کا وقت — (ماسٹر موسیٰ کا کمرہ)

(ماسٹر اپنے ہاتھ میں ایک لفافہ پکڑے بیٹھا ہے۔ اس کی کالی

چادر ابھی سر پر ہے اور وہ مظلوم کی طرح چادری پیرہن میں ملبوس شوخیٔ تحریر کا شاکی لگتا ہے۔ سین کے آخر میں وہ لفافے سے خط برآمد کر کے پڑھنے لگتا ہے اس کے سامنے چودھرائن رابعہ بیٹھی ہے۔ وہ گہرے غم و تذبذب میں مبتلا ہے اور تصویر یاس نظر آتی ہے۔)

موسیٰ: میں چودھری جی سے وعدہ کر چکا ہوں بی بی جی...... میرے منہ سے آپ قاتل کا نام کبھی نہیں سنیں گے......

رابعہ: پر...... کوئی اس گاؤں میں ضرور ہے جو چوری چوری بات کو پھیلا رہا ہے......

موسیٰ: آپ میری طرف سے بے فکر رہیں...... پرچہ نہیں کٹاؤں گا۔ ذکر نہیں کروں گا۔ اشارہ نہیں دوں گا...... لیکن......

رابعہ: جی ماسٹر جی پر......

موسیٰ: پر ایک تھانہ اور بھی ہے۔

رابعہ: وہ تو ہے......؟

موسیٰ: وہاں میں نے عرضی ڈال دی ہے۔

رابعہ: آپ کا دل بڑا سخت ہے ماسٹر جی ہاتھ باندھ کر...... میں اتنے دنوں سے روز آ رہی ہوں۔

موسیٰ: میں نے بڑے سال آپ کا نمک کھایا ہے بی بی جی...... میں نے اس کی لاج نبھائی ہے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا...... ورنہ میرا واویلا تو شاہ بلاکوٹ کو بہا کر لے جاتا، ہر بندے تک پہنچ جاتا......

رابعہ: چودھری جبار نے بتایا ہے مجھے کہ ماسٹر موسیٰ تو نے بڑی سرکار میں دعویٰ کر دیا ہے۔

موسیٰ: دعوے تو مجھ جیسا مجبور کیا کرے گا بی بی......؟ میں نے وہاں شکایت کر دی ہے...... میرے کونسے چار بیٹے تھے؟ کہ ایک کا غم دوسرا بھلا دیتا......

رابعہ: (دکھ سے) میرے پاس بھی دو سرفراز نہیں ہیں ماسٹر...... سوچ...... لے (یکدم دوپٹہ پھیلا کر) مجھے تو جان سے مار دے ماسٹر موسیٰ میرے بیٹے کو معاف

کر دے ایک بار.......

(خط اس کی طرف بڑھاتا ہے۔)

موسیٰ: یہ خط میرے بیٹے کی جیب سے نکلا ہے۔ اس پر اس کے خون کے دھبے بھی ہیں...... تیرا بیٹا اتنا ظالم ہے چودھرائن...... اس نے میرے سلمان کو ڈگری بھی نہ لانے دی لاہور سے...... گولڈ میڈل نہ پڑنے دیا اس کے گلے...... اس کو تو میں نے جھلنے والی آگ سے بچایا تھا...... ؟ کچھ پاس نہ کیا اس نے...... پڑھ اس خط کو پڑھ اور فیصلہ کر...... کون کتنا ظالم ہے؟

رابعہ: میں...... کیا پڑھوں خط اور کیا سمجھوں کسی بات کو...... تجھے ممتا کا واسطہ...... رہتی دنیا تک تو خوش رہے ماسٹر موسیٰ...... میرے آنگن کا چراغ جلا رہنے دے۔

موسیٰ: واہ! میرے گھر کی ساری روشنی بجھا کر تو یہ انصاف کر رہی ہے...... ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ پر میں تو کچھ نہیں کہتا۔ کوئی دعویٰ نہیں کرتا۔ دلیل نہیں دیتا۔ احتجاج نہیں کرتا پھر میرے پاس کیا لینے آتے ہیں گاؤں کے چودھری۔

رابعہ: ماسٹر جی ہم چودھری نہیں ہیں ماسٹر جی (ہاتھ جوڑ کر) ہم تو منگت لوگ ہیں۔ فقیر ہیں تیرے آگے جھولی پھیلا کر آئے ہیں معاف کر دے۔ معاف کر دے۔ معاف کر دے۔ (سر جھکا کر رونے لگتی ہے)

موسیٰ: مجھے معلوم نہیں تھا کہ سرفراز چودھری کا اور سلمان کا کوئی پرانا بیر تھا۔ کیسے اس کا علاج کر لیا...... اسے اپنی محبت کے جال میں پھنسایا...... وہ سب چال تھی...... گرفتاری کا طریقہ تھا...... میں جانتا ہوں...... ان دونوں کے درمیان کیا بیر تھا۔

رابعہ: بتا مجھے بھی تو بتا...... کون سا بتا سانجھا تھا۔ کون سی جائیداد بانٹی تھی دونوں نے......؟

موسیٰ: اب تجھے کیا بتاؤں بی بی؟ انسان کا انسان سے کیا کچھ سانجھا ہے...... کوئی کوئی تو اتنا کمزور ہے کہ اس سے تعریف برداشت نہیں ہوتی کسی اور کی...... پھر سرفراز اور سعد سلمان تو دونوں سرکڈھویں تھے۔ شاہ بالا کوٹ میں کیسے برداشت کر لیتا سرفراز...... گولڈ میڈلسٹ سعد سلمان کو...... کیسے نہ مارتا...... اپنے سے زیادہ

تعریف حاصل کرنے والے کو......

رابعہ: معافی دے دے...... میرے سرفراز کو...... اس کے باپ کو۔ ہم سب کو۔

موسیٰ: (منہ پرے کر کے) جو میں دے نہیں سکتا وہ نہ مانگ......

رابعہ: تجھے تیری ماں کا واسطہ......

موسیٰ: وہ خود اس وقت چودھری سرفراز کو بددعا دے رہی ہو گی قبر میں۔

رابعہ: ماسٹر موسیٰ ایک بار منہ سے کہہ دے میں نے معاف کیا۔

موسیٰ: بھلی بی بی چلی جا جو میرے بس میں نہیں وہ تمہیں کہاں سے لا دوں...... تین دن میں میرے بیٹے کی کنوینشن ہے...... سعد سلمان نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے ساتھ لے کر جائے گا......

رابعہ: جب تک تو مجھے معاف نہیں کرے گا' ماسٹر موسیٰ میں تیری چوکھٹ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔

(ماسٹر ساماں باندھنے کے انداز میں کچھ کپڑے کھونٹی سے اتارتا ہے۔ پھر خط پڑھنے لگتا ہے۔)

(کٹ)

سین 8 ان ڈور

شام (منصور کا گھر)

رضیہ: (ایک چھوٹی سی گٹھڑی باندھ رہی ہے)

ماں: چودھرائن سے پوچھ کر آئی ہے رضیہ۔

رضیہ: (نفی میں سر ہلاتی ہے)

ماں: کسی کو بتا کر آئی ہے کہ نہیں......

رضیہ: نازو بی بی سے پوچھ کر آئی ہوں۔

ماں: لے ہے ناں پاگل...... وہ اپنے گھر کی ہو گئی' اس کا کیا کام اجازتوں سے...... چودھرائن سے پوچھنا تھا......

رضیہ: وہ میری عرض کب سنتی اماں؟

ماں: تو پھر نہیں آنا تھا رضیہ...... تیرا باپ کما نہیں سکتا......

رضیہ: مجھے پتا ہے...... پتہ ہے اماں تو کیا مجھے سمجھاتی رہتی ہے...... فضول

(اس وقت منصور ملنگی باہر سے اندر آتا ہے۔)

رضیہ: سلام ابا......

منصور: وعلیکم سلام تو کب آئی رضیہ؟

رضیہ: ابھی آئی ہوں اور...... ابھی چلی جاؤں گی......

ماں: کہاں چلی جائے گی تو...... اس لنگ کے ساتھ؟

منصور: صبر کر صبر کر ہاجراں...... ساری عمر ملنگی کے گھر میں رہی اور ایک دن یہ نہ جانا کہ دو سُر اکٹھے نہیں لگ سکتے...... وقفہ لے...... سانس لے......

رضیہ: ابا میں اجازت لینے آئی تھی...... پہلی اور آخری اجازت......

منصور: کوئی...... پسند آگیا ہے رضیہ......

رضیہ: ناں ابا...... ہم جیسوں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

ہاجرہ: لے کرتا کیوں نہیں...... تیری پھوپھی راج کرتی ہے تویں کوٹ کا چودھری بیاہ کر لے گیا ہے......

رضیہ: ہوتا ہے...... ہوتا ہے ویسے بھی کبھی کبھی...... اللہ کرتا ہے ویسے بھی کبھی کبھی...... پر ہمیشہ ویسے نہیں ہوتا۔

منصور: تو گھبرائی ہوئی ہے کیا بات ہے؟

رضیہ: مجھے شہر جانے کی اجازت دے ابا۔

ہاجرہ: اب پھر کسی نے شہر جانا ہے...... مجھے چھوڑ کر......

رضیہ: میں جانوں بھائی کو تلاش کر کے لاؤں گی 'اماں' نہیں تو وہاں ہی رہ جاؤں گی...... کسی دربار کی ملنگنی بن کر......

ہاجرہ: لے سن لے...... پہلے وہ گیا جانوں اب تو بھی چلی ہے...... موج میلا دیکھنے شہر کا......

منصور: جانے دے ہاجراں...... جانے دے...... ہم تو کبھی اسے رکھ ہی نہیں سکے اپنے

پاس کیا کرے گی یہ یہاں رہ کر...... جا پتر جا......

باجرہ: اور جو چودھرائن نے کرنا ہے ہمارے ساتھ ؟وہ......

منصور: اگر کچھ اور باقی رہ گیا کرنا تو وہ بھی کر لے......دیکھتی نہیں ماسٹر موسیٰ کے گھر میں کیسے جھاڑو پھر گئی...... جا چلی جا رضیہ جہاں جی چاہے جا کر سر چھپا...... پر یاد رکھنا......اگر میں جیتا رہا...... تو میں راہ دیکھوں گا تیری...... (آہستہ) اور جان محمد کی......(بہت ہی آہستہ)

(کٹ)

سین 9 ان ڈور

دن موسیٰ کا گھر

(ماسٹر موسیٰ سر پر چادر لیے بیٹھا ہے سامنے ماسٹر مستقیم موںڈھے پر بیٹھا ہے۔)

موسیٰ: تم سے کس نے کہا۔

مستقیم: پھرتا ہے اس گاؤں میں......اک پولسیا......چوری چوری بات پھیلانے والا......

موسیٰ: اس کا منہ اگر بند نہیں ہو سکتا تو تم ماسٹر مستقیم اپنا منہ بند کرو۔

مستقیم: ضرور ماسٹر جی ضرور...... میں نے چودھری جبار کا بہت نمک کھایا ہے۔ میں کبھی اپنی زبان کھول ہی نہیں سکتا۔

موسیٰ: ٹھیک ہے......پھر اب تم جا سکتے ہو؟

مستقیم: جی......(اٹھتا ہے چلتا ہے 'پھر رک کر) ایک بات کرنی تھی آپ سے......

موسیٰ: جی فرمائیں......

مستقیم: میں جانتا ہوں آپ پر غم کا پہاڑ ٹوٹا ہے ماسٹر جی...... لیکن...... بہادری اسی میں ہے کہ آپ حوصلہ کر کے......معاف کر دیں قاتل کو......

موسیٰ: ہمالیہ کی چوٹی سے چھلانگ لگا دوں سر کے بل...... آتش فشاں کے دہانے میں خود داخل ہو جاؤں اپنی خوشی سے...... سمندر کی تہہ میں چلا جاؤں سانس

بند کر کے......

مستقیم: آپ ساری عمر دینیات پڑھاتے رہے ہیں۔ آپ خود معافی کی اہمیت مجھ سے بہتر جانتے ہیں......

موسیٰ: پڑھانا اور چیز ہے ماسٹر مستقیم......اور عمل کرنا اور چیز ہے......

مستقیم: لیکن ماسٹر جی علم بغیر عمل کے بے کار ہے۔

موسیٰ: مجھے قائل کرنے کی کوشش نہ کریں' ماسٹر جی دلائل میں آپ سے بہتر دے سکتا ہوں۔ لیکن میرے اندر اب کچھ نہیں رہا۔

مستقیم: بے شک' بے شک......

موسیٰ: جوں جوں بات پھیل رہی ہے۔ بے شمار لوگ میرے پاس آتے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ دھونس دے رہے ہیں' کچھ منتیں کر رہے ہیں' کچھ پاؤں پکڑتے ہیں' کچھ شرم دلاتے ہیں...... پر...... مجھے چودھری سرفراز کو اللہ کی رسی سے باندھنا ہے......بس......اور کچھ نہیں کہنا کچھ نہیں کرنا...... وہ معافی دے دے اس کی مرضی۔ پر میں معافی نہیں دوں گا۔

مستقیم: یہ...... تو طے ہی ہے......

(کٹ)

سین 10 ان ڈور

رات (رات)

(ایک جاگیر دار کا شاندار احاطہ ...... یہاں کچھ امیر کبیر چار پانچ جاگیر دار بیٹھے ہیں۔ ان میں چودھری جبار بھی ہے۔ ایک سر پھٹ قسم کا جاگیر دار جوش میں کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ماسٹر موسیٰ سر پر چادر لیے نیم دیوانہ سا الگ رہا ہے۔ جاگیر دار کے سمجھانے پر ماسٹر نفی میں سر ہلاتا ہے۔ جاگیر دار اسے زناٹے دار تھپڑ جڑ دیتا ہے...... چودھری جبار گھبرا کر اٹھتا ہے اور اس کے ہاتھ پکڑتا ہے۔ ماسٹر

موسیٰ آہستہ آہستہ ہولے ہولے قدم دھرتا باہر چلا جاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 11 | آؤٹ ڈور
شام | احاطہ سکول

(موسیٰ تصویر یاس بنا سکول میں چلتا پھرتا ہے۔ ایک طاقچے میں اسے سلمان کا ناپنے والا ٹیپ پڑا ملتا ہے۔ وہ اسے اٹھا کر پہلے کھول کر دیکھتا ہے' پھر چومتا ہے اور جیب میں رکھتا ہے۔ حویلی سے نکلتا ہے۔ کیمرہ اسے دور تک فالو کرتا ہے۔)

(کٹ)

سین 12 | آؤٹ ڈور
شام | (گہری شام)

(رضیہ جھنگی بالا شاہ میں اسی مقام سے گزر رہی ہے' جہاں سعد سلمان نے خط پھاڑ کر پھینکا تھا۔ ایک لکڑی کی بیساکھی کا سہارا لیے وہ تیزی سے چلنے کی کوشش میں ہے' کہیں سے راکی آکر اس کے ساتھ چلنے لگتا ہے۔ وہ دونوں دور ہوتے جاتے ہیں۔ راکی جیسے ازل سے اس کیساتھ تھا۔)

(کٹ)

سین 13 | آؤٹ ڈور
گہری رات | (ماسٹر موسیٰ کا احاطہ)

(چودھری سرفراز سکول کے احاطے کی گلی میں سے ہو کر ماسٹر

کے سکول میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں باورچی خانے میں ایک اندھی
سی لالٹین جل رہی ہے۔ سرفراز نے اپنے آپ کو ایک چادر میں
قریب قریب چھپا رکھا ہے۔ وہ دبے پاؤں اندر کی طرف جاتا ہے۔
اندر والے کمرے سے ماسٹر موسیٰ کے گانے کی آواز آتی ہے۔)

ماسٹر: ـ

عشق ماہی دے لایاں اگیں ایہہ لگیاں کون بجھاوے ہو
میں کی جاناں ذات عشق جیہڑا در در چا جھکاوے ہو
نہ سوویں نہ سوون دیوے ستیاں آن جگاوے ہو
میں قربان تنہاں دے جیہڑا وچھڑے یار ملاوے ہو

(سرفراز ماسٹر کی آواز سنتا ہے۔ دروازے پر دستک دینا چاہتا ہے۔ پھر رکتا ہے۔
کیمرہ اندر کی کیفیت دکھاتا ہے۔ ماسٹر موسیٰ ہاتھ میں ناپنے والا فیتہ کھول کر دیکھ
رہا ہے۔ پھر اسے بند کرتا ہے۔ کیمرہ باہر آتا ہے۔ سرفراز کچھ دیر سوچتا ہے۔ پھر
دستک دینا چاہتا ہے۔ کچھ سوچ کر چلا جاتا ہے۔ کیمرہ اسے دور تک فولو کرتا ہے۔)

(کٹ)

سین 14 ان ڈور

رات کا وقت (حویلی عبدالجبار)

(نازو اپنے کمرے میں کھڑی ہے۔ وہ سرفراز کے انتظار
میں ہے۔ اس وقت اس نے دہا کے زیور پہن رکھا ہے۔ پھر وہ مایوس ہو
کر اپنے سنگار میز کے سامنے جاتی ہے۔ سر سے جھومر اتارتی ہے' ٹیکہ
اتارتی ہے' گوٹے والا دوپٹہ بھی اتار کر رکھ دیتی ہے اور ایک سادہ سا
دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے ہولے ہولے آنسو گرتے ہیں۔
اس پر O Lap کیجئے شہنائی میں کافی عشق ماہی دے......)

(کٹ)

سین 15 آؤٹ ڈور

رات (احاطہ)

(چودھری سرفراز پھر احاطے میں آتا ہے۔ اس بار وہ ہمت کر کے دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اندر سے موسیٰ دروازہ کھولتا ہے۔ دونوں چند ثانیے ایک دوسرے کو تکتے ہیں۔ پھر ماسٹر اندر کی طرف چلا جاتا ہے۔ سرفراز آہستہ آہستہ اس کے پیچھے جاتا ہے۔ ماسٹر موسیٰ ایسے کھڑا ہے کہ اس کی پشت سرفراز کی طرف ہے اور وہ اس کا چہرہ دیکھنا نہیں چاہتا۔)

سرفراز: میں...... آپ کے سامنے ایک اعتراف کرنا چاہتا ہوں......

موسیٰ: اگر تیرے دل میں ذرا سا رحم ہے تو الٹے پاؤں لوٹ جا سرفراز چودھری......

سرفراز: آپ میرے استاد ہیں ماسٹر جی......

موسیٰ: اور استاد ہمیشہ معاف نہیں کیا کرتا......

سرفراز: میں اپنے جرم کی وجہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

موسیٰ: وجہ میں جانتا ہوں سرفراز چودھری۔ ہر گاؤں میں صرف ایک چودھری ہوتا ہے۔ سعد سلمان کے آنے سے شاہلا کوٹ میں دو چودھری ہو گئے تھے......

سرفراز: شاید ماسٹر جی......

موسیٰ: تم نے اپنی نیکی جتانے کے لیے اسے بھائی تو بنا لیا سرفراز چودھری...... لیکن انا کب برداشت کرتی ہے کہ اس جیسا کوئی دوسرا بھی ہو اور جو لوگ جدی پشتی یہ سمجھتے آئے ہوں...... وہ کب مانتے ہیں کسی کو......

سرفراز: ہو سکتا ہے وجہ اس سے بھی زیادہ ہو...... آپ سنیں تو سہی۔

موسیٰ: چودھری اگر مجھ پر تھوڑا سا بھی رحم کرنا ہے میری تھوڑی سی دل جوئی منظور ہے تو چلا جا...... اسی وقت اسی لمحے...... میں تیری شکل دیکھنا نہیں چاہتا...... دفع ہو جا......

سرفراز: میں نے کسی چالاکی سے کسی...... اپنی غرض سے سعد سلمان کو بھائی نہ بنایا تھا۔

موسیٰ: تمہاری آواز میرے دل پر ہتھوڑے چلا رہی ہے۔

سرفراز: ماسٹر جی...... اگر آپ کچھ سننا نہیں چاہتے تو...... خدا کے لیے تھانے میں رپورٹ لکھوا دیں...... یا تو مجھے سزا ملے یا معافی...... میں اس طرح زندہ نہیں رہ سکتا......

موسیٰ: نہ تمہیں سزا ملے گی نہ معافی...... یہی تمہاری تقدیر ہے۔

(سرفراز یک دم بیٹھ کر معافی کے انداز میں ہاتھ جوڑتا ہے۔)

سرفراز: خدا کے لیے ماسٹر جی مجھے رہائی دیں...... صرف آپ مجھے اپنے آپ سے رہا کر سکتے ہیں۔ میری ہتھکڑی کھول دیں...... مجھے بچالیں ماسٹر جی...... مجھے معاف کر دیں......

(اس وقت موسیٰ اپنا چہرہ چادر میں چھپا کر باہر کی طرف جاتا ہے۔ وہ سرفراز کا چہرہ دیکھنا نہیں چاہتا۔)

موسیٰ: میں تیرا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا...... سرفراز چودھری...... میں تجھے کیسے معاف کر دوں؟ کیسے......؟ میں اپنے سعد سلمان سے اتنی بے وفائی کروں...... اس کے دشمن سے مل جاؤں...... تو نہیں جاتا تو میں چلا جاتا ہوں چودھری...... تم تم جی صدقے' سارا پنڈ تیرا' قانون تیرے' حویلی تیری' جھونپڑا تیرا...... رعایا تیری...... تو کیوں جائے کہیں (چلا جاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 16 ان ڈور

صبح صادق (چودھری جبار کی حویلی)

(نازو دو تین سوٹ کیس گھسیٹ کر دروازے تک لاتی ہے۔ اس وقت بہت دھیمی آواز میں صبح کی اذان ہوتی ہے۔ نازو سیاہ لباس میں ملبوس ہے اور بے حد اداس لگ رہی ہے۔ پھر وہ اپنے پلنگ

کی طرف دیکھتی ہے۔ اس وقت سرفراز دروازہ کھول کر اندر آتا ہے۔
یوں لگتا ہے جیسے وہ نماز پڑھنے والا ہے تولیے سے اپنا چہرہ اور بازو
پونچھتا ہے۔ اندر آکر جائے نماز پھیلاتا ہے۔ اب اسے نازو نظر آتی
ہے جو سوٹ کیسوں کے پاس کھڑی ہے۔)

سرفراز: تو سوئی نہیں؟

نازو: نیند نہیں آتی۔

سرفراز: اچھا تو اب سو جاؤ...... خواہ مخواہ میرا انتظار نہ کیا کرو...... تم اس گھر میں اجنبی نہیں ہو نہ ہی کسی چیز کی کمی ہے...... کب تک جاگتی رہو گی فضول......

نازو: سرفراز چودھری......

سرفراز: جی......

نازو: میں گھر جانا چاہتی ہوں۔

سرفراز: تو جاؤ خوشی سے تم کو اختیار ہے......

نازو: اس گھر میں تو تم ہی کو سارا اختیار ہے سرفراز......

سرفراز: (ہنس کر) کب سے؟

نازو: ہمیشہ سے سرفراز...... میں تمہاری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی سرفراز۔

سرفراز: سب کام میری اجازت سے ہی ہوتے رہے ہیں؟ (ہنس کر)

نازو: میں جانتی ہوں تم کبھی میری کسی بات کا یقین نہیں کرو گے سرفراز...... میں جانتی ہوں کہ جب تک میں یہاں رہوں گی' تمہارا جہنم دوہری آگ میں بھڑکتا رہے گا...... مجھے اجازت دو' میں تمہاری نظروں سے دور ہو جاؤں...... کچھ تو سکون ملے تمہیں......

سرفراز: تم...... ابھی تو تم نے کالے کپڑے پہنے ہیں۔ کوئی سہاگن تو کالے لباس نہیں پہنتی کبھی...... ٹھیک ہے یہاں رہ کر تم اچھی طرح سوگ بھی نہیں منا سکتیں تمہیں...... اسے بھولنے کے لیے تنہائی کی ضرورت ہے۔ چلی جاؤ نازو...... چلی جاؤ...... چاہو تو میں تمہیں بھی اس کے پیچھے روانہ کر دوں......

نازو: ٹھیک ہے سرفراز...... ہم دونوں میں چودھریوں کا خون ہے...... ہم

کب کسی کو سکھ دے سکتے ہیں؟ ہمارے تکبر کا بوٹا ظلم کے پانی پر پلتا ہے۔

سرفراز: میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں......

نازو: ضرور...... مجھے اجازت دو...... جانے کی......

سرفراز: اجازت ہی اجازت ہے۔

نازو: معافی دو...... ایک بار...... صرف ایک بار سرفراز میں انسان ہوں...... انسان راستہ بھی تو بھول سکتا ہے۔ کبھی کبھی بے اختیار بھی تو ہو سکتا ہے...... اللہ نے تمہیں معافی دینے کے مقام پر رکھا خدا کے لیے صاحب اختیار بندے مجھے معاف کر دے...... مجھے معاف کر دے' چودھرائن رابعہ کا واسطہ......

(نازو باہر کی طرف چلتی ہے سرہانے کے نیچے سے سرفراز پستول نکالتا ہے' پھر نازو کی پشت کی طرف چلتا ہے۔)

سرفراز: رُک جا...... چودھری عبدالغفار کی سجری رک جا...... اور پلٹ کر دیکھ......

(نازو پلٹ کر دیکھتی ہے...... پستول اس کی طرف تنی ہوئی ہے۔)

نازو: یہ ٹھیک فیصلہ ہے سرفراز بالکل ٹھیک فیصلہ...... میں تجھ پر قرباں دیر نہ کر...... معافی نہ دے...... یہ بالکل ٹھیک فیصلہ ہے...... اختیار والے کا کام ظلم سے ہوتا ہے معافی سے نہیں...... جلدی کر......

(سرفراز پستول کو اوپر کر کے فائر کرتا ہے۔ اور جلدی سے نازو کے ساتھ بغل گیر ہو جاتا ہے۔)

سرفراز: جب اندر کا سوگ ختم ہو جائے تو تو بھی مجھے معاف کر دینا نازو...... ہم دونوں تو بچ گئے...... مارا تو سعد سلمان گیا...... احمق کی بچی...... کہاں جا رہی تھی تو......

نازو: (رو کر) کہیں بھی نہیں کہیں بھی نہیں چودھری جی' میں کہاں جا سکتی تھی بھلا؟ زیادہ سے زیادہ شاداب ملک سپلائی تک......؟

(سرفراز اس کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ کی طرف لاتا ہے۔ ڈریسنگ ٹیبل سے جھومر اٹھا کر اس کے بالوں میں لگاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 17 آؤٹ ڈور
دن کا وقت (شاہلا کوٹ کی نہر کا راستہ)

(ماسٹر موسیٰ ایک فاصلے سے شاہلا کوٹ کے نہری راستے پر چلتا آتا ہے۔ پھر وہ اس جگہ پہنچتا ہے' جہاں سعد سلمان کا قتل ہوا تھا۔ جیب سے ٹیپ نکال کر شاہلا کوٹ کے سنگ میل تک ناپتا ہے۔ پھر ٹیپ جیب میں ڈالتا ہے۔ اس وقت ماسٹر موسیٰ نے اچکن نما لمبا کوٹ پہن رکھا ہے اور ہاتھ میں ایک اٹیچی کیس اٹھا رکھا ہے۔ سنگ میل کے پاس پہنچ کر وہ مارکر سے اس پر لکھتا ہے بارہ فٹ چھ انچ۔ اسے لکھنے کے بعد وہ آگے نکل جاتا ہے۔ کیمرہ سنگ میل تک رہ جاتا ہے اور دور تک اور دیر تک ماسٹر کو جاتا دکھاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 18 آؤٹ ڈور
شام کا وقت (بالا شاہ کی جھگی)

(دلاور سپاہی دو تین آدمیوں کو گھیرے میں لے کر باتیں کر رہا ہے۔ وہ ان کو بتاتا ہے کہ اصل قاتل سرفراز چودھری ہے۔)

(کٹ)

سین 19 ان ڈور
گیارہ بجے کا عمل (کونوکیشن ہال)

(آج کل کونوکیشن کا سیزن ہے یہ سین بنانا مشکل نہ ہوگا۔ اس وقت N.C.A. کی کونوکیشن ہو رہی ہے۔ ڈائس پر صاحب صدر'

مہمان خصوصی، پرنسپل اور دو عدد پروفیسر بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر فراست لغاری کمپیئر کے فرائض ادا کر رہی ہے اور مائیکروفون کے سامنے کھڑی ہے۔

پرنسپل: "Let the cadidates for the Master of Taxile Designing Degrees be presented"

فراست: Textile Designing میں جن طلبہ اور طالبات نے ڈگری حاصل کی ہے ان پانچ کے نام ہیں زارا حبیب علی، محمد امین، طارق مجید، تنویر شمیم اور محمود قاضی......

(قطار میں پانچ لڑکے لڑکیاں اٹھ کر سامنے آتے ہیں اور ڈگری لینے کے انداز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اب پرنسپل اپنے ساتھ ایک وزیر تعلیم جیسی (چیف گیسٹ) شخصیت کو لے کر آتا ہے اور باقی پڑھتا ہے:

پرنسپل: "By virtue of the authority delegated to me by the Punjab University, I admit you to the Degree of Master of Textile Designing and in token thereof, you are authorized to receive your Diplomas, and to wear the robes ordained as the insignia of the Degree".

(چیف ایک لڑکے کو ڈگری دیتا ہے۔ کیمرہ ان کو چھوڑ کر ہال میں بیٹھے مہمان اور ڈگری حاصل کرنے والے لڑکوں کو دکھاتا ہے۔ پیچھے پرنسپل کی باقی جاری رہتی ہے۔ آخری قطار میں ماسٹر موسیٰ بیٹھا نظر آتا ہے۔ کیمرہ اس کا کلوز اپ دکھاتا ہے۔)

فراست: اب ہمارے کالج کے گولڈ میڈلسٹ کی باری ہے۔ اس بار سعد سلمان Architecture میں نہ صرف فسٹ آئے ہیں، بلکہ انہوں نے گولڈ میڈل بھی حاصل کیا ہے۔ ان کے ساتھ ڈگری حاصل کرنے والے پہلے پانچ Candidates ہیں۔ فیضان علی، حمید شاہ، تمیر اسماعیل اور زرینہ فاضلی...... سعد سلمان کے لیے Standing ovation......

(پرنسپل اٹھ کر مسز فراست لغاری کے پاس آتا ہے اور کان میں کچھ کہتا ہے۔
وہ پریشان ہوتی ہے۔ باقی چار طلبہ اٹھ کر قطار میں آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔
ہال تالیوں سے گونجتا ہے اور تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔)

فراست: مجھے افسوس ہے کہ میں رات ہی امریکہ سے واپس لوٹی ہوں...... مجھے علم نہ تھا کہ سعد سلمان آج ہم سب میں موجود نہیں ہیں۔ ماسٹر موسیٰ سے استدعا کروں گی کہ وہ ڈائس پر آئیں اور سعد سلمان کا گولڈ میڈل وصول فرمائیں۔ ماسٹر موسیٰ اس جینئس کے والد ہیں' جس نے ہمارے کالج میں نہ صرف تعلیمی عروج کا ریکارڈ قائم کیا' بلکہ ان کی شخصیت ایسی تھی جس کے سحر سے ہر وہ شخص واقف ہے جس کو سلمان کے ساتھ کام کرنے' پڑھنے' ملنے یا رہنے کا اتفاق ہوا...... ماسٹر موسیٰ شاہالاکوٹ میں رہتے ہیں اور وہاں کے مقامی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں...... خدا خبر انہوں نے سلمان جیسے کتنے لوگوں کی تربیت کی ہے۔

(یہ لمبی تقریر پس منظر میں چلتی رہتی ہے۔ پہلے ڈائس پر کیمرہ رکھ کر پھر آخری قطار سے ماسٹر موسیٰ کو ڈائس تک جاتے دکھاتے ہیں۔ وہی ماسٹر جس کے بال سارے ڈرامے میں کھچڑی پکے تھے۔ اب سارا سر سفید لیے ڈائس پر اس طرح چڑھتا ہے کہ گھٹنے پر ہاتھ ہے وہ دنوں میں بوڑھا ہو گیا ہے۔ سارے ہال کے لوگ کھڑے ہیں۔ کیمرہ فیضان' حمیر اور حمید والی قطار کو دکھاتا ہے جو ڈائس سے نیچے کھڑے ہیں۔ پرنسپل بہت آہستگی سے بانی پڑھتا ہے۔ پھر چپ ہو جاتا ہے۔ چیف گیسٹ ماسٹر موسیٰ کو ڈگری پکڑاتا ہے۔ پھر گولڈ میڈل گلے میں ڈالتا ہے۔ کیمرہ گولڈ میڈل سے ہو کر ماسٹر موسیٰ کے چہرے پر آتا ہے۔

(کٹ)

شاہلا کوٹ(13)

کردار

ماسٹر موسیٰ
انسپکٹر پولیس
چودھری عبدالجبار
بوڑھا چرواہا
چودھری سرفراز
تھانیدار

نازو
چودھرائن رابعہ
شاداں

سین نمبر 1　　　　ان ڈور

دن　　　　سکول کا کمرہ

(ماسٹر موسیٰ کے دفتر کا کمرہ۔ چھوٹا مگر نقشوں' چارٹوں اور طغروں سے مزین' چھوٹی سی میز اور کرسی۔ اس وقت کرسی پر ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز بیٹھے ہیں اور ماسٹر صاحب ان کے سامنے مودب کھڑے ہیں۔)

انسپکٹر: ماسٹر صاحب میں آپ کی خدمت میں بطور خاص حاضر ہوا ہوں۔

ماسٹر: یہ میری خوش قسمتی ہے جناب والا۔

انسپکٹر: میں دور دراز دورے پر تھا جب چودھری عبدالجبار اپنی جیپ دوڑاتے ہمارے کیمپ پہنچے۔

ماسٹر: جی جناب والا۔

انسپکٹر: چودھری عبدالجبار اس علاقے کے رئیس اور ہمارے خاص دوستوں میں سے ہیں۔

ماسٹر: جی۔

انسپکٹر: انہوں نے میرے ذریعے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ انہیں معاف کر دیں۔

ماسٹر: ان کی مہربانی ہے...... لیکن جب ان کا کوئی قصور ہی نہیں ہے پھر میں ان کو کیسے معاف کر دوں۔

انسپکٹر: مجھے پتہ نہیں آپ کے اور ان کے درمیان کیا ہے۔ اور وہ کس بات پر آپ سے نادم ہیں لیکن جب ان کی یہی خواہش ہے تو مہربانی فرما کر اسے پوری کر دیجئے۔

ماسٹر: (اپنے آپ سے) میں کچھ سمجھنے سے قاصر ہوں جناب والا......

انسپکٹر: اگر آپ سچ پوچھیں تو میری بھی یہی خواہش ہے۔ وہ بڑے مہربان انسان ہیں...... اس علاقے کے ولی نعمت ہیں۔ حکومت وقت کے دست راست ہیں......

ماسٹر: میرے نزدیک تو آپ اُن سے بھی بڑے اور اونچے مرتبے والے ہیں۔ ہمارے

افسروں کے افسر اور ہمارے حاکموں کے حاکم ہیں۔ آپ کا فرمانا ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتا ہے...... لیکن

انسپکٹر: میں ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں...... میں تو آپ کے ایک ساتھی اور رفیق...... اور آپ کے ہم پیشہ کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں۔

ماسٹر: کسی پرائمری ہیڈ مدرس کے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ ڈویژنل انسپکٹر اس کے معمولی سے مدرسہ میں تشریف لائیں...... لیکن میں آپ کی فرمائش پوری کرنے سے قاصر ہوں جناب والا۔

انسپکٹر: مگر کیوں؟ کس لیے ماسٹر صاحب...... کیا شے مانع ہے!

ماسٹر: میں مجبور ہوں جناب والا۔ مجھ سے اس چیز کی فرمائش نہ کریں ترمذی صاحب جو میرے پاس ہے ہی نہیں۔ جس کا میں مکلف ہی نہیں۔ جو میرے اختیار میں ہی نہیں۔

انسپکٹر: کمال ہے ماسٹر صاحب' یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ تو استاد ہیں' ٹیچر ہیں' گورو ہیں...... آپ کے اختیار میں تو پوری کائنات ہے۔ کائنات کا سارا علم ہے۔ دانش کے خزانے ہیں۔

ماسٹر: میں آپ سے معافی چاہوں گا حضور...... میرے پاس کچھ نہیں۔ میرا اندر باہر سب خالی ہے۔ اور دکھ نے مجھے ایک درندے کی طرح اپنے پنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔ جو شخص اس قدر مجبور ہو وہ کسی کو کیا دے سکتا ہے۔

انسپکٹر: میں بڑی دور سے اپنا دورہ بیچ ہی میں چھوڑ کر آیا تھا۔

ماسٹر: مجھے معلوم ہے حضور والا لیکن میں اس ضمن میں کچھ کر نہیں سکتا۔

انسپکٹر: آپ کو صرف زبانی طور پر معاف کرنا ہے ماسٹر صاحب۔

ماسٹر: میں کیا کروں سر! میری زبان میرے ارادے کا ساتھ نہیں دیتی......

انسپکٹر: پہلے تو آپ اس قدر سخت نہیں تھے۔

ماسٹر: پہلے یہ سب کچھ مجھ پر گزرا نہیں تھا۔

انسپکٹر: تو گویا میں یہاں سے خالی ہاتھ جاؤں۔ بے نیل و مرام!

ماسٹر: ایک خالی خولی بانس کی پوری کسی کو کچھ دے بھی کیا سکتی ہے جناب والا۔

(انسپکٹر خاموش ہو جاتا ہے۔ ماسٹر موسیٰ سر جھکا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔
اور کمرہ آہستہ آہستہ آؤٹ آف فوکس کی دھند میں لپٹ جاتا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین نمبر2 آؤٹ ڈور
دن (گاؤں کا قبرستان)

چودھری عبدالجبار ایک کچی قبر کے پاس درخت کے ساتھ
ڈھو لگا کر بیٹھا ہے اور تصویر یاس بنا ہوا ہے۔ درخت کے پیچھے سے
بڑی عمر کا ایک سفید ریش چرواہا نمودار ہوتا ہے جو چند بکریوں کو پیچھے
پیچھے کہتا چودھری کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔

چودھری جبار: سلاما لیکم بابا نظام دینا۔

بابا: وعلیکم السلام...... اللہ خیر اللہ خیر!!
آ بیٹھا ہے اپنے بزرگوں کے ساتھ دکھ سکھ کرنے!

چودھری: اس بار کا دکھ ایسا ہے بابا کہ جانے کا نام نہیں لیتا تو نے تو سنا ہوگا......

بابا: کئی بندوں سے سنا ہے۔ ہر ایک سے سنا ہے۔

چودھری: تو ماسٹر موسیٰ کی بیماری کا کوئی دارو جانتا ہے۔

بابا: پہلے اپنا علاج کر اچودھری پھر دوسرے کا دارو تلاش کر۔

چودھری: میرا علاج!

بابا: جب کبھی کسی دوسرے میں کوئی برائی نظر آئے تو پہلے اُسے اپنے اندر تلاش کرو۔

چودھری: اپنے اندر۔

بابا: جب کبھی مجھے اپنی بکریوں میں جوئیں لیکھیں نظر آتی ہیں تو میں پہلے اپنا کمبل پھرول کر دیکھتا ہوں...... وہ پسوؤں سے بھرا ہوتا ہے...... نیچے ہو جا

چودھری۔ ... عرش کا شملہ اتار کے فرش کا پیوند دیکھ۔
(قبرستان کی طرف اشارہ کر کے) ان کو دیکھ اور پھر سوچ۔

چودھری: ایسا کرنے سے مجھے ماسٹر موسیٰ کی بارگاہ سے معافی مل جائے گی؟

بابا: مل جائے گی۔ ملے گی کیوں نہیں۔

چودھری: وہ کیسے؟

بابا: دیکھو......(Mute سین)

(اب بابا چودھری کو اشاروں کی زبان میں سمجھاتا ہے کہ ماسٹر موسیٰ کے گھر گاؤں کی بیٹیوں کا ڈھویا لے جا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں...... جوان لڑکیاں...... کنواریاں...... سروں سے ننگی...... پیروں سے ننگی...... سر پر قرآن اٹھائے بائیں ہاتھ میں پیڑھیاں...... سب کو منت خوشامد کر کے ہنکا کے موسیٰ کے دروازے پر لے جا جیسے میں یہ بکریاں لے کر اجاڑ میں نکلتا ہوں...... اوپر والے سے مانگ (ہاتھ باندھ کر) اوپر والے پر نگاہ کر عاجزی سے چل...... پھر کسی کی مجال نہیں......)

(دونوں آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اوپر پرندے اڑے جا رہے ہیں۔)

(کٹ)

سین نمبر ان ڈور
شٹ ا (دالان)

(چودھرائن رابعہ اور سرفراز ایک تخت پوش پر بیٹھے ہیں۔
دالان میں شاداں ہرمل کی دھونی دے رہی ہے۔ چودھرائن کے ہاتھ میں ڈنڈی والی سات سوکھی مرچیں ہیں۔ وہ ان ساتوں کو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اور انگوٹھے میں پکڑے ہوئے ہے۔

رابعہ: اٹھ بچڑا۔ اٹھ شاباش۔ میں نے تیری نظر اتارنی ہے۔

سرفراز: لیکن کیوں؟

رابعہ: اس لیے کہ تجھے نظر لگ گئی ہے' کسی چندرے کمینے کی اور تجھے کچھ نہیں ہے سرفراز۔

سرفراز: اماں۔

رابعہ: صدقے ماں۔

سرفراز: اگر مجھے کچھ ہو جائے تو گھبراتا تاں۔

رابعہ: ایویں کچھ ہو جائے۔

سرفراز: فرض کر' ایسے ہی کچھ ہو جائے۔ اچانک۔

رابعہ: بس اٹھ کے کھڑا ہو جا۔ حکم مان۔ ادب سیکھ۔

سرفراز: (اٹھتے ہوئے) مجھے یقین تھا کہ آخر میں تو ہی جیتے گی ماں۔

(ماں رابعہ منہ میں سورۃ ناس پڑھتی جاتی ہے اور مرچوں والا ہاتھ سر سے پاؤں تک پھر بازو سے بازو تک لے جاتی ہے۔ پھر سر کے گرد تین مرتبہ مرچیں گھماتی ہے۔)

رابعہ: لے اب تجھے تے خیراں...... نی شاداں...... نی وفعہ ہونئے دھونی بند کر کے آجلدی سے۔

سرفراز: اب میں جاؤں ماں۔

رابعہ: لے ایویں جاؤں۔ کھڑا رہ چپ چاپ۔ لے شاداں کلمہ پڑھ کرے یہ ساتوں مرچیں چولہے میں ڈال کے دیکھیں۔ اگر تجھے چھینکیں نہ آئیں تو نظر پکی پکی گی ہے۔

(شاداں مرچیں اس طرح انگلی اور انگوٹھے میں پکڑ کر لے جانے لگی ہے تو رابعہ کچھ نوٹ سرفراز کے سر پر وار کر کہتی ہے۔)

رابعہ: اوئے تا و لیئے رک جا ذرا۔

(شاداں رک جاتی ہے۔ رابعہ نوٹ سرفراز کو پکڑاتی ہے۔)

رابعہ: پکڑا اوے چندری۔ شہدی کو۔ دیدے اس نو۔

(سرفراز نوٹ شاداں کو دیتا ہے۔ وہ جاتی ہے۔)

سرفراز: کتنے تھے؟

رابعہ: تجھے کیا کتنے تھے...... جتنے بھی تھے تیرے اوپر وارنے سے کم تھے۔

(سرفراز بے یقینی کے عالم میں مسکراتا ہوا اور "اچھا اماں" کہتا ہوا فیلڈ سے نکل جاتا ہے۔ ماں اپنا تک سک سمیٹنے لگتی ہے تو چودھری جبار اندر داخل ہوتا ہے اور گم سم سا کھڑا ہو جاتا ہے۔ رابعہ پر زور انداز میں کہتی ہے۔)

رابعہ: جمعرات گزر گئی چودھری دیگیں نہیں پکیں اس بار۔

جبار: پک جائیں گی پک جائیں گی...... مجھے یاد ہے۔

رابعہ: کدھر سے آ رہے ہو اس وقت۔

جبار: بابا نظام دین ملا تھا مجھے راستے میں۔

رابعہ: کون نظام دین۔

جبار: نظام دین چرواہا۔ بکروال...... اس نے مجھے ایک نئی ترکیب بتلائی۔

رابعہ: کیا۔

جبار: اس نے کہا ہے کہ گھر گھر جا...... تو بھی جا...... تیری سوانی بھی جائے اور ہاتھ باندھ کر سوال ڈالے۔

(Mute) لڑکیوں کا ڈھویا لے کر ماسٹر موسیٰ کے یہاں جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی، بڑی بڑی جوان، کنواریاں، سروں پر قرآن، سیپارے، ہاتھوں میں پیڑھیاں...... رابعہ یہ Mime حیرانی۔ دکھ اور انجانے پن سے دیکھتی ہے۔

(فیڈ آؤٹ)

سین نمبر: ان ڈور

(رات) سرفراز کا کمرہ

(نازو کے ہاتھ میں چاندی کا کٹورہ ہے وہ اس میں حضرت

صاحب سے پانی دم کرا کے لائی ہے۔ اس وقت سرفراز پلنگ پر اس طرح بیٹھا ہے کہ اس کے بازو کھڑی ٹانگوں کے گرد حائل ہیں اور سر گھٹنوں پر ہے۔ نازو آگے بڑھ کر اس کے سامنے پلنگ پر بیٹھتی ہے۔)

نازو: چودھری جی...... جناب عالی...... سرفراز صاحب۔

سرفراز: (بجھے دل سے سر اٹھا کر) کیا ہے؟

نازو: یہ پانی پی لو۔

سرفراز: کیوں؟

نازو: ہر بات میں کیوں کیسے ؟ بس لیے تلاش نہیں کیا کرتے ایمان والے آمنا صدقنا کہہ کر مان جاتے ہیں۔

سرفراز: مجھے پیاس نہیں ہے نازو۔

نازو: یہ پانی تو پینا پڑے گا۔ میں حضرت کتانی سے دم کرا کے لائی ہوں۔

سرفراز: (پانی پکڑ کر) دم کیوں کرایا ہے؟ کیا مشکل ہے تمہیں۔

نازو: دم کرایا ہے کہ میاں بیوی میں محبت بڑھے۔

سرفراز: (پانی واپس کرتے ہوئے) ناں بابا ناں۔ میں پہلے ہی اس محبت کے ہاتھوں بہت کچھ بھگت چکا ہوں (اٹھ کر دیوار کی طرف جاتا ہے اس کی پشت نازو کی طرف ہے)

سرفراز: انسان کا دل محبت سے خالی ہی رہے تو اچھا ہے عقل انسان کو بھٹکا کر اتنا نقصان نہیں کرتی جتنی محبت......!

نازو: ہمیشہ کی طرح الٹی بات (کٹورا ایک طرف رکھ کر آگے بڑھتی ہے اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی ہے۔) کیا ہوتا جا رہا ہے تمہیں۔ اچھی باتوں سے ایمان کیوں اٹھتا جا رہا ہے تمہارا۔

سرفراز: میرے اندر ساتھ ساتھ دو نہریں چلتی ہیں نازو۔ ایک الٹی ایک سیدھی۔ میں بڑے آدمی کے گھر کی پیری ہوں۔ میری کوئی پتی سبز ہے کوئی زرد کوئی کالی۔ میرا اوندھا ٹیڑھا مزاج ہے۔ بیک وقت اپوزٹ۔ "ری ورس"۔

نازو: تم یہ سوچنا بند نہیں کر سکتے۔ ہر وقت اپنے آپ کو کوڑے مار کر لہولہان کر لیا ہے۔

سرفراز: دراصل میں ازلی انسان ہوں نازو۔ اپنے اندر بہنے والے صاف اور گندے خون

سے دامن نہیں چھڑا سکتا جانے چلتے چلتے کب مجھ پر بدی غالب آ جائے اور دور پہنچ کر میں پتہ پتہ ہو کر بکھر جاؤں...... یا گندے گدلے پانیوں کے راستے شفاف اور پاکیزہ چشموں میں اتر جاؤں...... تم نہیں جانتیں...... تم اچھی عورت ہو...... اور اچھی عورت کو سوائے مامتا کے اور کوئی علم نہیں ہوتا......

نازو: اتنی اچھی بھی نہیں ہوں سرفراز۔ میں بھی آٹے کا بھگوان ہوں اندر رکھو تو چوہا کترے' باہر رکھو تو کوا لے جائے۔ مجھے بھی اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں!

سرفراز: بڑی سے بڑی ہستی کو اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ خطرہ آخری دم تک موجود رہتا ہے......

نازو: کیا ہم سب کچھ بھول کر۔ ایک بار...... صرف ایک بار...... ایک چانس نہیں لے سکتے۔

سرفراز: میں تو شاید کھلی ہوا میں سانس لے سکتا ہوں۔ لیکن میرا باپ کسی اور مٹی سے بنا ہے...... وہ سارا سارا دن دیوانوں کی طرح قبرستان میں دادی کی قبر کے پاس بیٹھا رہتا ہے...... اگر ماسٹر موسیٰ نے اُسے معافی نہ دی تو اس کے پاس زندہ رہنے کے لیے کوئی سہارا نہ رہے گا۔ اور اگر وہ زندہ نہ رہا تو پھر میرے لیے بھی مشکل ہو جائے گا۔ (جلدی سے باہر جانے لگتا ہے۔ پھر لوٹتا ہے اور کٹورہ اٹھاتا ہے۔ پانی پھینکنے کا ارادہ کرتا ہے۔ لیکن پھر یکدم اُسے غٹ غٹ پی جاتا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین نمبر 4	ان ڈور
رات	ماسٹر موسیٰ کا کمرہ

(ماسٹر موسیٰ اپنے پلنگ پر بیٹھا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں Measuring Tape وہ فیتے کو آگے بڑھا کر اور پھر اس کا بٹن دبا کر "سڑپ" سے اندر بند کرتا ہے۔ ساتھ ساتھ وہ سلطان باہو کی

ابیات گا رہا ہے۔)

(دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ وہ رکتا ہے۔ پھر گاتا ہے۔ پھر دستک ہوتی ہے۔)

ماسٹر: آجاؤ...... سلمان بیٹے...... آجاؤ...... کنڈی کھلی ہے...... میں چشم براہ ہوں...... آجاؤ......

(لپٹی لپٹائی نازو اندر داخل ہوتی ہے۔)

ماسٹر: اتنی رات گئے بیٹا!

نازو: سلام علیکم ماسٹر جی۔

ماسٹر: وعلیکم السلام...... وعلیکم السلام...... اتنی رات گئے اکیلے گھر سے نکلنا کچھ خاص اہمیت کا حامل ہوگا۔

نازو: جی۔

ماسٹر: بیٹھو بیٹھو بیٹا......

(نازو ماسٹر صاحب کے پلنگ کے سامنے فرش پر بیٹھنے لگتی ہے تو ماسٹر صاحب تڑپ کر کہتے ہیں۔)

ماسٹر: ناں ناں ادھر نہیں...... وہاں بیٹھ کرسی پر۔ میرے سامنے۔

نازو: آپ اصرار نہ کریں میں آپ کے برابر نہیں بیٹھ سکتی۔

ماسٹر: اچھانہ سہی...... تیری مرضی...... جیسے تیرا دل چاہے جیسے تیرا من مانے......

(اپنے اوپر سے سیاہ چادر اتار کر نیچے فرش پر بچھاتا ہے اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہے۔)

کبھی بیٹی کی بات بھی موڑی جاسکتی ہے...... اس کا تو حکم ہوتا ہے باپ پر...... بھائی پر...... ماں پر ماے پر...... چھوٹا ہو یا بڑا بیٹی کے آگے ہاتھ باندھا غلام ہوتا ہے...... جیسے تیرا دل چاہے...... جہاں چاہے وہیں بیٹھ......

(نازو ہچکچا کر نیچے بچھی ہوئی چادر پر بیٹھتی ہے اور نیم دراز ماسٹر صاحب کے پاؤں دبانے لگتی ہے۔)

ماسٹر: (پاؤں پیچھے کھینچ کر تیزی سے) ہیں ہیں یہ کیا کرتی ہو۔

نازو: آپ مجھے معاف کر دیں ماسٹر صاحب (ہاتھ جوڑ کر) اپنے سلمان کی خاطر......
اپنے شہزادے کی خاطر......

ماسٹر: میں تجھے کیسے معاف نہ کروں نازو تو تو اس بستی کی بیٹی اور اس گاؤں کی عزت ہے......بیٹیاں باپ سے معافی تھوڑا مانگا کرتی ہیں۔

نازو: مجھ سے بڑی بھول ہو گئی ماسٹر جی میں آپ کے سلمان کو سنبھال نہیں سکی۔

ماسٹر: اس کا تو مجھے جب بھی علم تھا جب تو اس کی کتابیں لوٹانے آئی تھی۔ اس وقت بھی پتہ تھا جب تو اس کے ساتھ پرانی حویلی کی پیمائشیں کراتی تھی...... اس وقت بھی معلوم تھا جب وہ مغل عمارتوں کی تفصیل یاد کر کے تمہارے سامنے دہرایا کرتا تھا...... میں اُس وقت بھی ڈرتا تھا اور گھبراتا تھا اور کچھ کہنے سے ہکلاتا تھا...... لیکن وہ تمہاری سنگت میں اتنا خوش اور تمہارے خیالوں میں اتنا اونچا بسرام کرتا تھا کہ مجھ سے تو کبھی اس کی ملاقات ہی نہ ہوتی تھی......

نازو: میں نے بھی تو اُسے بہت کم دیکھا ماسٹر جی...... سب کچھ ملا کر صرف سات گھنٹے اور چالیس منٹ۔

ماسٹر: لیکن ان سات گھنٹوں اور چالیس منٹوں کی اس نے کتنی بڑی قیمت ادا کی......
لیکن میں نے تم کو معاف کر دیا...... دل سے...... روح کی گہرائیوں سے قلب صمیم سے......

نازو: اگر مجھے معاف کر دیا تو ایک بار میرے تائے کو بھی معاف کر دیجئے......
چودھری عبدالجبار کو...... اس کے بیٹے سرفراز کو...... ہمارے گھرانے کو۔

ماسٹر: (بھنا کر) بس! اب تو بیٹی نہیں رہی۔ چودھری سرفراز کی بیوی اور اپنے تائے کی بہو بن گئی۔ اب تیرا میرا کوئی رشتہ نہیں رہا۔ وہ ناتہ تیری بات کے ایک ہی کنکر سے ساری جھیل کو گدلا کر گیا...... لے اب رخصت ہو کہ تیرے رخصت ہونے کا وقت آ گیا...... اور اگر میری بیٹی ہے تو پھر کبھی میرے دروازے پر دستک نہ دینا...... خدا حافظ۔

(نازو اٹھ کر چادر اٹھاتی ہے۔ جھاڑ کر تہہ کر کے بستر پر رکھتی ہے۔ ماسٹر اس

کے سر پر پیار دیتا ہے اور اس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو جاتا ہے۔ تازو
دروازے سے باہر نکل جاتی ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین نمبر 5

دن آؤٹ ڈور

(صبح کا وقت۔ جاگا ہوا گاؤں۔ گاؤں کی گلیاں محلے اور راستے۔
ڈھلانیں اور کھیت۔ نہر۔ کھیتوں کو جاتے ہالی اور مویشی...... ٹوکرے
اٹھائے ہاتھیاں لٹکائے لوگ...... گھروں سے نکلتی ہوئی لڑکیاں۔ ایک
ایک دو دو کر کے دکھائی جائیں۔

(1) لڑکیاں تعداد میں بائیس پچیس ہیں۔

(2) سولہ برس سے تین سال تک کی' ہر عمر' ہر رنگ اور ہر شکل و صورت کی لڑکیاں۔

(3) سب پاؤں سے اور سر سے ننگی ہیں۔

(4) جوان لڑکیوں نے سینہ ڈھانپنے کے لیے جزدانوں میں لپٹے قرآن سینے سے لگا رکھے ہیں۔ ہاتھ میں پیڑھیاں۔

(5) چھوٹی لڑکیاں اپنے سر سیپاروں سے ڈھانک کر گھروں سے نکل رہی ہیں۔ کبھی سر ڈھانک کے چلتی ہیں کبھی بھول کر سیپارہ ہاتھ میں پکڑ کر چلتی ہیں۔ ہاتھوں میں پیڑھیاں۔

(6) مختلف سمتوں سے آ رہی ہیں۔ ایک ایک دو دو کی ٹولیوں میں ملتی جا رہی ہیں۔ کچھ گھمنڈی لڑکیاں علیحدہ علیحدہ بھی جا سکتی ہیں۔

(پروڈیوسر کے لیے صبح کا ٹولا ٹولا رومان انگیز سین بنانے کا نادر موقع......
ہو سکے تو یہ حصہ فلم پر شوٹ کیا جائے۔)

(یہ سب لڑکیاں مختلف ٹولیوں میں اور اکا دکا سکول کی جانب رواں ہیں......
کیمرہ ان کو گھیر کر ایک مرکز پر لا رہا ہے۔
مرکز شابلا کوٹ پرائمری سکول کا مین گیٹ ہے جس کے سامنے 25 فٹ چوڑی
گلی ہے۔
لڑکیاں سیدھی قطاروں میں دیواروں کے ساتھ لگ کر اپنی اپنی پیڑھیوں میں
بیٹھ جاتی ہیں اور درمیان میں آنے جانے کے لیے راستہ چھوڑ دیتی ہیں۔
ان میں سے کچھ لڑکیاں گردنیں گھما گھما کر پیچھے بھی دیکھ لیتی ہیں۔
کچھ لوگ، مرد اور عورتیں اس مقام پر آکر کھڑے بھی ہو گئے ہیں۔
چودھری جبار گردن میں صافہ لٹکائے (گویا) کاغذی پیر بن پہنے۔ فریادی کے
روپ میں لڑکیوں کی پشت پر آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔
اندر کمرے میں تنگ منجی پر ماسٹر موسیٰ لپٹے بستر کا سہارا لیے نیم دراز ہے......
اس کے ہاتھ میں Power Return Measuring Tape ہے۔ وہ
فیتہ نکال کر اور پھر بٹن دبا دبا کر ٹیپ سے دل بہلا رہا ہے۔ اس کا دل یادوں کے
گہرے کھنڈروں میں ڈوبا ہوا ہے۔

(کٹ)

سین نمبر 6 ان ڈور
صبح تھانہ

(متعلقہ تھانے کا دفتر۔ ایس ایچ او کے ساتھ اس کے عملے کے
لوگ بھی حاضر تھانہ ہیں اور انہماک سے کام کر رہے ہیں۔)
(دروازے پر دستک کے ساتھ ہی سرفراز چودھری دفتر میں داخل
ہوتا ہے۔ اس کو دیکھ کر تھانیدار کھڑا ہو جاتا ہے۔)
تھانیدار: آیئے آیئے چودھری سرفراز صاحب بیٹھیے۔

سرفراز: (کھڑے کھڑے) شکریہ۔ مہربانی۔

تھانیدار: حکم؟

سرفراز: حکم یہ ہے تھانیدار صاحب کہ مسعود سعد سلمان کے قتل کے سلسلے میں میں آپ کو ایک ضروری انفرمیشن دینے آیا ہوں۔

(سارا عملہ چونک کر سرفراز کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔)

تھانیدار: جی۔

سرفراز: مسعود سعد سلمان کے قاتل کی حیثیت سے اقبال جرم کے طور پر میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔

تھانیدار: چودھری صاحب!

سرفراز: (بریف کیس میز پر رکھتے ہوئے) اور آلہ قتل آپ کے حوالے کرتا ہوں کہ اس نے آج تک مجھے بے حد بے چین 'بے قرار رکھا ہے۔

تھانیدار: یہ آپ کیا کر رہے ہیں چودھری صاحب۔

چھوٹا تھانیدار: (بریف کیس کھول کر اس میں پڑا ہوا پستول دیکھ کر اسے چھوئے بغیر) یہ ہم کیسے مان لیں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہے۔

تھانیدار: اور وقوعہ کے بعد اتنی تاخیر سے کہہ رہے ہیں۔

سرفراز: میں جو کچھ کر رہا ہوں اس بڑی کمانڈ کے حکم پر کر رہا ہوں جس کا آرڈر مجھے اب موصول ہوا ہے۔

تھانیدار: بڑی کمانڈ۔

سرفراز: میرے اندر احساس کی لہریں ایسے آتی جاتی ہیں تھانیدار صاحب جیسے چھوٹی رجمنٹیں فتح کے شادیانے بجاتی مارچ پاسٹ کر رہی ہوں لیکن دور فاصلے پر بھاری اور بنیادی فوج اس طرح ساکت و صامت موجود ہوں۔ مضبوط 'اٹل اور فیصلہ کن پوزیشن میں...... اب خوشی کے شادیانے' بجنے بند ہو گئے ہیں تھانیدار صاحب اور میرے اندر کی بڑی کمانڈ کے آرڈر مجھے موصول ہو گئے ہیں۔

تھانیدار: کیا آپ نے بڑے چودھری صاحب سے مشورہ کر لیا ہے؟

سرفراز: مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے۔
(بڑا تھانیدار چھوٹے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتا ہے۔ چھوٹا اثبات میں سر ہلاتا ہے کہ "کچھ کرتے ہیں" پھر وہ اپنی کرسی سے اٹھتا ہے اور میز کا چکر کاٹ کر سرفراز کے پاس آتا ہے اور اُسے بازو سے پکڑ کر دوسرے کمرے کے لیے ساتھ لے چلتا ہے۔)

(کٹ)

سین نمبر 7 — آؤٹ ڈور
وہی وقت — سکول کا احاطہ

(اب ہم واپس بچیوں کے اُسی گروہ کی طرف چلتے ہیں جہاں وہ اپنی اپنی پیڑھی پر بیٹھیں لہک لہک کر یہ "منظوم درخواست" الاپ رہی ہیں۔)

کورس:

تیرے در آیاں دھیاں تیرے گاؤں کی
دے دے سب کو معافی وے تایا...... باقی اللہ کافی
بھر دے جھولی ہم دکھیاؤں کی
دے دے سب کو معافی وے تایا...... باقی اللہ کافی
اچھی نہیں ہے جنگ اناؤں کی
دے دے سب کو معافی وے تایا...... باقی اللہ کافی
بند کیا ہے جھگڑی خطاؤں کی
دے دے سب کو معافی وے تایا...... باقی اللہ کافی
مان معصوموں کی چھوڑ دناؤں کی
دے دے سب کو معافی وے تایا...... باقی اللہ کافی

دھوپ میں تجھ سے آس ہے چھاؤں کی
دے دے سب کو معافی دے تایا...... باقی اللہ کافی
ڈال دے سر پر چادر دعاؤں کی

(اس منظوم درخواست کے درمیان پروڈیوسر جہاں بھی مناسب سمجھے Cut کر کے اندر کمرے میں جائے جہاں ماسٹر موسیٰ اپنے Measuring ٹیپ سے دل بہلا رہا ہے۔)

(ماسٹر لڑکیوں کی اس آواز پر تڑپ کر اٹھتا ہے اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا ہوا باہر آتا ہے۔)

بیٹیاں اسی طرح بینتی کر رہی ہیں۔ ماسٹر موسیٰ اور چودھری جبار آمنے سامنے کھڑے ہیں اور ان کے درمیان بیٹیاں "پھیلی" ہوئی ہیں۔

بیٹیاں ماسٹر موسیٰ کو دیکھ کر اپنا تھیم سانگ اور اونچا کر دیتی ہیں۔ ماسٹر موسیٰ پتھر کا بت بنا ان کو دیکھے جاتا ہے۔ سنے جاتا ہے۔ برداشت کئے جاتا ہے۔

(سرو قد کھڑے بوڑھے ماسٹر کی آنکھوں میں آنسو رواں ہوتے ہیں اور اس کے چہرے پر مجبوری اور شکست کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ کورس تھمتا ہے۔)

ماسٹر: (اونچی رندھی ہوئی آوازیں) یہ کیا کیا تو نے ظالم میرے ساتھ...... یہ کیا کیا...... میرے دروازے پر دھیئوں کا دھڑا لے کے آگیا۔ معصوم بھیڑوں کا گلہ۔ پاک دامن بیٹیوں کی بھیڑ۔ میں نے تیرے ساتھ کونسی بُرائی کی تھی۔ چودھری عبدالجبار جو تو دھیئوں کا جھنڈ لے کر میرے دروازے پر آگیا۔

(دکھ سے سر ہلاتا ہے۔ پھر ایک دم تڑپ کر کہتا ہے۔)

(اوئے میں مارا گیا گاؤں کے لوگو! میں تباہ ہو گیا میں تم سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں۔ میری مدد کرو میرے ساتھ کھڑے ہو کر ظالم کا مقابلہ کرو۔ میری دستگیری کرو۔ دستیاری کرو...... میں تمہاری مدد کا منتظر ہوں۔

Pin Drop Silence

(جھکا ہوا سر اٹھا کر) جاؤ دھیئو' جاؤ بیٹیو' جاؤ جی بیٹیو میں نے تمہاری بات مان

لی۔ تمہارے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ تمہارے فرمان پر چودھری جبار کو معاف کیا...... اس کی آل اولاد' جد پشت کو معاف کیا (دھاڑ کر روتے ہوئے) تمہارے امر پر ماسٹر موسیٰ نے چودھری جبار کی درخواست مان لی۔ زبان سے' قلب سے' روح سے......

(مزید روتے ہوئے آنکھ ناک سے پانی بہاتے ہوئے) مان لی۔ مان لی۔ مان لی...... اللہ کو حاضر ناظر جان کر مان لی...... اے لوگو! گواہ رہنا اور میری شہادت دینا کہ میں دھیئوں کے حکم کے آگے انکاری نہیں ہوا۔ میں نے ان کے فرمان کی حکم عدولی نہیں کی...... ان کی آگیا سے ہٹ کر نہیں چلا۔ ہٹ کر نہیں چلا۔ ہٹ کر نہیں چلا۔

(یہ کہتے کہتے ماسٹر موسیٰ اسی طرح روتا ہوا اندر بھاگ جاتا ہے اور اپنے کمرے کے سارے ٹرنک ایک ایک کر کے کھولتا ہے اور ان میں سے چادریں۔ تولیے' دستر خوان' چوخانہ ڈسٹر نکالتا ہے اور اسی نوعیت کے دوسرے کپڑوں کا تھبہ اٹھا کر باہر آتا ہے۔

بڑی بڑی چادریں جوان لڑکیوں کے ننگے سر پر ڈالتا ہے اور تولیے' دستر خوان' ڈسٹر وسے چھوٹی لڑکیوں کے سر ڈھانپتا چلا جاتا ہے۔ اس دوران بے حد متعلق قسم کی بیک گراؤنڈ موسیقی جاری رہتی ہے۔

سب کے سر ڈھانپ چکنے کے بعد ماسٹر موسیٰ ہاتھ باندھے چودھری جبار سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔)

ماسٹر: جا چودھری! میں نے بیٹیوں کے آرڈر پر تمہیں معاف کیا۔ تیری آرزو' خوشی اور ہر خواہش کے مطابق معاف کیا۔ لیکن تو نے اپنے گاؤں کے ماسٹر کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ مجھے جینے جوگا نہیں چھوڑا......

اوئے بیٹی تو ایک مان نہیں ہوتی چودھری تو میرے اوپر سارے گاؤں کی بیٹیوں کا جرگہ لے کر آگیا! اس لیے کہ میں کمزور ہوں' مظلوم ہوں...... بے یار و مددگار ہوں......

(چودھری شرمندگی سے سر جھکائے تو کھڑا ہی ہے۔ اپنے ہاتھ سے آنسو پونچھ کر مڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو ماسٹر موسیٰ Over Tone میں کہتا ہے۔)

ماسٹر: ایک منٹ ٹھہر چودھری!

(یہ کہہ کر ماسٹر موسیٰ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف جاتا ہے۔ سب خاموش ہیں۔ لڑکیاں اپنے سروں پر اوڑھنیاں لیے اسی طرح سے بیٹھی ہیں۔ ہو کا عالم طاری ہے۔)

ماسٹر: (واپس آکر اور رول کیا ہوا کاغذ اور گلے کا تمغہ آگے بڑھا کر) آج میں اپنے مسعود سعد سلمان کو اس کی حسن و جوانی، ظلم و دانش اور تمغے ڈگری کے ساتھ تیرے اور تیرے بیٹے کے حوالے کرتا ہوں...... میں اکیلا اس کی یاد کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

(چودھری جبار آگے بڑھ کر ڈگری اور تمغہ لیتا ہے اور ماتھے سے لگا کر ڈگری کو چومتا ہے۔)

ماسٹر: شاہلا کوٹ کے لوگو گواہ رہنا کہ آج کے بعد سے ماسٹر موسیٰ کی دعویداری کا ہر دعویٰ ختم ہوتا ہے اور وہ سوائے ایک جان مستعار کے اور کسی شے کا جواب دہ نہیں۔

(ماسٹر موسیٰ چہرہ آسمان کی طرف اٹھا کر ساکن ہو جاتا ہے۔ لڑکیاں اٹھ کر جانے لگتی ہیں۔ اور ان کے درمیان چودھری جبار بھی پگھلتا ہوا سا نکل جاتا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سین نمبر آؤٹ ڈور

دن

(چودھری جبار کی حویلی۔ گھر کے دروازے کے سامنے پولیس کی نیلے رنگ کی جیپ کھڑی ہے جس میں پولیس کا عملہ سوار ہے۔

اندر سے نازو بر آمد ہوتی ہے۔ جیپ سے چھوٹا تھانیدار نیچے اترتا ہے اور بڑے ادب کے ساتھ نازو کے سامنے جا کر کہتا ہے۔)

تھانیدار: السلام علیکم جی۔

نازو: وعلیکم السلام۔

تھانیدار: چودھری سرفراز نے اپنے کپڑے منگوائے ہیں۔

(کیمرہ نازو کے چہرے پر جاتا ہے جو غم اور کرب کا سمبل بن چکا ہے..... نازو ساکت و جامد کھڑی ہے اور کھڑی ہی رہ جاتی ہے۔)

(کٹ)

ماسٹر موسیٰ خالی ہاتھ نہر کنارے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ان کا کتا راکی بھی چلا جا رہا ہے۔ جب ماسٹر صاحب اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں سلمان قتل ہوا تھا تو وہ تھوڑی دیر رک کر اس جگہ سے پلٹ کر شابالا کوٹ پر ایک دلدوز نظر ڈالتے ہیں۔ پھر وہ اپنے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ ذرا سے فاصلے پر رک کر جب وہ اپنے کتے کو دیکھتے ہیں تو اُسے اسی جگہ بیٹھا ہوا پاتے ہیں جہاں سلمان قتل ہوا تھا..... کتا رہ جاتا ہے اور ماسٹر صاحب دور افق کی طرف چلتے چلتے ایک نقطہ سا بن جاتے ہیں۔

The End
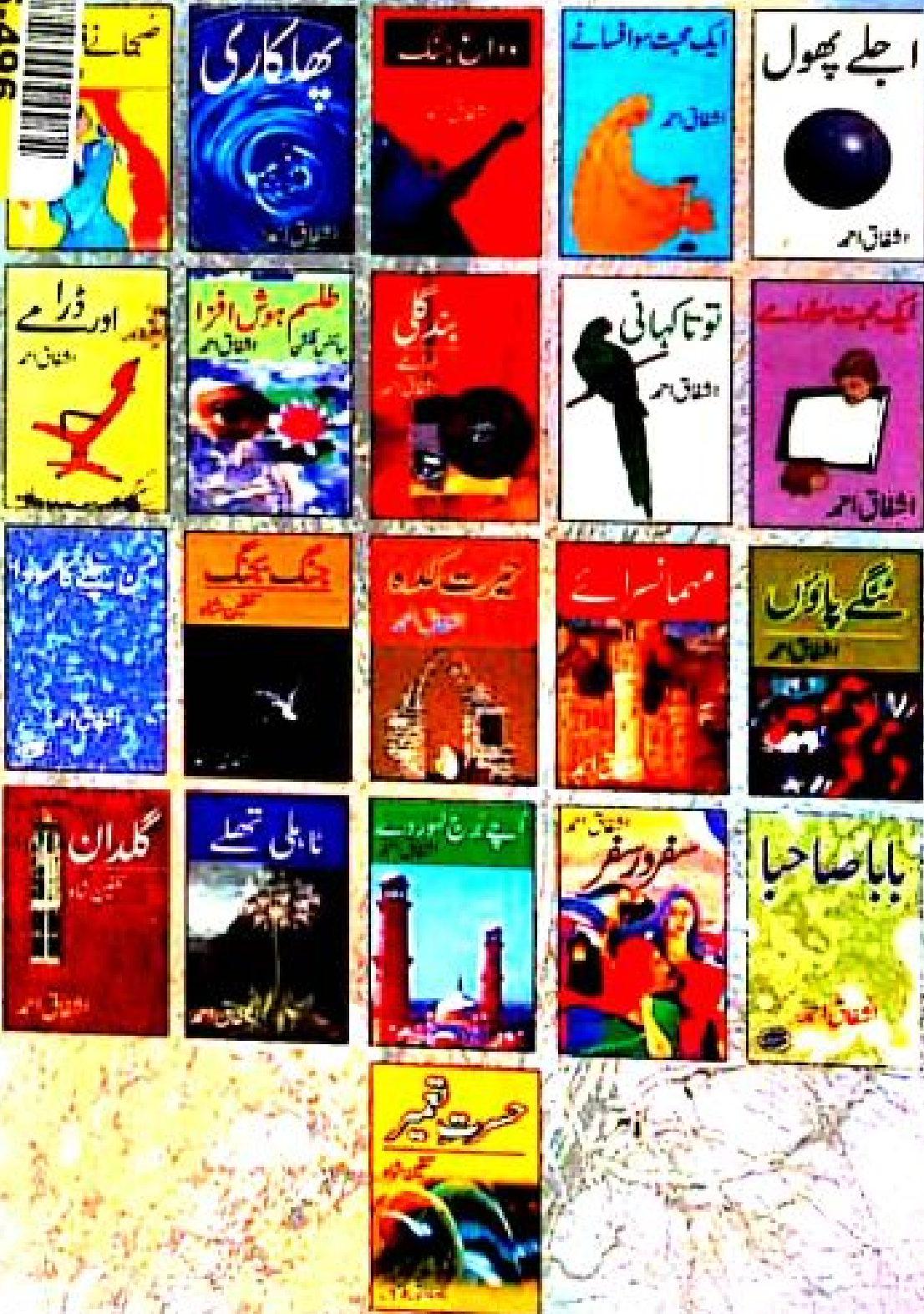
ISBN 969-35-1241-3
9 789693 512410